اسلام اور مغرب کی کشمکش

مصنف

سید قطب شہید

مترجم

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

عکس

AKSPUBLICATIONS

Marfat.com

2c2321

اسلام اور مغرب کی کش مکش

سید قطب شہیدؒ

ترجمہ:
ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

عکس
AKSPUBLICATIONS

Marfat.com

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مصنف یا ادارہ عکس پبلیکیشنز سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کاروائی کا حق محفوظ ہے۔

کتاب	اسلام اور مغرب کی کشمکش
مصنف	سید قطب شہید
صفحات	264
سن طباعت	2019ء
قیمت	600
تعداد	500

AKSPUBLICATIONS
Book Street, Data Darbar Market, Lahore.
Ph:042-37300584,Cell # 0300-4827500-0348-4078844
E-mail:publications.aks@gmail.com

Marfat.com

فہرست

۱- طاغوت شکن	۷
۲- محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح	۲۳
۳- اسلام میدان کارزار میں	۳۱
۴- اسلامی فتوحات کا مزاج	۳۸
۵- اخلاقی تربیت۔ اجتماعی نظام کفالت کے قیام کا ذریعہ	۵۱
۶- اسلام کا اجتماعی نظام کفالت	۶۷
۷- اسلامی دعوت کا عصری طریقہ	۷۹
۸- اسلامی نظام کے خدوخال	۸۵
۹- اسلام ایک ناقابل تقسیم اکائی	۹۲
۱۰- اسلامی منشور	۹۹
۱۱- واحد راہ	۱۰۶
۱۲- مصری خارجہ پالیسی اور اسلام	۱۱۴
۱۳- نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے....	۱۲۰
۱۴- امریکی اسلام	۱۲۶
۱۵- ذلت کا تاوان	۱۳۲
۱۶- غلام کون؟	۱۳۸
۱۷- قوت تحریر کا راز	۱۴۴

Marfat.com

۱۸- سودائے جنوں	۱۵۲
۱۹- آوارہ ادب	۱۶۰
۲۰- اخلاق باختہ عورتوں کا ٹولہ	۱۶۶
۲۱- "آزاد دنیا" کے اصول	۱۷۳
۲۲- ہمارے مسائل اسلام کی روشنی میں	۱۸۰
۲۳- اسلام اور استعمار	۱۸۵
۲۴- فرانس- آزادی کا گہوارہ	۱۹۱
۲۵- عالم اسلامی کے زخم ہائے خوں چکاں	۱۹۸
۲۶- مسلمان متعصب ہیں (۱)	۲۰۵
۲۷- مسلمان متعصب ہیں (۲)	۲۱۲
۲۸- مسلمان متعصب ہیں (۳)	۲۱۹
۲۹- مسلمان متعصب ہیں (۴)	۲۲۷
۳۰- اسلام کا نظریہ جنگ و امن	۲۳۳
۳۱- حسن البناء- معمار قوم	۲۳۹
۳۲- حسن البناء کا خون انصاف کی عدالت میں	۲۴۵
۳۳- ہماری دعوت	۲۵۲
۳۴- عقیدہ اور معرکہ آرائی	۲۵۸
۳۵- نوجوانوں کے نام ایک پیغام	۲۶۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

"اسلام اور مغرب کی کش مکش" اصل میں سید قطب شہید کے مجموعہ مقالات "دراسات اسلامیہ" کا اردو ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ مولانا محمد رضی الاسلام ندوی صاحب کا کیا ہوا ہے۔ موصوف ترجمہ کے فن میں بفضلہ تعالیٰ کافی دست رس رکھتے ہیں۔ سید قطب نے یہ مقالات مختلف مواقع پر پیش آمدہ مسائل کے پس منظر میں تحریر کیے تھے۔ لیکن ان مقالوں کی قدر و قیمت میں ہرگز کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ بعض پہلوؤں سے تو ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہی ہوا ہے۔

ان مقالوں کے مطالعہ سے بخوبی یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اسلام جس نظام حیات کی طرف دعوت دیتا ہے' وہ نظام مستحکم اخلاقی بنیادوں اور گہرے نفسیاتی احساسات پر مبنی ہے۔ یہی وہ واحد نظام ہے جو حقیقی معنی میں "بین الاقوامیت" کے فکر و نظریہ کا حامل ہے اور یہی وہ واحد نظام ہے جو اس کی اجازت دیتا ہے کہ اس کے زیر سایہ دنیا کی تمام ہی قومیتیں' تمام زبانیں اور عقائد امن و سلامتی کے ساتھ رہ سکیں' وہ ان

Marfat.com

سب کے درمیان مطلق عدل قائم کرتا ہے۔ یہی نظام انسانیت کے انحطاط و زوال اور تخریب و ہلاکت سے محفوظ رہنے کی ضمانت دے سکتا ہے اور دیتا ہے۔ آج انسانیت کو حقیقت میں جس نظام کی تلاش ہے وہ اس کے سوا کوئی دوسرا نظام نہیں ہو سکتا۔

ان مقالوں کے مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوگا کہ اسلام کے داعی کے حقیقی جذبات و عزائم کیا ہوتے ہیں؟ اور ایک مثالی داعی حق کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟ سید قطب کی تحریر میں جو بلا کا زور بیان پایا جاتا ہے' فاضل مترجم نے اپنے ترجمے میں حتی الامکان اسے باقی رکھنے کی سعی کی ہے اور اس میں وہ بڑی حد تک کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔

خدا کرے یہ مجموعہ مقالات تحریک اسلامی کے کارکنوں کے لیے ایک رہ نما کتاب ثابت ہو اور وہ اس سے بھرپور استفادہ کر سکیں۔

خاک سار

محمد فاروق خاں

Marfat.com

طاغوت شکن

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی طاغوت شکنی میں گزاری' اور تمام طاغوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا خواہ وہ عالم ضمیر میں ہوں یا واقعات کی دنیا میں۔ انسانیت نے اپنی طویل تاریخ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اس قدر طاغوتوں کو پاش پاش کیا ہو جتنے اس عظیم انسان نے انتہائی مختصر مدت میں کیے۔ اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ ضرور انسانی طاقت سے بڑھ کر کوئی طاقت اس کی تائید و حمایت کر رہی تھی۔ وہ اس قوت سے مدد و تعاون حاصل کرتا رہتا تھا اور اس سے گہرا تعلق رکھتا تھا۔

ہم جب اس عظیم انقلاب آزادی کا جائزہ لیتے ہیں جس کی قیادت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کے عرصہ تک کی اور ان روحانی' معاشرتی' اقتصادی' فوجی اور تہذیبی انقلابات کا جائزہ لیتے ہیں جو اس قلیل مدت میں وقوع پزیر ہوئے' تو ہمیں احساس ہوتا ہے کہ اگر انسان کی فانی اور محدود قوت کا مطلق اور زندہ جاوید ازلی و ابدی قوت سے تعلق نہ ہوتا تو یہ تمام خارق عادت امور کبھی ظاہر نہ ہو سکتے

Marfat.com

تھے' کیوں کہ یہ امور پہاڑوں کو منتقل کرنے' سمندر خشک کرنے یا عناصر کو ایک حالت سے دوسری حالت میں بدل دینے سے زیادہ مشکل اور دشوار ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت انسانیت کی مکمل آزادی کا انقلاب تھی' ایسا انقلاب جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی تھا اور جس نے ان گوشوں میں پائے جانے والے تمام طاغوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا' خواہ انہیں کسی بھی نام سے موسوم کیا جاتا ہو۔

آپ کی رسالت عالم عقیدہ میں شرک کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی جس نے عالم تصور میں ذات الٰہی کو بالکل منزہ قرار دیا اور اس کی وحدانیت ثابت کر کے اس کے شرکاء ہونے کی نفی کی۔ شرک کا طاغوت ایک عظیم طاغوت ہے جس کی جڑیں انسانی شعور میں بہت گہری ہیں اور اس سے انسانیت ہمیشہ توحید کے آسمانی پیغامات' انبیاء کی جدوجہد اور ان مذاہب کے مفکرین کی تشریحات کے باوجود دوچار رہی ہے۔ عوام جب بھی اللہ کے واحد اور زندہ جاوید دین (جس کی صورتیں الٰہی رسالتوں میں مختلف ہیں اگرچہ اس کا جوہر ایک ہی ہے) کے صحیح ادراک سے منحرف ہوئے ہیں کسی نہ کسی صورت میں شرک کے طاغوت سے جا ملے ہیں۔ آج جس طرح وہ اولیاء اور بزرگوں کی چوکھٹیں چھو رہے ہیں وہ بھی اسی طاغوت کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے جس کو دین کے لبادے میں انجام دیا جا رہا ہے حالاں کہ خدا کا دین اس سے بالکل بری ہے۔

آپ کی رسالت عصبیت کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی۔ خواہ کسی رنگ میں اور کسی صورت میں ہو۔ اور ان میں سرفہرست مذہبی عصبیت ہے۔

آپ کی رسالت عصبیت رنگ و نسل کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی۔ جس

Marfat.com

نے اصل انسانی اور نوع انسانی کی وحدت کا اعلان کیا' قابل نفرت نسل پرستی کے طاغوت کو پاش پاش کر دیا اور افضیلت و برتری کا صرف ایک معیار قرار دیا۔ جس کی بنیاد رنگ' نسل اور زبان پر نہیں بلکہ تقویٰ' اطاعت الٰہی اور بندگان خدا کے لیے نیک اعمال پر ہے۔ یہ خالص ذاتی امور ہیں' جن کا رنگ و نسل سے کوئی تعلق نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

یاایہا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم (الحجرات: ۱۳)

لوگو' ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

یاایہاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نساء۔ (النساء: ۱)

لوگو' اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔ اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی طرف بلائے' وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی خاطر جنگ کرے' وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کی موت عصبیت پر ہو" (ابو داؤد)

وہ انسانی معاشرے جنہوں نے اب تک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے رہنمائی حاصل نہیں کی ہے' اس نسلی عصبیت کے طاغوت کا اب بھی شکار

Marfat.com

ہیں۔ ریاست ہائے متحدہ میں حبشیوں اور ریڈ انڈینس کا مسئلہ اب بھی برقرار ہے۔ جنوبی افریقہ میں رنگین نسلوں کا مسئلہ اب بھی قائم ہے۔ چند سال قبل نازی ازم جو آرین نسل کی برتری پر مبنی تھا انسانیت کو تباہی و بربادی کا مزا چکھا چکا ہے اور آج اسرائیل جو "خدا کی چہیتی قوم" کے افسانے پر مبنی ہے' عرب قوم کے پہلو میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے۔

آپؐ کی رسالت مذہبی عصبیت کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی۔ قرآن کریم نے ببانگ دہل آزادی عقیدہ کا اعلان کر دیا:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت و یومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی لا انفصام لھا۔ (البقرہ: ۲۵۶)

دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے اب جو کوئی طاغوت کا انکار کرکے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔

و لو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین۔ (یونس: ۹۹)

اگر تمہارے رب کی مشیت یہ ہوتی (کہ زمین میں سب مومن و فرماں بردار ہی ہوں) تو سارے اہل زمین ایمان لے آئے ہوتے' پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں۔

آپؐ کی بعثت سے مذہبی عصبیت کا طاغوت پاش پاش ہو گیا اور اس کی جگہ مطلق رواداری نے لے لی۔ یہی نہیں بلکہ اسلامی ملک میں دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے لیے آزادی عقیدہ اور آزادی عبادت کا تحفظ مسلمان کا فریضہ قرار

Marfat.com

پایا' اسلام میں جب جنگ کی مشروعیت ہوئی تو قرآن نے اس کی حکمت بیان کرتے ہوئے کہا:

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیرہ الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ و لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع و صلوت و مسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔
(الحج: ۳۹ - ۴۰)

اجازت دے دی گئی ان لوگوں کو جن کے خلاف جنگ کی جا رہی ہے کیوں کہ وہ مظلوم ہیں' اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے' یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے ناحق نکال دیے گئے۔ صرف اس قصور پر کہ وہ کہتے تھے ہمارا رب اللہ ہے اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ سب مسمار کر ڈالی جائیں۔

آیت میں "صوامع" سے مراد راہبوں کی عبادت گاہیں' "بیع" سے مراد نصاریٰ کے گرجے "صلوات" سے مراد یہود کی عبادت گاہیں اور مساجد سے مراد مسلمانوں کی عبادت گاہیں ہیں۔ صوامع' بیع اور صلوات کو مساجد پر مقدم رکھا گیا ہے تاکہ اس طرح ان سے سرکشی اور جارحیت کو دفع کرنے اور ان کے لیے تحفظ فراہم کرنے پر زور دیا جائے۔

یہی نہیں بلکہ رواداری کا اس حد تک لحاظ رکھا گیا کہ اس مشرک کے لیے بھی تحفظ اور امن فراہم کیا گیا جو کسی آسمانی مذہب کا پیرو نہ ہو جب تک کہ وہ کمزور ہو اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانے یا انہیں ان کے دین سے برگشتہ کرنے پر قادر نہ ہو۔ ایسا اس کے عذر کا خیال رکھتے ہوئے کہا گیا ہے (اس کا عذر اس کی جہالت ہے)۔

Marfat.com

و ان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ' ۔ ذالک بانہم قوم لایعلمون۔ (التوبہ: ۶)

اور اگر مشرکین مین سے کوئی شخص پناہ مانگ کر تمہارے پاس آنا چاہے (تاکہ اللہ کا کلام سنے) تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے۔ پھر اسے اس کے مامن تک پہنچا دو۔ یہ اس لیے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ علم نہیں رکھتے۔

یہ رواداری کی انتہا اور اس کا نقطہ کمال ہے' جس کی بہت سے ممالک میں انسانیت آس لگائے ہوئے ہے۔ ہمارے لیے اتنا ہی جان لینا کافی ہے کہ کیمونسٹ سرزمین میں اس شخص کے لیے کوئی جگہ نہیں جو کیموزم کو نہ مانتا ہو۔ جب کہ وہ کوئی دینی عقیدہ نہیں صرف ایک معاشرتی نظریہ ہے۔ سائبیریا کے جنگلات' جیل کی کوٹھریاں اور "تطہیر" کی قتل گاہیں ہمہ وقت ان لوگوں کے انتظار میں رہتی ہیں جو کارل مارکس' لینن اور اسٹالن پر ایمان نہیں لاتے' حالاں کہ وہ کوئی مافوق البشر مخلوق نہیں' ہم ہی جیسے انسان تھے۔

آپؐ کی رسالت معاشرتی امتیازات اور طبقاتی نظام کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی۔ قریش کے سرداروں پر ہر چیز آسان تھی مگر انساب اور آباء و اجداد پر فخر کے طاغوت کو پاش پاش کرنا سخت گراں گزرتا تھا۔ ان سرداروں سے یہ بات مخفی نہ تھی کہ ان کے عقائد کس قدر نامعقول اور ان کے بت کتنے بے حیثیت ہیں۔ وہ یہ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جس چیز کی طرف دعوت دے رہے ہیں وہ ان کے عقائد کے مقابلہ میں بدرجہا بہتر ہے لیکن اس کے باوجود وہ پوری قوت سے اس کا مقابلہ کر رہے تھے۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ آپ کی دعوت قبول کرنے سے ان کی سرداری' ان کے اختیارات' ان کا نسبی فخر اور ان کے

Marfat.com

موروثی امتیازات' جن سے زبردست طبقاتیت کی نمائندگی ہوتی ہے' سب خطرے میں پڑ جائیں گے۔

حج میں تمام حجاج عرفات میں وقوف کرتے تھے اور وہیں سے واپس ہوتے تھے۔ لیکن قریش مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور وہاں سے واپس ہوتے تھے۔ حضرت محمدؐ نے جو قبیلہ قریش کی سب سے معزز شاخ سے تھے' عرفات میں وقوف کرنا شروع کیا اور قرآن نے قریش کو حکم دیا۔

ثم افیضوا من حیث افاض الناس۔ (البقرہ: ۱۹۹)

پھر جہاں سے سب لوگ پلٹتے ہیں وہیں سے تم بھی پلٹو۔

تاکہ تمام لوگوں کے درمیان مطلق مساوات پائی جائے' قریش کے اشراف اپنے قبیلہ کے علاوہ عرب کے کسی دوسرے شخص کے ساتھ اپنی لڑکی یا بہن کی شادی کرنا پسند نہیں کرتے تھے' حضرت محمدؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ سے کردی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی' اس پر قریشی صحابہ بہت گھبرائے۔ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس سلسلہ میں کون رسول اللہؐ سے سفارش کرسکتا ہے؟ کسی نے کہا کہ رسول اللہؐ کے منظور نظر حضرت اسامہ بن زیدؓ کے علاوہ اس کی کون جسارت کرسکتا ہے؟ حضرت اسامہؓ نے آپؐ سے گفتگو کی تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود میں سفارش کررہے ہو؟ پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "تم سے پہلے کے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں سے کوئی شریف اور باعزت آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے' خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی

Marfat.com

فاطمہؓ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹتا۔'' (بخاری و مسلم)

چودہ سو سال گزر جانے کے بعد آج بھی انسانیت اس بلند ترین مقام تک نہیں پہنچ سکی ہے جہاں تک کہ اسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیالات کی دنیا میں نہیں بلکہ عالم حقیقت میں پہنچادیا تھا۔

آپؐ کی رسالت ظلم وزیادتی اور سرکشی کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی' ایسی بغاوت جس نے حکام و سلاطین کو ہر قسم کے امتیازات اور ہر طرح کے اختیارات سے عاری کردیا اس لیے کہ اس نے قانون سازی کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ کو قرار دیا اور قوانین کو نافذ کرنے والوں کے انتخاب کا حق امت کو دیا۔

یہاں ایک لمحہ رک کر غور کرنے سے اس نظام میں پائے جانے والے تحفظات کی (جن سے دوسرے نظام عاری ہیں) گہرائی عیاں ہوتی ہے۔ قانون سازی کا حق انسانوں سے چھین کر خدائے واحد کی طرف لوٹانے سے کسی انسان' کسی پارٹی یا کسی طبقہ کے لیے یہ گنجائش ہی نہیں رہتی کہ وہ دوسروں پر حکمرانی کرے' اور کوئی ایسا راستہ ہی نہیں باقی رہتا جس سے ایک فرد دوسرے فرد پر یا ایک جماعت دوسری جماعت پر یا ایک طبقہ دوسرے طبقہ پر اپنی برتری ثابت کرے۔ اس لیے کہ حاکیت تمام کی تمام اللہ کے لیے ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کی بتائی ہوئی شریعت سے رہ نمائی حاصل کیے بغیر قانون سازی کرے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا رب ہے' اس لیے اس کی قانون سازی میں کسی فرد' جماعت یا طبقہ کی طرف داری نہیں ہوگی۔ اور کسی شخص کو یہ احساس نہیں ہوگا کہ قانون کے نفاذ میں وہ کسی کی مشیت کا پابند ہے بلکہ وہ صرف اللہ رب العالمین کا تابع اور اس کی مشیت کا پابند ہوگا۔ اس طرح تمام لوگوں میں مساوات ہوجائے گی۔ انہیں سربلندی حاصل ہوگی

Marfat.com

اور وہ اللہ کے علاوہ کسی کے آگے سر تسلیم خم نہیں کریں گے۔

البتہ جو شخص قوانین کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے وہ خود قانون سازی نہیں کرتا، بلکہ صرف ان کو نافذ کرتا ہے، اسے یہ حق امت کے انتخاب کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ اسی لیے اگر وہ شریعت کے حدود سے تجاوز کرے تو اس کی کوئی اطاعت نہیں، اور اگر کسی معاملے میں باہم اختلاف ہو جائے تو اس کا فیصلہ شریعت کرے گی۔

فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ و الرسول۔ (النساء: ۵۹)

پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔

اس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا نظام دنیا کے تمام نظاموں کے درمیان جن کا انسانیت نے ماضی و حال میں تجربہ کیا ہے، منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ وہ نظام حکومت میں مطلق مساوات قائم کرنے اور قانون سازی میں شخصی یا طبقاتی حکومت کے طاغوت کو پاش پاش کرنے میں بے مثل ہے۔

جہاں تک قانون کے نفاذ میں عدل و انصاف کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں اسلام کو اتنی بلندی اور عظمت حاصل ہے کہ انسانیت آج بھی اس کو نہیں چھو سکی۔ ارشاد باری ہے:

واذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربی۔ (الانعام: ۱۵۲)

اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو

ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی و اتقو اللہ۔ (المائدہ: ۸)

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ عدل کرو یہ

Marfat.com

خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

''یہ عدل مطلق کی سچی ترازو ہے' اس کی ڈنڈی بغض و نفرت ٹیڑھی کر سکتے ہیں نہ دوستی و دشمنی سے اس کے قواعد و ضوابط بدل سکتے ہیں' یہ وہ عدل ہے جو افراد کی باہمی قرابت یا قوموں کے باہمی بغض و فساد کسی سے بھی متاثر نہیں ہوتا' اس سے امت اسلامیہ کے سارے ہی افراد یکساں مستفید ہوتے ہیں۔ حسب و نسب کا فرق ان میں تفریق و امتیاز کا باعث بنتا ہے نہ مال و جاہ کا۔ اسی طرح دوسری قومیں بھی اس سے مستفید ہوتی ہیں' چاہے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان عداوت و دشمنی ہی کیوں نہ ہو۔ یہ عدل کا وہ باب ہے جس کی بلندی کو آج تک کوئی بین الاقوامی قانون چھو سکا ہے نہ کوئی ملکی قانون' بلکہ واقعہ یہ ہے کہ کوئی قانون اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا ہے۔

جن لوگوں کو یہ حقیقت تسلیم کرنے میں تامل ہو انہیں چاہیے کہ آج قوموں میں طاقت ور اور کمزور گروہوں کے درمیان چلنے والی سیاست کا مطالعہ کریں اور باہم جنگ و پیکار میں مصروف اقوام کے آپسی تعلقات کا جائزہ لیں' یہی نہیں بلکہ ان کو اس ''عدل'' کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے جو امریکہ میں سفید اقوام' سرخ اور سیاہ قوموں کے ساتھ برتتی ہیں اور جسے جنوبی افریقہ میں سفید نسل کے لوگ رنگین نسلوں کے ساتھ اختیار کرتے ہیں۔ اتنا اشارہ کافی ہے کیوں کہ یہ اسی زمانہ کے حالات ہیں جنہیں ہر آدمی جانتا ہے۔

اسلامی عدل کے سلسلہ میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہ مجرد نظریات تک محدود نہ رہا بلکہ عملی زندگی میں بھی اس نے نفوذ کیا۔ تاریخ کا دفتر اس کی بے شمار مثالوں اور نمونوں سے بھرا پڑا ہے۔''[1]

---

[1] اقتباس از العدالۃ الاجتماعیہ فی الاسلام ص ۹۵-۹۶

Marfat.com

آپؐ کی رسالت غلامی کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی۔ ایسی بغاوت جس نے غلاموں کو بے جان چیزوں اور حیوانوں کے مرتبے سے اٹھاکر انسانوں کے مرتبے تک پہنچا دیا۔

"اس زمانے میں غلامی ایک عالمی نظام کی حیثیت اختیار کرچکی تھی' دولت رومانیہ میں غلاموں کے ساتھ سخت ذلت آمیز برتاؤ کیا جاتا تھا۔ دن میں وہ جاگیروں میں کام کرتے اور جیسے ہی رات ہوتی انہیں زنجیروں میں جکڑ کر غاروں میں ڈال دیا جاتا' جہاں وہ رات گزارتے اور تند خو اور سنگ دل پہرے دار ان کی نگرانی کرتے' انہیں جو سزائیں دی جاتی تھیں وہ پھانسی یا کم از کم کوڑے کی ہوتی تھیں۔ مزید براں انہیں آزاد لوگوں کی تفریح طبع کے سامان کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ چناں چہ وحشیانہ مقابلے کرائے جاتے یا انہیں نہتے ہوکر شیروں سے مقابلہ کرنے پر مجبور کیا جاتا اور یہ سب ایسی محفلوں میں ہوتا جن کا آزاد لوگ پورے انہماک سے نظارہ کرتے۔ ۱

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اعلان کیا:

"جو اپنے غلام کو قتل کرے گا ہم اسے قتل کردیں گے۔ جو اپنے غلام کے ناک کان کاٹے گا ہم اس کے ناک کان کاٹ دیں گے۔ جو اپنے غلام کو خصی کرے گا ہم اسے خصی کردیں گے۔ (بخاری و مسلم)

آپؐ نے مزید فرمایا: "یہ غلام تمہارے بھائی ہیں' انہیں اللہ نے تمہارے قبضے میں کردیا ہے پس اگر اللہ کسی کے قبضے میں اس کے بھائی کو کردے تو اسے چاہیے

۱۔ از کتاب النظام الاشتراکی۔ ڈاکٹر راشد البراوی ص:۱۸

Marfat.com

کہ جو خود کھائے وہی اسے بھی کھلائے' جو خود پہنے وہی اسے بھی پہنائے اور اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لے اور اگر لینا ہی ہے تو اس کی مدد کرے۔ (صحاح)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

"میں اپنے ایک غلام کی پٹائی کر رہا تھا کہ اچانک پیچھے سے کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا" جان لو اے ابو مسعود! جتنا تم اپنے غلام پر قادر ہو اللہ اس سے زیادہ تم پر قادر ہے' میں مڑا تو دیکھا کہ رسول اللہؐ ہیں' میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! وہ اللہ کے لیے آزاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا: "اگر تم ایسا نہ کرتے تو تمہیں جہنم کی آگ اپنی لپیٹ میں لے لیتی"۔ (صحاح)

رہا یہ سوال کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی مرحلہ میں غلامی کو پورے طور پر غلط کیوں نہیں قرار دیا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس زمانے میں غلام بنانے اور ان سے خدمت لینے کا معاملہ معاشرتی حالات اور بین الاقوامی عرف پر منحصر تھا۔ معاشرتی حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ ان کے لوازمات اور متعلقات میں ہمہ گیر تبدیلی پیدا کی جائے اور بین الاقوامی عرف کے لیے بین الاقوامی اور اجتماعی معاہدات کی ضرورت تھی' اسلام نے کبھی غلام بنانے کا حکم نہیں دیا اور نہ ہی قرآن میں کوئی ایسی نص موجود ہے جس سے بین الاقوامی عرف کے طور پر غلام بنانے کا جواز معلوم ہوتا ہو۔ اس وقت اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ اس معاشرتی صورت حال اور وسیع بین الاقوامی نظام کے علاج میں عجلت نہ کی جائے اور آہستہ آہستہ اس کا مداوا کیا جائے۔

اس کے لیے آپؐ نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ غلامی کے سرچشموں کو خشک کر دیا

Marfat.com

جائے یہاں تک کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ غلامی کا یہ نظام آپ ہی فنا ہو جائے اور معاشرہ میں ایسا زلزلہ پیدا کرنے کی ضرورت نہ پیش آئے جسے قابو میں رکھنا اور اس پر کنٹرول کرپانا ممکن نہ ہو۔ آپؑ نے غلامی کے تمام سرچشموں کو خشک کرنا شروع کردیا' صرف ایک صورت اس سے مستثنیٰ رکھی' یعنی جنگ کے قیدی' آپؑ نے ایسا اس لیے کیا کیوں کہ اس زمانے میں اسلام دشمن معاشرے عام بین الاقوامی عرف کے مطابق مسلمان قیدیوں کو غلام بنالیا کرتے تھے اور اسلام ان معاشروں کو اس بین الاقوامی عرف کی مخالفت پر مجبور نہیں کرسکتا تھا۔ اگر اسلام قیدیوں کو غلام بنانا غلط قرار دیتا تو اس کا فائدہ صرف ان قیدیوں کو حاصل ہوتا جو مسلمانوں کے قبضے میں آتے جب کہ مسلمان قیدی دشمنان اسلام کے قبضے میں غلام رہ کر برے انجام سے دوچار ہو رہے ہوتے اور ایسا کرنے میں دشمنان اسلام کو مسلمانوں سے جنگ کرنے سے کوئی چیز باز نہ رکھتی۔ معاشرتی صورت حال کی بنا پر اسلام نے قیدیوں کو غلام بنانے کی کوئی صراحت نہیں کی بلکہ اس نے کہا:

فاما منا بعد و اما فداء حتی تضع الحرب اوزارها (محمد: ۴)

اس کے بعد تمہیں اختیار ہے احسان کرو یا فدیے کا معاملہ کرو تا آں کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے۔

اسی طرح اس نے غلام نہ بنانے کی بھی صراحت نہیں کی اور یہ بات اسلامی ریاست پر چھوڑ دی کہ وہ جنگ کرنے والوں سے کیے گئے معاہدہ کے مطابق قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کرے۔ چناں چہ جو لوگ باہم جانبین سے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینے یا قیدیوں کا تبادلہ کرنے پر تیار ہو جائیں تو ان سے ویسا ہی معاملہ کرے اور جو لوگ اس پر تیار نہ ہوں اور مسلمان قیدیوں کو غلام بنائے رہیں تو وہ بھی ان کے

Marfat.com

قیدیوں کو غلام بنائے رہیں۔ ایسا اس لیے کیا گیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ کفار قیدی تو آزاد ہو جائیں لیکن مسلمان قیدی غلامی کی حالت میں رہیں۔ یہاں تک کہ اس عرف کو ایک معاہدہ کے ذریعے طے کرلیا جائے اس طرح اسلام نے غلامی کے تمام سرچشموں کو خشک کردیا اور صرف یہی ایک صورت بچی جس کا ختم کرنا اسلام کے اختیار میں نہ تھا۔ اس طرح غلاموں کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے اور یہ قلیل تعداد بھی اپنی آزادی کے لیے جدوجہد کر سکتی ہے بشرطے کہ امت مسلمہ میں شامل ہو جائے اور کفار سے اپنا تعلق منقطع کرلے۔ اسی لمحے سے اسے کام کرنے' کمانے اور ملکیت کی آزادی حاصل ہوگی وہ جو کچھ کام کرے گا اس کی مزدوری کا وہ خود مالک ہوگا' اسے حق ہوگا کہ وہ آقا کی خدمت کے علاوہ محنت مزدوری کرے تاکہ اپنا فدیہ حاصل کرسکے۔ اسے بیت المال سے زکوۃ میں سے بھی حصہ دیا جائے گا اور مزید براں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ مال کے ذریعے اس کی مدد کریں تاکہ وہ اپنی آزادی حاصل کرسکے۔ یہ صورتیں ان کفارات کے علاوہ ہیں جو بغیر کسی غلام کو آزاد کیے ہوئے پوری ہی نہیں ہوسکتیں۔ جیسے قتل خطا' ظہار وغیرہ کے کفارات۔ اس طرح زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ غلامی کی صورت حال فطری طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ غلامی کا یک لخت ختم کرنا اس لیے ممکن نہ ہوسکا کیوں کہ معاشرتی نظام اور بین الاقوامی عرف میں اس کی جڑیں بہت گہری تھیں۔[1]

آپؐ کی رسالت "مرد" کے طاغوت کے خلاف بغاوت تھی' جی ہاں مرد کے طاغوت اور عورت پر اس کے ظلم و زیادتی کے خلاف ایسی بغاوت جس نے

---

[1] فی ظلال القرآن جلد دوم صفحہ ۵۹-۶۰

Marfat.com

عورت کے انسانی حقوق مقرر کیے۔ ایسی کامل اور دائمی شریعت کی صورت میں جس میں کوئی قدامت اور شکستگی نہیں اور ایسے وقت میں جب کہ روما کے بعض حلقوں میں یہی چیز زیر بحث تھی کہ آیا عورت جاندار مخلوق ہے یا نہیں؟ قرآن کریم نے اعلان کیا:

فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض (آل عمران: ۱۹۵)

جواب میں ان کے رب نے فرمایا میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو۔

للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون و للنساء نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون۔ (النساء: ۷)

مردوں کے لیے اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصہ ہے جو ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں نے چھوڑا ہو۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا و للنساء نصیب مما اکتسبن۔ (النساء: ۳۲)

جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔

اس طرح اسلام نے بغیر کسی تردد' ہچکچاہٹ اور نزاع کے روحانی اور مادی زندگی میں عورت کو مرد کے مساوی حق دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"شوہر دیدہ عورت کا نکاح اس وقت تک صحیح نہیں ہوگا' جب تک کہ اس سے بصراحت اجازت نہ لے لی جائے اور باکرہ عورت کا نکاح اس وقت تک نہیں ہوگا

Marfat.com

جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے' اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔"
(بخاری و مسلم)

اسی طرح آپؐ نے عورت کو شخصی زندگی میں آزادی عطا فرمائی اور شریک حیات کے انتخاب کا حق دیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری زندگی طاغوت شکنی میں گزاری اور تمام طاغوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ خواہ وہ عالم ضمیر میں ہوں یا واقعات کی دنیا میں۔ انسانیت نے اپنی طویل تاریخ میں کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اس قدر بتوں کو پاش پاش کیا ہو جتنے اس عظیم انسان نے انتہائی مختصر مدت میں کیے۔

☆ ☆ ☆

۱۹۲۷۷۱
Marfat.com

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح

مشرق و مغرب میں رات و دن کے ہر لمحہ میں **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کی کروڑوں آوازیں گونجتی رہتی ہیں۔ یہ آوازیں چودہ صدیوں سے مسلسل بلند ہو رہی ہیں۔ کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی بند ہوئیں' نہ کمزور ہوئیں اور نہ ان پر مردنی چھائی۔ نہ جانے کتنی سلطنتیں بدلیں' حالات میں کتنا تغیر آیا لیکن ان زندہ جاوید آوازوں میں جو زمانے کے ضمیر پر نقش ہیں' کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ان آوازوں کا بلند ہونا حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح پر جیتی جاگتی اور منہ بولتی دلیل ہے۔

یہ کسی غزوہ میں کامیابی اور کسی معرکہ میں فتح یابی کے مثل ہے نہ مکہ کی فتح' جزیرۃ العرب کے انضمام یا قیصرو کسریٰ کی سلطنتوں کی سرکوبی کے مشابہ ہے بلکہ یہ ایسی کائناتی فتح ہے جو زندگی کی سرشت میں داخل' تاریخ کا رخ موڑ دینے والی' دنیا کی قدروں کو بدل دینے والی اور زمانے کے ضمیر پر نقش ہے۔

یہ ایسی فتح ہے جو امت مسلمہ پر کسی زمانے میں ضعف و اضمحلال طاری ہونے سے ختم ہو سکتی ہے نہ نت نئے مذاہب اور فلسفوں کے معرض وجود میں آنے سے اس

Marfat.com

کی قدر و قیمت میں کچھ کمی آسکتی ہے اور نہ کسی سرزمین میں ایک فریق پر غلبہ پانے سے اس کا چراغ گل ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی جڑیں کائنات کی گہرائیوں میں' انسانوں کے ضمیروں میں اور زندگی کی عمیق راہوں میں پیوست ہیں۔

یہ ایسی فتح ہے جو اپنی دلیل آپ ہے' جس کے لیے کسی دوسری دلیل یا ثبوت کی ضرورت نہیں۔

اس لیے ہمیں اس کے اسباب اور وسائل کا جائزہ لینے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ ہم ان وسائل کو بروئے کار لاسکیں اور ان اسباب کے مطابق کام کرسکیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح اور دین متین کے غلبہ میں اللہ کی مشیت اور ارادے کو دخل تھا۔ لیکن اللہ کی مشیت یہ نہیں تھی کہ یہ فتح نہایت آسان اور سہل الحصول ہو اور نہ وہ یہ چاہتا تھا کہ یہ ایک معجزہ کے طور پر وجود میں آجائے جس میں انسانی جدوجہد اور وسائل کا کوئی دخل نہ ہو' بلکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش اور جہاد کے فطری ثمرہ اور آپؐ کی اور آپؐ کے اصحاب کی قربانیوں کے منطقی نتیجے کے طور پر عطا فرمائی۔

پس جو شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کر فتح یابی ہوئی اور اسلام کو کیسے غلبہ نصیب ہوا' اسے آپ کی شخصیت' سیرت و کردار اور جہاد کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس طرح اسے معلوم ہو گا کہ کامیابی کا راستہ مقرر اور طے شدہ ہے۔ اس کے وسائل اب بھی حاصل اور اسباب اب بھی مہیا ہیں اور جو شخص کسی زمانے میں یا کسی جگہ بھی کامیابی سے ہم کنار ہونا چاہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اپنا نمونہ اور اسوہ بنائے' محمد بن عبداللہؐ کی کامیابی کے تین بنیادی مراحل ہیں۔

Marfat.com

محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیابی کا پہلا مرحلہ اسی دن سر کرلیا تھا جب شرفائے قریش آپؐ کے چچا ابوطالب کے پاس آئے تھے اور ان سے کہا تھا کہ آپؐ کے بھتیجے نے ہمیں پریشان کر رکھا ہے۔ اس نے ہمارے دین اور رسم و رواج پر تنقیدیں کرنا شروع کردی ہیں اور ہمارے اعتقادات کو متزلزل کر کے رکھ دیا ہے۔ آپؐ اس سے کہہ دیں کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دے۔ اس کی جو بھی خواہشیں ہیں ہم پوری کریں گے۔ اگر وہ مال چاہتا ہے تو ہم اسے مالا مال کردیں گے۔ اگر سرداری چاہتا ہے تو ہم اسے سردار بنالیں گے اور اسے ہم پر پورا اختیار ہوگا۔

محمد بن عبداللہؐ نے اسی وقت فتح حاصل کرلی تھی جب انہیں ایمان ویقین سے معمور اپنا یہ زندہ جاوید ارشاد سنایا تھا جو زمانے کے ضمیر پر ہمیشہ کے لیے نقش ہوگیا:

"چچا جان! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں اور کہیں کہ میں اس کام کو چھوڑ دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کردے یا میں خود اسی راہ میں کام آجاؤں۔"

'یا اللہ! کتنی لرزہ خیز ہے یہ شان' کتنی پرشکوہ ہے یہ کائناتی تصویر!'.... "خواہ یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں".... یہ تصویر انسانی خیال سے مستفاد نہیں بلکہ کائنات کے ضمیر سے اخذ کردہ ہے یہ وہ تصویر ہے جسے ایمان وجدان کے ذریعے برانگیختہ کرتا ہے۔

اسی دن محمد بن عبداللہؐ کو فتح حاصل ہوگئی تھی۔ آپؐ نے اپنے اس ارشاد کے ذریعے قریش کے وجدان کو زبردست طریقے سے جھنجھوڑ دیا جس کے بعد پھر کبھی اسے قرار نہ آسکا۔ یہ ایمان ہی کی قوت ہے کہ جب انسان کے وجدان میں جاگزیں ہوجاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے مغلوب نہیں کرسکتی۔

Marfat.com

محمد بن عبداللہؐ نے اپنی فتح کا دوسرا مرحلہ اس وقت طے کر لیا تھا جب آپؐ نے اپنے اصحاب کو اپنے ایمان کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تصویریں بنا کر پیش کر دیا تھا۔ ان میں سے ہر فرد کو زمین میں چلتے پھرتے زندہ "قرآن" کی شکل میں ڈھال دیا تھا' اور اسلام کا مجسم نمونہ بنا دیا تھا۔ انہیں لوگ دیکھتے تو ان میں اسلام کی تصویر نظر آ جاتی۔ صرف نصوص کے ذریعے کچھ نہیں ہو سکتا' صرف مصحف کوئی کام انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ عملی نمونہ موجود نہ ہو۔ صرف اصول و نظریات زندہ نہیں رہ سکتے بلکہ ان کے زندہ رہنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کردار کے سانچے میں ڈھل جائیں۔

اسی لیے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پہلا مقصد یہ قرار دیا کہ انسان تیار کریں نہ کہ صرف وعظ دیں۔ لوگوں کے ضمیر ڈھالیں نہ کہ صرف تقریریں کریں۔ ایک امت کی تعمیر کریں نہ کہ محض کوئی فلسفہ پیش کریں۔ رہا نظریہ تو وہ تو قرآن کریم نے پیش کر دیا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن بس یہ تھا کہ اس مجرد نظریہ کو ایسے انسانوں کے قالب میں ڈھال دیں جنہیں ہاتھوں سے چھوا اور آنکھوں سے دیکھا جا سکے۔

پھر جب یہ لوگ مشرق و مغرب میں پہنچے تو لوگوں نے ایسی مخلوق کا مشاہدہ کیا جو اس وقت انسانیت کے لیے اجنبی تھی۔ اس لیے کہ یہ لوگ ایسے نظریہ کا چلتا پھرتا نمونہ تھے جو انسانیت کے لیے نامانوس تھا۔ اس نظریہ پر ایمان لے آئے۔ اس لیے کہ وہ اس شخص پر ایمان لا چکے تھے جس میں یہ فکر جلوہ گر تھی اور بے اختیار اسے اپنی شخصیتوں پر نافذ کرنے لگے اور اس کے بتلائے ہوئے راستے پر چلنے لگے۔

محض افکار و نظریات زندہ نہیں رہتے اور اگر زندہ بھی رہیں تو انسانیت کو

Marfat.com

ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے' کوئی بھی نظریہ اسی وقت زندہ رہا ہے جب وہ انسانوں کے قالب میں ڈھل گیا ہو اور کوئی بھی نظریہ اسی وقت عملاً وجود میں آیا ہے جب وہ انسانی تحریک میں بدل گیا ہو۔

محمد بن عبداللہؐ نے اسی دن فتح حاصل کرلی تھی جب اسلامی نظریہ کو انسانوں کے قالب میں ڈھال دیا تھا اور ان کے ایمان کو عمل سے بدل دیا تھا اور مصحف کے دسیوں پھر سیکڑوں، اور ہزاروں نسخے چھاپ دیے تھے۔ روشنائی سے کاغذ پر نہیں بلکہ ''روشنی'' سے الواح دل پر اور انہیں لوگوں کے درمیان پھیلا دیا تھا تاکہ وہ لوگوں سے معاملات اور لین دین کریں اور عمل کے ذریعے زبان حال سے یہ بتائیں کہ وہ اسلام کیا ہے جسے محمد بن عبداللہؐ اپنے رب کے پاس سے لے کر تشریف لائے۔

محمد بن عبداللہؐ نے اپنی فتح کا آخری مرحلہ اس وقت طے کرلیا تھا جب اسلامی شریعت کا ایک نظام مقرر کیا جو زندگی پر حکمرانی کرے' معاشرے کو صحیح رخ دے' لوگوں کے تعلقات استوار کرے اور لوگوں اور چیزوں کی قدروں کو برابر کنٹرول کرے۔

اسلام ایک عقیدہ ہے جس سے شریعت کا وجود ہوتا ہے اور اس شریعت کی بنیاد پر ایک نظام برپا ہوتا ہے۔ جس طرح ہر درخت جڑ' تنا اور پھل سے مرکب ہوتا ہے۔ اسی طرح عقیدہ شجر اسلام کی جڑ' شریعت اس کا تنا اور نظام اس کا پھل ہے۔

اگر جڑیں زمین میں گہری نہ ہوں تو تنے اور پھل کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اگر تنا نہ ہو تو جڑیں خواہ کتنی ہی گہری ہوں بے قیمت ہیں اور اگر تنے سے پھل نہ حاصل ہوں تو اس کی کوئی افادیت نہیں۔

اسی لیے اسلام نے ضروری قرار دیا ہے کہ زندگی پر اس کی شریعت کی حکمرانی ہو:

Marfat.com

و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولٓئک ھم الکافرون۔ (المائدہ: ۴۴)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

اسی لیے اسلام میں دین اور سیاست کی علاحدگی کا کوئی افسانہ نہیں۔ اس لیے کہ بغیر دین کے کوئی ریاست وجود میں آسکتی ہے' نہ بغیر شریعت اور نظام کے کوئی دین قائم رہ سکتا ہے۔

اسلامی ریاست کی تشکیل کے پہلے ہی دن سے اسلامی شریعت اس ریاست میں حکمراں تھی اور صاحب شریعت کے ہاتھ میں اس کی زمام اقتدار تھی۔

اسلامی ریاست کا آغاز اسی وقت سے ہوگیا تھا جب مسلمان مٹھی بھر تھے' جب وہ اس قابل ہوگئے تھے کہ اپنے آپ سے ظلم و جارحیت کا دفاع کرسکیں' اپنے آپ کو اللہ کے دین سے برگشتہ ہونے سے بچاسکیں اور ایک ایسے قطعہ ارض پر زندگی گزار سکیں جس پر اسلام کا جھنڈا لہرا رہا ہو۔

اسی وقت اسلام ایک ایسے معاشرتی نظام کے قالب میں ڈھل گیا تھا جو مسلمانوں کے آپسی تعلقات کو منظم کرسکتا تھا۔ ساتھ ہی اس نے ایک ایسے بین الاقوامی نظام کی صورت اختیار کرلی تھی جس کی بنیاد پر وہ دوسرے لوگوں سے معاملات کرتے تھے۔

پھر اسلام زمین کے اطراف میں پھیلنے لگا' وہ جہاں بھی پہنچا وہاں اس کے ساتھ اس کا عقیدہ' اس کی شریعت اور اس کا نظام بھی پہنچا۔ پھر جس نے اس کے عقیدے کو اپنانا چاہا وہ اس کا حلقہ بگوش ہوگیا اور جس نے نہیں چاہا تو "دین میں کوئی زور زبردستی نہیں۔" لیکن اسلام جہاں بھی پہنچا وہاں اسلامی شریعت اور اسلامی نظام کی حکمرانی رہی۔ لوگوں نے اس کے زیر سایہ ایسا عدل و انصاف پایا جس کا مشاہدہ اس

Marfat.com

سے قبل انسانیت نے کہیں نہیں کیا تھا اور اس کے سایہ رحمت میں ایسی نیکیاں ظہور پزیر ہوئیں جن سے انسانیت کبھی روشناس نہ ہوئی تھی۔ چناں چہ لوگ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگے اور اللہ کا اپنے رسول سے کیا ہوا وعدہ پورا ہو گیا۔

اذا جاء نصر اللہ و الفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا۔ (نصر: ۱-۳)

جب اللہ کی مدد آجائے اور فتح نصیب ہو جائے اور (اے نبیؐ) تم دیکھ لو کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو اور اس سے مغفرت کی دعا مانگو' بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اسلام کی فتح کا راز یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ شریعت کے سانچے میں ڈھل گیا اور اس شریعت نے ایک نظام برپا کر دیا جس کی طرف لوگوں کو اشتیاق پیدا ہوا اور ان کے دلوں کو اطمینان و سکون نصیب ہوا' اس وقت محمد بن عبداللہؐ کو فتح حاصل ہوئی' اس لیے کہ آپؐ نے اللہ کی شریعت کو ٹھیک اس کی مشیت کے مطابق نافذ کر دکھایا۔

یہ ہیں اس عظیم فتح کے بنیادی مراحل۔ اس عظیم فتح کے جو کائنات کے ضمیر پر نقش ہے' جو زندگی کی گہرائیوں میں پیوست ہے' جس کا مشرق و مغرب میں کروڑوں آوازیں نغمہ گا رہی ہیں اور جس کے ذکر سے کروڑوں زبانیں تر ہیں۔

یہ ہیں وہ فطری' منطقی اور حقیقی مراحل جنہیں ہم مسلمان ہر نسل اور ہر زمانے میں حاصل کر سکتے ہیں' جو ہمارے لیے سہل الحصول ہیں' جنہیں ہم بروئے کار لا سکتے ہیں اور جن کا تجربہ کر کے اس فتح کو حاصل کر سکتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے صرف ان لوگوں کے لیے مقدر کر رکھا ہے جو اللہ کی مدد کرتے ہیں:

Marfat.com

و لینصرن اللہ من ینصرہ' ان اللہ لقوی عزیز' الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و آتو الزکاۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر و للہ عاقبتہ الامور۔ (الحج:۴۰-۴۱)

(اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔ اللہ بڑا طاقت ور' زبردست ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے' زکوۃ دیں گے' معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے' اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے)

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلام میدان کارزار میں

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانیت کی طویل تاریخ میں وجود میں آنے والے نظریات میں سے کوئی نظریہ اسلام کی طرح ہر قسم کے مظالم کا مقابلہ کر سکتا ہے' یا اس کی طرح تمام مظلوموں کا دفاع اور ان کی تائید و حمایت کر سکتا ہے' یا تمام سرکشوں اور جباروں کو چیلنج کر سکتا ہے--- وہ عین غلطی پر ہیں' یا ایسا کہنے میں ان کا کوئی مفاد وابستہ ہے' یا وہ اسلام سے پوری طرح بے خبر ہیں---

اسی طرح جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں پھر بھی مظالم کا ڈٹ کر مقابلہ نہیں کرتے' مظلوموں کا دفاع اور ان کی مدد نہیں کرتے اور سرکشوں اور جباروں کو چیلنج نہیں کرتے' وہ بھی عین غلطی پر ہیں یا سراسر منافقت کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں یا اسلام سے مکمل بے خبر ہیں۔

یہاں ہم دوسری قسم کے لوگوں کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

اسلام درحقیقت آزادی کی علم بردار تحریک ہے جس کا آغاز فرد کے ضمیر سے اور جس کی انتہا جماعت کے دائرہ میں ہوتی ہے۔ اسلام جوں ہی کسی دل میں جاگزیں

Marfat.com

ہوتا ہے وہ خدائے واحد و قہار کے اقتدار کے علاوہ صفحہ ہستی کے کسی بھی اقتدار کے تابع ہونے' اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور عاجزی و فروتنی اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ جوں ہی کسی دل میں گھر کرتا ہے اسی وقت سے ظلم برداشت کرنے اور اس پر صبر و سکوت اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ خواہ ظلم کسی بھی صورت میں ظاہر ہو' اور اس کا نشانہ خود اس کی اپنی ذات ہو یا کسی بھی سرزمین میں کسی بھی اقتدار کے زیر سایہ انسانی برادری ہو۔

پس جب تم دیکھو کہ ظلم و ستم کا بازار گرم ہے اور مظلوم فریاد کر رہے ہیں پھر بھی وہاں ظلم کا دفاع کرنے اور ظالم کے دست و بازو کو توڑنے کے لیے امت مسلمہ کو موجود نہ پاؤ تو تمہیں اس کے وجود کے بارے میں شک کرنے کا پورا حق ہے اس لیے کہ ممکن نہیں کہ دلوں میں اسلام عقیدہ کی حیثیت سے راسخ ہو پھر بھی وہ ظلم کو نظام کی حیثیت سے اور قید خانوں کو قانون کی حیثیت سے برداشت کرنے پر راضی ہوں۔

صرف دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں' اسلام یا غیر اسلام۔ اسلام کا مطلب ہے جہد پیہم' جہاد مسلسل اور حق و عدل اور مساوات کی راہ میں شہادت۔ جب کہ غیر اسلام عبارت ہے دعا و مناجات اور تسبیح و تعویذ سے' اور اس بھروسہ سے کہ آسمان سے خیر و صلاح' آزادی اور عدل و انصاف کی بارش ہوگی۔ حالاں کہ آسمان سے اس قسم کی کوئی چیز نازل نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی کبھی مدد نہیں فرماتا جو اپنی مدد آپ نہیں کر سکتے' جو اپنے اہل و عیال پر اعتماد نہیں کر سکتے اور جہاد و عمل میں اس کی شریعت کو نافذ نہیں کر سکتے:

"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم" (الرعد:۱۱)

(حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے

Marfat.com

اوصاف کو نہیں بدل دیتی)

بے شک اسلام ایک انقلابی اور تحریکی عقیدہ ہے۔ وہ جوں ہی کسی انسان کے دل میں داخل ہوتا ہے اس میں انقلاب برپا کردیتا ہے۔ تصورات میں انقلاب' جذبات و احساسات میں انقلاب' زندگی کی رفتار اور افراد و جماعتوں کے تعلقات میں انقلاب' ایسا انقلاب جو تمام بنی نوع انسان کی مطلق برابری اور مساوات پر مبنی ہے۔ جس میں کسی شخص کو دوسرے پر کوئی برتری اور فضیلت نہیں اگر ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر' ایسا انقلاب جو انسانی عزت و احترام پر مبنی ہے۔ ایسا انقلاب جس کی بنا مطلق عدل و انصاف پر ہے۔ جو نہ کسی کی طرف سے بغاوت برداشت کرتا ہے اور نہ کسی کے خلاف بغاوت کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ انسان جوں ہی اپنے اندروں میں اس عقیدہ کی حرارت محسوس کرتا ہے فوراً عملی دنیا میں اسے نافذ کرنے کے لیے جی جان سے لگ جاتا ہے۔ پھر وہ اس وقت تک چین و سکون سے نہیں بیٹھتا اور اس وقت تک اسے اطمینان نصیب نہیں ہوتا جب تک کہ عملی طور پر اسے نافذ نہ کرلے۔۔۔ یہ مطلب ہے اسلام کے ایک انقلابی اور تحریکی عقیدہ ہونے کا۔

پس جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ اس پر ایمان رکھنے کا حق ہے' وہی اللہ کے لیے جدوجہد اور اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں تاکہ "اللہ کا کلمہ" بلند ہو۔ اس دنیا میں اللہ کا کلمہ اس وقت تک نافذ نہیں ہوسکتا جب تک کہ ظلم و ستم کا خاتمہ نہ ہوجائے اور تمام لوگ "کنگھے کے دندانوں کی طرح" برابر نہ ہوجائیں۔ کسی کو کسی پر تقویٰ کے علاوہ اور کسی اعتبار سے کوئی برتری اور فضیلت حاصل نہ ہو۔

جو لوگ ہر راہ میں ظلم ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور ہر گھاٹی میں جور و زیادتی کا سامنا کرتے ہیں۔ پھر بھی اپنے ہاتھ اور زبان کو حرکت نہیں دیتے حالاں کہ وہ اس پر

Marfat.com

قادر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دل اسلام سے خالی ہیں' کیوں کہ اگر اسلام نے ان کے دلوں میں جگہ بنائی ہوتی تو وہ ضرور انہیں عمل پیہم اور جہاد مسلسل پر آمادہ کردیتا' اسلام کا مقدس شعلہ جوں ہی دلوں میں بھڑکتا ہے وہ انہیں منور اور معرکہ آرائی پر آمادہ کردیتا ہے۔

آج اگر قومیت کی روح ہمیں ظالم اور قابل نفرت استعمار کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کرسکتی ہے' آج اگر اشتراکیت کی روح ہمیں بدکار' جاگیرداری اور سرکش سرمایہ داری کا مقابلہ کرنے پر اکسا سکتی ہے' آج اگر شخصی آزادی کی روح ہمیں ظلم و جور اور سرکشی کے خلاف برسرپیکار رکھ سکتی ہے تو اسلام کی روح استعمار' جاگیرداری اور سرکشی تینوں کو ایک جامع لفظ ''ظلم'' سے تعبیر کرتی ہے اور بغیر کسی تردد' ہچکچاہٹ اور تفریق و امتیاز کے ان سب کا مقابلہ کرنے اور ان کے خلاف برسرپیکار ہونے پر آمادہ کرتی ہے۔ درحقیقت آزادی' عدل و انصاف اور عزت و کرامت کے لیے انسانی جدوجہد کے میدان میں یہ اسلام کا ایک عظیم امتیاز ہے۔

کوئی بھی مسلمان جس کا دل اسلامی روح سے موجزن ہو' کبھی سامراجیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔ ان کی مدد اور ان کا تعاون نہیں کرسکتا۔ ان سے مصالحت نہیں کرسکتا اور نہ کبھی خفیہ طور پر یا علی الاعلان ان کے خلاف جنگ اور معرکہ آرائی سے باز رہ سکتا ہے۔ جو شخص سامراجیوں کے خلاف اپنے دل میں دشمنی اور بغض و نفرت نہیں رکھتا اور حتی الامکان ان کے خلاف جنگ برپا نہیں کرتا وہ دراصل اپنے وطن' اپنی قوم یا اپنی عزت و شرافت کے ساتھ غداری کرنے سے قبل اپنے دین کے ساتھ غداری کرتا ہے۔ پھر آخر اس شخص کے بارے میں کیا کہا جائے گا جو ان کے ساتھ دوستی کے معاہدے کرتا ہے؟ پائیدار عہدوپیان باندھتا ہے؟ صلح و

Marfat.com

جنگ میں ان کا تعاون کرتا ہے' اپنی قوم کو بھوکا چھوڑ کر انہیں غلہ سپلائی کرتا ہے؟ ان کی تائید و حمایت اور دفاع کرتا ہے؟ اور ان کا دست و بازو بنتا ہے؟

کوئی بھی مسلمان جس کا دل اسلامی روح سے معمور ہو' بدکار سامراج اور سرکش سرمایہ داری کو امن و سکون میں نہیں دیکھ سکتا۔ وہ ان کے معایب کا پردہ چاک کرنے اور ان کی برائیوں کا پول کھولنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ان کے تیرہ و تاریک چہرہ کا نقاب چاک کرے گا اور جہاں تک ہو سکے گا اپنے ہاتھ' اپنی زبان اور اپنے دل سے ان کے خلاف جہاد کرے گا----بغیر جہاد کے گزرے ہوئے دن کو' بغیر مقابلہ و معرکہ آرائی کے بیتے ہوئے وقت کو اور بغیر عمل و جان فشانی کے گزرے ہوئے لمحہ کو اس کا ضمیر گناہ تصور کرے گا۔ اس کا شعور ایک بوجھ گردانے گا اور ایسی خطا سمجھے گا جس کا کفارہ ولولہ انگیز' جوشیلے اور پر عزم جہاد ہی سے ہو سکتا ہے۔

کوئی بھی مسلمان جس کا دل اسلامی روح کا احساس رکھتا ہو' ظلم و زیادتی اور کھلی ہوئی سرکشی کو اس زمین پر پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتا' وہ کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ ظلم و جور لوگوں کو اپنا غلام بنالے حالاں کہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا' بلکہ مسلمان اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ خالق و رازق کی دعوت پر لبیک کہتا ہے اور اس کی پکار پر دیوانہ وار آگے بڑھتا ہے:

و مالکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا و اجعل لنا من لدنک ولیا و اجعل لنا من لدنک نصیرا۔ '' (النساء: ۷۵)

(آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں' عورتوں اور بچوں

Marfat.com

کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مدد پیدا کر دے)

تم صرف مسلمان ہو جاؤ---- یہی تمہیں پوری شجاعت' جواں مردی' قربانی اور بہادری کے ساتھ استعمار سے معرکہ آرائی کرنے پر مجبور کر دے گا۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اپنے دل کو ٹٹولو' کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم اپنے ایمان کی حقیقت کے بارے میں فریب میں مبتلا ہو؟ ورنہ آخر استعمار کے مقابلہ میں تمہارے نہ آنے کا کیا سبب ہے؟

تم صرف مسلمان ہو جاؤ---- یہی تمہیں ہر قسم کے اشتراکی مظالم کا پورے جوش و جذبہ اور ولولہ کے ساتھ مقابلہ کرنے پر آمادہ کر دے گا۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اپنے دل کو ٹٹولو' کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم اپنے ایمان کی حقیقت کے بارے میں فریب کا شکار ہو؟ ورنہ آخر ظلم اور جارحیت کے خلاف تمہارے معرکہ آرائی نہ کرنے کا کیا سبب ہے؟

تم صرف مسلمان ہو جاؤ---- یہی تمہیں پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ سرکشی کا مقابلہ کرنے پر مجبور کر دے گا اور تم ان "مکھیوں" کی طاقت کو جنہیں کمزور لوگ "عقاب" سمجھتے ہیں' حقیر سمجھنے لگو گے۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے ہو تو اپنے دل کو ٹٹولو' کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم اپنے ایمان کی حقیقت کے بارے میں فریب میں مبتلا ہو' ورنہ آخر سرکشی سے مقابلہ نہ کرنے کا کیا سبب ہے؟

دنیا کے تمام اصول و نظریات اور تمام ادیان و مذاہب زمین پر عدل' حق اور آزادی قائم کرنے کے لیے کسی ایک میدان کا انتخاب کرتے ہیں' جب کہ اسلام تمام

Marfat.com

میدانوں میں برسرپیکار ہے' تمام آزادی پسند تحریکوں کی سرپرستی کرتا ہے اور تمام مقابلہ کرنے والوں کی مدد کرتا اور ان کو طاقت وربناتا ہے۔

دیگر اصول و نظریات اور مذاہب کو ماننے والے دنیا کی فانی طاقتوں میں سے کسی طاقت کا سہارا لیتے ہیں' جب کہ اسلام صرف ازلی و ابدی طاقت پر بھروسہ کرتا ہے اور اس کے ماننے والے جب معرکہ آرائی کرتے ہیں اور میدان کارزار میں داخل ہوتے ہیں تو اس زمین پر ان کے دل شوق شہادت سے مخمور ہوتے ہیں تاکہ وہ آسمان میں حیات جاودانی سے سرفراز ہوں:

"ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ' یقاتلون فی سبیل اللہ' فیقتلون و یقتلون' وعدا علیہ حقا فی التوراۃ و الانجیل و القران و من اوفی بعھدہ من اللہ" (التوبہ:۱۱۱)

(حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے' وہ اللہ کی راہ میں لڑتے اور مارتے اور مرتے ہیں۔ ان سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے۔ توراۃ اور انجیل اور قرآن میں' اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟)

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلامی فتوحات کا مزاج

بسا اوقات مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی فتوحات کا مزاج ان کے اسباب اور حقیقی اغراض و مقاصد صرف اہل مغرب ہی سے مخفی نہیں جو کہ اسلام کی اشاعت اور پھیلاؤ کو تلوار کی حرکت' ایک نسل کی ہجرت اور توسیع پسندی کی حرص و ہوس کا نتیجہ سمجھتے ہیں' بلکہ مسلمانوں کی اکثریت بھی ان سے اسی طرح غافل اور بے خبر ہے۔ وہ بھی محض جنگی فتوحات میں توسیع کو اسلام کی کامیابی اور مسلم فاتحین کے کارنامے تصور کرتے ہیں۔

حقیقت میں یہ دونوں قسم کے لوگ اسلامی فتوحات کے مزاج' علل و اسباب اور حقیقی اغراض و مقاصد کا صحیح شعور نہیں رکھتے' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسلامی فتوحات بلکہ خود اسلامی نظریہ کی بگڑی اور مسخ شدہ تصویر کی تصحیح کردیں اور اسلام کو اس کی صحیح اور حقیقی صورت میں پیش کردیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی۔ (البقرہ:۲۵۶)

Marfat.com

(دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے' صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا۔ (الحجرات:۱۳)

(لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ ایک شخص مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے۔ ایک شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے جنگ کرتا ہے' ایک شخص ریاکاری کے لیے جنگ کرتا ہے' کس کی جنگ اللہ کے راستے میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: "جو شخص محض اس کے لیے جنگ کرے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو' اس کی جنگ اللہ کے راستے میں ہوگی"۔

قرآن و حدیث کے ان تینوں نصوص سے اسلامی جنگوں کا مزاج اور اجمالی طور پر اسلامی فتوحات کا مزاج بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔

اسلام اس بات کو بعید اور خارج از امکان سمجھتا ہے کہ کوئی جنگ محض اس لیے برپا کی جائے یا کوئی فتح محض اس لیے حاصل کی جائے تاکہ کسی کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اسی طرح وہ ان تمام جنگوں اور فتوحات کو مستبعد سمجھتا ہے جسے دینی تعصب اس مقصد کے لیے بھڑکاتا ہے جس کی تباہ کاریوں کا مزہ دنیا نے صرف مشہور صلیبی جنگوں اور اندلس کے مسلمانوں پر اسپین کے مظالم ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے مختلف علاقوں اور تاریخ کے مختلف ادوار میں چکھا ہے اور جس کی تلخی کو انسانیت آج

Marfat.com

تک برداشت کر رہی ہے۔ اگرچہ دینی تعصب کے علاوہ اس جذبے کے دوسرے محرکات بھی تھے۔

اسلام اس بات کو بھی مستبعد قرار دیتا ہے کہ کسی نسل کو غالب کرنے یا کسی قوم کی برتری ثابت کرنے کے لیے جنگ کی جائے یا فتح حاصل کی جائے اس لیے کہ لوگوں کے مختلف اقوام و قبائل میں تقسیم ہونے کا مقصد یہ ہے کہ باہم ایک دوسرے کو پہچان سکیں' نہ کہ وہ ایک دوسرے کو ذلیل اور پست سمجھیں اور تمام انسانوں پر ایک نسل اور ایک قوم کی حکمرانی ہو' اس طرح اسلام ان تمام جنگوں اور فتوحات کو خارج از امکان قرار دیتا ہے جو رنگ و نسل اور زبان کے تعصب کی بنا پر بھڑک اٹھتی ہیں جن کا تلخ مزہ دنیا نے بارہا چکھا ہے اور آج کے دور میں بھی چکھ رہی ہے جب کہ آج کا دور بعض لوگوں کے بقول متمدن' ترقی یافتہ اور اس طرح کے محرکات سے بلند ہے۔

اسی طرح اسلام اس بات کو بھی مستبعد قرار دیتا ہے کہ محض مال غنیمت حاصل کرنے کے لیے جنگ کی جائے یا فتح حاصل کی جائے' اس طرح اسلام ان تمام استعماری فتوحات کو مستبعد قرار دیتا ہے جن کے پیچھے ہمیشہ اقتصادی اغراض و مقاصد پوشیدہ رہتے ہیں' جیسے منڈیوں کا فتح کرنا' خام مال حاصل کرنا' آمدنیوں کا استحصال کرنا یا اہم سیاسی مراکز اور فوجی امتیازات حاصل کرنا' وہ فتوحات جن کی تباہ کاریوں سے انسانیت ہمیشہ دوچار رہی ہے اور آج بھی دوچار ہے اور جن پر موجودہ مغربی تہذیب کی بنیاد ہے اس لیے کہ یہ فتوحات مغربی تہذیب کا ایک اہم اور بنیادی عنصر ہیں۔

اسلام آخر میں اس بات کو بھی خارج از امکان قرار دیتا ہے کہ بادشاہوں اور سپہ سالاروں کی خواہشات کی تسکین کے لیے جنگ کی جائے یا فتح حاصل کی جائے' جن لوگوں پر نشہ سوار رہتا ہے اور وہ اپنے تاج میں ایک نشان یا وردی میں ایک

Marfat.com

تمغہ کا اضافہ کرنے کے لیے قوموں کو برابر مغلوب کرتے رہتے ہیں۔

اب اسلامی فتوحات کا صرف ایک سبب اور ایک مقصد متعین ہو جاتا ہے اور وہ وہی ہے جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: "جو محض اس لیے جنگ کرے تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو اسی کی جنگ اللہ کے راستے میں ہوگی۔"

معلوم ہوا کہ یہی اسلام کا وہ نظریہ (IDEALOGY) ہے جس کی نشر و اشاعت اور عملی نفاذ مقصود ہے "تاکہ اللہ کا کلمہ بلند ہو" حدیث میں اللہ کا کلمہ سے کیا مراد ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے حدود کیا ہیں؟ ضروری ہے کہ ہم اس نظریہ کی حقیقت اور اس کے حدود کا شعور رکھیں تاکہ اسلامی فتوحات کا مزاج سمجھ سکیں' اس کے اور دیگر جنگی فتوحات کے درمیان فرق کر سکیں اور یہ جان سکیں کہ کون سی فتوحات اسلامی نظریہ کے مطابق تھیں اور کون سی اس کے دائرہ سے خارج تھیں خواہ وہ مسلمانوں ہی کے ہاتھوں ہوئی ہوں۔

ارشاد ربانی ہے:

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ (آل عمران: ۱۹)

(اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

و من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ (آل عمران: ۸۵)

(اسلام کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے۔ اس کا وہ طریقہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔)

اللہ کا کلمہ نافذ کرنے اور اسے سربلند کرنے ہی سے اسلام ساری انسانیت کا دین بن سکتا ہے۔ اسلام کا مطلب ہے دوسرے تمام معبودان باطلہ کو چھوڑ کر صرف

Marfat.com

اللہ کے لیے دل کو خالص کرنا' اسلامی نظریے کے مطابق تمام نبوتوں کی بنیاد اسی چیز پر تھی' تمام انبیاء اسی معنی میں اسلام کو لے کر مبعوث ہوئے' حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسلام کو اس کی آخری شکل میں پیش کیا جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانیت کے لیے پسند فرمایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پہلے آنے والی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے:

مصدقا لما بین یدیہ من الکتاب و مھیمنا علیہ۔ (مائدہ:۴۸)

(جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔)

اس لیے تمام لوگوں کو اسلام کے جھنڈے تلے آجانا چاہیے۔ اسی صورت میں اللہ کا کلمہ نافذ اور سربلند ہوسکتا ہے۔ یہ اس سیاق میں "اللہ کا کلمہ" کا ایک مفہوم ہے۔

البتہ اس دین اخیر کی طرف لوگوں کو مائل کرنے کے طریقے کو اسلام کے مقرر کردہ کلی قاعدے سے متجاوز نہیں ہونا چاہیے اور وہ ہے:

لا اکراہ فی الدین۔ (البقرہ:۲۵۶) (دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں۔)

پیغمبر اسلام اور داعیان اسلام سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہ کہ لوگوں کو نرم دعوت اور اچھی نصیحت کے ذریعے اسلام کی طرف مائل کرنے اور چشمہ ہدایت سے ہم کنار کرنے کی کوشش کریں۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمتہ و الموعظتہ الحسنتہ و جادلھم بالتی ھی احسن (النحل:۱۲۵)

(اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے

Marfat.com

ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہتر ہو۔)

لیکن اگر اس پر امن دعوت کے راستے میں کوئی مادی قوت روڑا بنتی ہے تو اس وقت دعوت کی آزادی برقرار رکھنے کے لیے ہتھیار اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر یہ قوت اس دعوت پر لبیک کہنے والوں سے تعرض کرتی ہے اور جس دین کو انھوں نے اپنے لیے پوری آزادی سے پسند کیا ہے' اس سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتی ہے تو اس وقت بھی ہتھیار اٹھانا جائز ہے۔ ایسا صرف عقیدہ کی آزادی برقرار رکھنے کے لیے ہے۔ ارشاد باری ہے:

و قاتلوھم حتی لاتکون فتنہ (البقرہ : ۱۹۳) (تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔)

اس صورت میں ''اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ'' کا مفہوم پوری طرح واضح ہوجاتا ہے' یہاں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کا ایک دوسرا مفہوم ہے اور وہ ہے ''دعوت اور عقیدہ کی آزادی''۔ ہر وہ مادی قوت جو ان دونوں آزادیوں یا ان میں سے کسی ایک کی راہ میں حائل ہوتی ہے اور اس کو سلب کرنے کی کوشش کرتی ہے وہ ظلم و زیادتی کرنے والی اور اللہ کے کلمہ کی مخالفت کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت کی راہ میں قوت و طاقت کے ذریعے حائل ہونے یا کسی عقیدے پر مجبور کرنے کے لیے قوت کے استعمال کو ''اللہ کا کلمہ معطل کرنا'' قرار دیا ہے۔ چناں چہ جو شخص اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ کرے گا اس کی جنگ اللہ کے راستے میں ہوگی۔

عہد اول میں جزیرۃ العرب اور اس کے باہر دوسرے ممالک میں اسلام کی نشر ، اشاعت اور غلبہ کے سلسلہ میں جو جنگیں اور فتوحات ہوئیں وہ سب اسی راستے میں اور اس مقصد سے ہوئیں۔ ان تمام جنگوں اور فتوحات سے قبل اسلام کی دعوت ان

Marfat.com

علاقوں میں پہنچ چکی تھی۔ جنگ کی نوبت صرف دو ہی حالتوں میں پیش آئی' پرامن دعوت کے راستے میں کسی مادی قوت کے حائل ہونے پر یا آزادی عقیدہ کو سلب کرلینے اور مسلمانوں کو انفرادی یا اجتماعی طور پر ان کے دین سے برگشتہ کرنے کی صورت میں۔

اگرچہ اس سے اس بات کی نفی ہوجاتی کہ ان فتوحات میں بعض لوگوں کے شامل ہونے کا ایک محرک مال غنیمت اور فے وغیرہ تھا۔ لیکن اس صورت میں محض چند افراد کے محرکات کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اصل اعتبار قیادت کے مقاصد کا ہوگا۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ملک اپنی فوج کے محض چند افراد کے غنیمت حاصل کرنے کی لالچ' یا مال و متاع کی حرص یا شجاعت و بہادری کے جوہر دکھانے کی خواہش پر میدان جنگ میں کود پڑے گا' بلکہ میں جنگ کا ذمہ دار اس نظریہ کو (جس کی وجہ سے وہ ملک جنگ پر آمادہ ہوا) اور اس مقصد کو (جو اس جنگ کے پس پردہ ہے) قرار دیتا ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ خاص طور پر ابتدائی فتوحات میں اور بعد کی بھی بہت سی فتوحات میں اسلامی قیادت کے پیش نظر اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں تھا کہ "اللہ کا کلمہ بلند ہو اور صرف اسلام پوری انسانیت کا دین قرار پائے"۔ جبر و اکراہ کے ذریعے نہیں بلکہ دعوت کے ذریعے' اسلامی قیادت نے آزادی دعوت اور آزادی عقیدہ کی ضمانت کے لیے فوج کشی کی' معرکہ آرائی کی اور ملکوں کو فتح کیا' لیکن اس سے قبل اس نے ان کے سامنے اپنی دعوت پیش کی اور اعلان کیا کہ یہی اس کا پہلا اور آخری مقصد ہے۔

اس طور پر وہ تمام شبہات و خرافات بے بنیاد اور مہمل قرار پاتے ہیں جو اہل مغرب نے اسلامی فتوحات کے مزاج اور اسباب و محرکات کے بارے میں پیدا کیے

Marfat.com

ہیں۔ ان شبہات میں سے بعض اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پائے جانے والے دینی تعصب کی پیداوار ہیں جب کہ کچھ دوسرے شبہات مغربی مورخین کے' اسلامی فتوحات کو مغرب کی فتوحات پر اور اسلامی فتوحات کے مقاصد کو استعماری شہنشاہیت کی فتوحات کے مقاصد پر قیاس کرنے کے نتیجے میں غلط فہمی کی بنیاد پر پیدا ہوئے ہیں۔

"اللہ کا کلمہ" بلند کرنے کا ایک تیسرا مفہوم بھی ہے جو دونوں پہلے کے مفہوموں سے سمجھ میں آرہا ہے اور جن سے اس کی تکمیل ہو رہی ہے۔

اسلام ایک شعوری عقیدہ ہے جس سے ایک قانون شریعت کا وجود ہوتا ہے اور جس پر ایک معاشرتی نظام قائم ہوتا ہے' ایسا نظام جو دیگر تمام معاشرتی نظاموں سے جن کا انسانیت نے مشاہدہ کیا ہے' یکسر مختلف اور ان کے مقابلے میں ایک امتیازی شان رکھتا ہے اور ایسے بنیادی اجزا سے مرکب ہے جو اس کے ساتھ خاص ہیں۔ بسا اوقات بعض خصوصیات دوسرے نظاموں میں بھی پائی جاتی ہیں' لیکن اسلام مجموعی اعتبار سے دیگر تمام نظاموں سے پوری طرح ممتاز ہے۔

ان خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک عالمی نظام ہے' جو ہر طرح کی نسلی عصبیت اور مذہبی تعصب سے مبرا ہے۔ اسی لیے وہ ہر انسان کو اجازت دیتا ہے کہ بہ آسانی اس کے قافلہ میں شامل ہو جائے اور شامل ہوتے ہی وہ تمام حقوق حاصل کرلے جو ہر مسلمان کو حاصل ہوتے ہیں' خواہ وہ کسی نسل اور کسی قبیلہ سے تعلق رکھتا ہو۔

یا ایها الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ (الحجرات: ۱۳)

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں

Marfat.com

اور برادریاں بنادیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز کرنے والا ہے۔)

اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ عدل پرور اور انصاف پسند نظام ہے' جو تمام افراد کو مساوی حقوق کی ضمانت دیتا ہے اور کسی حاکم' کسی خاندان یا کسی طبقہ کو عام فرد کے حقوق سے زائد کوئی حق نہیں دیتا۔ وہ مختلف قبائل اور قوموں سے تعلقات استوار کرنے میں مطلق مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کے نزدیک انصاف کے معاملہ میں عداوت اور اختلاف یا دوستی و رشتہ داری کی کوئی حیثیت نہیں:

و لا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ (المائدہ:۸)

(کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ' عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔)

و اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربی۔ (الانعام:۱۵۲) (اور جب بات کہو انصاف کی کہو خواہ معاملہ اپنے رشتہ دار ہی کا کیوں نہ ہو۔)

یہاں تک کہ عصر حاضر میں جس چیز کو لوگ "حکومتی مفاد" قرار دیتے ہیں وہ بھی اسلام کے عرف میں یہ جواز فراہم نہیں کرتا کہ حکومت افراد' جماعتوں یا قوموں کے ساتھ اپنے معاملات میں مطلق مساوات سے کنارہ کش ہوجائے۔ اس لیے کہ ان تمام معاملات میں اصل مقصود "اللہ کا کلمہ سربلند کرنے کے لیے اسلامی شریعت کا نفاذ" ہے۔

اسلام اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلمہ سربلند کرنے کے لیے امانت و دیانت کے ساتھ تمام روئے زمین پر عدل و انصاف قائم کریں۔ لوگوں کو ظلم و

Marfat.com

جور سے روکیں اور سرکشی کا خاتمہ کریں۔ چناں چہ ظلم و زیادتی دنیا کے جس کونے میں بھی ظاہر ہو' مسلمانوں پر از خود یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کو دفع کریں اور اس کا خاتمہ کریں۔ بغیر یہ دیکھے کہ یہ ظلم و زیادتی کس کی طرف سے ہو رہی ہے یا اس کا شکار کون بن رہا ہے؟ اور کس صورت میں اور کس عنوان کے تحت اس کا ظہور ہو رہا ہے؟ خواہ ظلم ایک فرد دوسرے فرد پر کرے یا ایک فرد جماعت پر کرے یا ایک جماعت ایک فرد پر کرے یا ایک جماعت دوسری جماعت پر کرے۔ اسلام کی نظر میں سب برابر ہے اس لیے کہ اس کی نظر میں تمام لوگ برابر ہیں:

و ان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدھما علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ فان فاء ت فاصلحوا بینھما بالعدل و اقسطوا ان اللہ یحب المقسطین۔ (الحجرات: ۹)

(اور اگر اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ' پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے گروہ پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے' پھر اگر وہ پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔)

و ما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ و المستضعفین من الرجال و النساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا و اجعل لنا من لدنک ولیا و اجعل لنا من لدنک نصیرا۔ (النساء: ۷۵)

(آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں' عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کمزور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس

Marfat.com

بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کردے۔)

ظلم کے خاتمہ اور عدل کے قیام میں ہر وہ چیز داخل ہے جو معاشرتی عدل کو وجود میں لانے سے متعلق ہو' اسلام جہاں معاشرتی عدل کو ایک قانون اور ایک فریضہ قرار دیتا ہے عین اسی وقت وہ اسے عبادت بھی شمار کرتا ہے جسے مسلم فرد اور اسلامی حکومت دونوں محض اللہ عزوجل کے اجر و انعام کی آرزو اور اس کی سزا سے بچنے کی امید میں انجام دیتے ہیں۔ اس لیے اسلام نے قانون کے ذریعے معاشرتی عدل کی ضمانت دینے سے بڑھ کر اسے دین سے جوڑ دیا ہے اور جب جنگ کے علاوہ اسے قائم کرنے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو تو جنگ کو فرض قرار دیا ہے۔

ان تمام باتوں سے جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ کہ اسلامی جنگوں اور فتوحات میں ہمیشہ یہ بات ملحوظ رہی ہے کہ آزادی دعوت اور آزادی عقیدہ کے ساتھ ساتھ تمام لوگوں کے مابین مطلق مساوات پیدا کی جائے۔ اگر ان مفتوحہ ممالک اور ان کے باشندوں کو یہ چیزیں حاصل نہ ہوں تو یہ جنگیں نہ اسلامی جنگیں ہو سکتی ہیں اور نہ ان فتوحات کو اسلامی فتوحات قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ ایک فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ زمین کا ایک خطہ اسلامی جھنڈے تلے آجائے گا لیکن کسی خطہ زمین کا بڑھ جانا اسلام کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اصل قدر و قیمت اس چیز کی ہے کہ وہ مکمل عدل پرور نظام قائم ہو جائے جو اسلامی عقیدہ سے وجود میں آنے والی اسلامی شریعت پر مبنی ہے۔ دراصل یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بنا پر لوگ دل و جان سے اسلام کی طرف کھنچتے تھے اور یہی اسلامی فتوحات کا مقصد اولین بھی ہے نہ کہ علاقے فتح کرنا' فے حاصل کرنا' مال غنیمت جمع کرنا اور ملکوں اور قوموں پر غلبہ و تسلط حاصل کرنا۔

Marfat.com

مشہور مستشرق ٹی ڈبلو آرنلڈ نے اپنی کتاب "اسلام کی دعوت" میں لکھا ہے:

"بارہویں صدی کے نصف آخر میں انطاکیہ کے یعقوبی پادری میشل اکبر نے اپنے دینی بھائیوں کی تحریروں کو بہت سراہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ عربی فتوحات کے پس پردہ اللہ کا دست غیب کارفرما رہا ہے' وہ ہرقل کے مظالم بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:

"یہی وجہ ہے کہ انتقام لینے والے معبود نے (جو تنہا قوت و طاقت کا مالک ہے جو انسانوں کی حکومتوں کو بدلتا رہتا ہے' جس کو چاہتا ہے حکومت عطا کرتا ہے اور پست کو بالا کرتا ہے) جب اہل روم کا فتنہ و فساد دیکھا۔ جنہوں نے کہ قوت و طاقت کا سہارا لے کر ہمارے گرجوں کو لوٹ لیا' ہمارے دیار کے تمام مال و اسباب کو غصب کر لیا اور انتہائی بے رحمی اور شقاوت کے ساتھ ہمیں عذاب میں مبتلا کیا تو جنوب سے بنی اسماعیل کو بھیجا تاکہ وہ ہمیں اہل روم کے تسلط سے نجات دلائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کیتھولیکی گرجے چھن جانے اور انہیں اہل خلقیدونیہ کو دے دیے جانے کی وجہ سے ہم کو اچھا خاصا نقصان پہنچا تھا۔ یہ گرجے برابر انہیں کے قبضے میں رہے یہاں تک کہ یہ شہر اہل عرب کے تابع ہو گئے تو وہ گرجے ہمیں پھر واپس مل گئے جو پہلے ہمارے قبضے میں تھے (اس وقت تک ہم سے حمص کا بڑا گرجا اور حران کا گرجا دونوں چھین لیے گئے تھے) اگر مسلمان نہ ہوتے تو اہل روم کی سختی و شقاوت اور ایذا سے نجات پانا' ان کی شدید نفرت سے بچنا اور امن و سکون کی سانس لینا ہمارے لیے ممکن نہ تھا۔

جب اسلامی فوج وادی اردن میں پہنچی اور حضرت ابو عبیدہؓ کا لشکر فحل میں پہنچا تو اس ملک کے مسیحی باشندوں نے اہل عرب کو لکھا:

"اے مسلمانو! تم ہمارے نزدیک رومیوں سے زیادہ محبوب ہو۔ اگرچہ وہ

Marfat.com

لوگ ہمارے دین پر ہیں۔ تم ہمارے ساتھ ان سے زیادہ عہد و پیمان پورا کرنے والے' نرمی اور رحم دلی کا برتاؤ کرنے والے' ظلم سے باز رہنے والے اور اچھا برتاؤ کرنے والے ہو جب کہ رومی ہم پر غالب ہوگئے اور ہمارے گھروں پر قبضہ جمالیا۔"

اہل حمص نے ہرقل کی فوج کے لیے اپنے شہر کے دروازے بند کرلیے اور مسلمانوں کو خبر پہنچا دی کہ تمہاری سرپرستی اور تمہارا عدل و انصاف ہمیں رومیوں کے ظلم و زیادتی سے زیادہ محبوب ہے۔

اسلامی فتوحات انسانیت کی پوری تاریخ میں بے مثل ہیں' اس سے قبل اس کی کوئی نظیر ملتی ہے نہ بعد میں۔ یہ فتوحات زمین کو فتح کرنے یا اس کے خزانوں کو حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس پر رہنے والے باشندوں کے دلوں کو فتح کرنے اور ان میں عدل و مساوات' رواداری اور اخوت و بھائی چارگی کا بیج بونے کے لیے تھیں۔

کوئی بھی شخص جو انسانیت کے لیے مخلص ہے اور اسلامی فتوحات کے مزاج' ان کے اغراض و مقاصد اور علل و اسباب سے واقف ہے' تمنا کرے گا کہ کاش اسلام کی ابتدائی ترقی اور اس کا پھیلاؤ پوری دنیا کے لیے ہوتا اور پوری دنیا میں یہ صالح بیج ڈال دیا جاتا۔ اب یہ امید اسلام کے دوبارہ پھیلنے اور عروج پانے پر منحصر ہے جس کے آثار ظاہر ہونے لگے ہیں۔ عالم اسلام میں بیداری کی لہر پائی جارہی ہے اور قریب ہے کہ اسلامی نظریہ پوری دنیا پر چھا جائے اور تمام لوگوں کے دلوں میں گھر کرلے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اخلاقی تربیت

اجتماعی نظام کفالت کے قیام کا ذریعہ

(یہ لیکچر حلقہ دراسات اجتماعیہ کی ایک مجلس میں دیا گیا تھا)

برادران گرامی!

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہو رہی ہے کہ "حلقہ دراسات اجتماعیہ" نے "اخلاقی تربیت" کی طرف توجہ کی ہے اور اسے اجتماعی نظام کفالت کے قیام کا ایک ذریعہ گردانا ہے۔ ایسے زمانے میں جب کہ اخلاقی قدریں پستی کا شکار ہیں اور معاشرتی زندگی میں اپنے مطلوبہ مقام سے بہت پیچھے ہٹ گئی ہیں۔ اخلاقی قدروں کی یہ پستی ان مختلف نظریات اور مذاہب سے تاثر کے نتیجے میں ہے جو ان قدروں کے علمی اثرات سے غافل کرنے بلکہ اس سے آگے بڑھ کر خود ان ہی قدروں کو فراموش کرنے اور زندگی کے حقیقی میدان سے دور کر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔

Marfat.com

عصر حاضر میں فکری اور معاشرتی میدانوں میں ان نظریات و مذاہب کی تاثیرات کے پیش نظر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اصل موضوع جس پر بحث کرنے کا مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے ''اخلاقی تربیت اجتماعی نظام کفالت کے قیام کا ایک ذریعہ''۔ اس پر غور و خوض کرنے سے پیشتر چند جملے خود ''اخلاقی قدروں اور انسانی معاشرے پر ان کے اثرات'' کے سلسلے میں عرض کردوں۔ اس لیے کہ اخلاقی تربیت کے میدان میں کسی کوشش سے قبل ضروری ہے کہ خود ان قدروں پر ہمارا پختہ ایمان ہو۔ اخلاقی تربیت کا کام یہ ہے کہ ایسی متعین اخلاقی قدروں کو نافذ کرنے کی کوشش کی جائے جن کی اہمیت پر جماعت نے اتفاق کرلیا ہے اور ان کی ضرورت و منفعت پر ایمان لے آئی ہے۔ اس لیے اخلاقی تربیت کے سلسلے میں کسی کوشش سے قبل اخلاقی قدروں پر ایمان کا پایا جانا ضروری ہے۔

ہم یہ اعتقاد رکھنے پر مجبور ہیں کہ اخلاقی حاسہ یا اخلاقی شعور انسان کی فطرت میں ودیعت ہے۔ صرف نظر اس سے کہ کسی معاشرے پر حکمرانی کرنے والی اخلاقی قدروں کی نوعیت کیا ہے؟ برے اخلاق کو کبھی پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور اچھے اخلاق کو کبھی معیوب نہیں سمجھا گیا۔ انسانیت کی تاریخ میں اگر اس کی کچھ مثالیں ہیں تو وہ انتہائی شاذ و نادر ہیں۔ عموماً اختلاف صرف اس چیز میں رہا ہے کہ کیا چیز بری ہے؟ اور کیا چیز اچھی ہے؟

ہم یہ بھی ماننے پر مجبور ہیں کہ افراد کی زندگی میں اخلاقی عنصر نہ معاشرے کی طرف سے عائد کردہ ہے نہ دین کی طرف سے --- بلکہ اخلاقی حاسہ کی جڑیں انسان کی فطرت میں پیوست ہیں۔ دین کا کام صرف اس کو منظم کرنا، صحیح رخ پر لگانا اور اس کے لیے متعین معیار وضع کرنا ہے تاکہ وہ خواہشات نفس، ذاتی منفعت اور شخصی

Marfat.com

اغراض کی رو میں نہ بہہ جائے اور معاشرے کا کام یہ ہے کہ ان متفقہ فضائل اخلاق کا تحفظ کرے۔ نہ یہ کہ افراد کی آمادگی کے خلاف ان پر لازم کرے۔ اس لیے کہ جب تک اخلاق کی بنیاد فطرت میں گہری نہ ہو اسے معاشرے کے افراد پر لازم نہیں کیا جاسکتا۔ اس لیے کہ معاشرہ افراد کے مجموعہ کا نام ہے۔ ضروری ہے کہ جو قانون جماعت کی زندگی پر نافذ ہے وہ اپنے مزاج میں اس قانون سے میل کھاتا ہو جو افراد کی فطرت پر حکمراں ہو تاکہ ان افراد کے ذریعے ایک معاشرہ قائم کیا جاسکے اور وہ جن نظاموں اور روایات پر متفق ہیں' ان کی بنیاد پر ان کے درمیان ایک مشترک مصلحت کا قیام عمل میں آسکے۔

اور آخر میں ہم اس بات کا انکار کرنے پر بھی مجبور ہیں کہ اخلاق کی بنیاد نظریہ ''مفاد'' پر ہے۔ مفاد کو ہم اخلاق کی بنیاد اسی وقت قرار دے سکتے ہیں جب مفاد سے مراد انسانیت کا اعلیٰ مفاد ہو۔ لیکن اخلاق کی دنیا میں نظریہ مفاد کو ماننے والے اس سے یہ مراد نہیں لیتے' اسی طرح ہم نظریہ ''لذت'' کا بھی انکار کرتے ہیں اس لیے کہ حقیقت یہ ہے کہ اخلاقی عنصر کی بنیاد بسا اوقات ''لذت'' کے خلاف ہوتی ہے' اس صورت میں وہ خود انسان کے وجود کی حفاظت کے لیے ضروری ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اس کی مخالفت بسا اوقات خود انسان کے وجود کو توڑ دیتی ہے۔ جس طرح حیوانوں کے لیے فطری قوانین ہیں مثلاً ان کے لیے تناسل کا ایک مخصوص زمانہ ہے جس میں وہ یہ فعل انجام دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے دنوں میں ایسا نہیں کرتے۔ اسی طرح انسانوں کے لیے کچھ اخلاقی قوانین ہیں جو ان کے اپنے وجود کی بقا کے لیے ضروری ہیں۔ اگر وہ ان قوانین پر عمل نہ کریں تو ان کا وجود فنا ہو جائے گا۔

بہرحال مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ اخلاقی عنصر فرد کی فطرت میں داخل ہے

Marfat.com

یہاں تک کہ اس کا شمار انسان کی ذات کی حفاظت کرنے والے فطری وسائل میں ہوتا ہے۔ دین کا کام صرف یہ ہے کہ اس فطری عنصر کو منظم کردے' اسے صحیح رخ پر لگادے اور اس کے لیے متعین معیار وضع کرے اور معاشرہ کی ذمہ داری یہ ہے کہ ان اخلاقی قوانین کی نگرانی رکھے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ اخلاقی اقدار معاشرے کی زندگی کے لیے ایک ضرورت ہیں۔ اس معاشرہ سے زیادہ بدنصیب اور خستہ حال اور کوئی نہیں ہو سکتا جس کے افراد کا محرک جلد حاصل ہونے والا مفاد اور شخصی لذت ہو اور جن کے پیش نظر کوئی اعلیٰ مقصد ہو نہ کوئی متعین نصب العین۔ اس قسم کا معاشرہ ہمارے درمیان اب بھی موجود ہے اور انتشار و پراگندگی کا نمونہ پیش کررہا ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ معاشرے کی زندگی کے لیے اخلاقی قدریں ضروری ہیں تو یہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوجاتی ہے کہ ان قدروں کو عملاً نافذ کرنے کے لیے اخلاقی تربیت ضروری ہے۔

اب ہم اپنے خاص موضوع کی طرف آتے ہیں اور وہ ہے "اخلاقی تربیت اجتماعی نظام کفالت کے قیام کا ایک ذریعہ"۔

اجتماعی نظام کفالت معاشرے میں انجام پانے والا ایک مثبت عمل ہے' جس کے ظہور کے لیے اس سے پہلے ضمیر میں شعور اور جماعت کی زندگی میں کردار و عمل کا پایا جانا ضروری ہے۔

اخلاقی تربیت اس شعور کو بیدار کرتی اور اس کردار کو وجود میں لاتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے بغیر محض قوانین اور ضابطوں کے ذریعے اس نظام کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ اخلاقی تربیت محض خواب و خیال کی دنیا میں ایک موہوم سی امید نہیں بلکہ

Marfat.com

اجتماعی نظام کفالت کے قیام کا ایک ایجابی اور حقیقی ذریعہ ہے۔

ضروری ہے کہ فرد کے ضمیر اور کردار میں بہت سے احساسات اور بہت سی عادتیں بیدار ہوں' پروان چڑھیں اور منظم ہوں تاکہ ان کی بنیاد پر اجتماعی نظام کفالت قائم ہو سکے۔ فی الواقع اخلاقی تربیت ان تمام چیزوں کو وجود میں لانے اور قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔

میرا خیال ہے کہ اگر اس میدان میں ہم اسلام کو نمونہ بنالیں اور اسے اپنے پیش نظر رکھیں تو موضوع سے نہ ہٹیں گے۔ اسلام نے عہد اول میں ایک ایسا معاشرہ قائم کیا تھا جس کی بنیاد اجتماعی نظام کفالت پر تھی۔ وہ ان تمام معاشروں میں مثالی حیثیت رکھتا ہے جن کے نزدیک زندگی کی بنیاد نظام کفالت پر ہے۔ یہاں تک کہ انصار نے مہاجرین کی کفالت کی اور اپنا مال و متاع اور گھر بار سب کچھ آپس میں تقسیم کرلیا پھر اسلامی معاشرہ میں جتنے نظام قائم ہوئے اور جتنی روایتیں وجود میں آئیں' سب کی بنیاد اجتماعی کفالت پر ہی تھی۔ نظام زکوۃ' نظام میراث' نظام وقف' نظام جہاد' نظام آزادی' غیر سودی اقتصادی معاملات کا نظام' اسی طرح صدقہ واحسان' حسن سلوک' کمزوروں کی مدد' ضرورت مندوں اور محتاجوں کا تعاون' انفاق' یہ تمام نظام اور روایتیں اسی بنیاد پر قائم تھیں۔

اسی طرح اگر ہم اس مسئلے پر غور کریں کہ اسلام نے کفالت باہمی کا معاشرہ قائم کرنے کے لیے اخلاقی تربیت کا کیوں سہارا لیا؟ اور اس تجربہ میں جس میں اسلام کو پوری کامیابی ملی' اسے اپنا نمونہ بنائیں تو موضوع سے نہیں ہٹیں گے۔ اس سے ایک طرف ہمیں اس تربیت کے حدود متعین کرنے میں آسانی ہوگی تو دوسری طرف اس کے حصول کے وسائل وذرائع معلوم ہوں گے اور ہمارے سامنے وہ راستہ

Marfat.com

روشن ہو جائے گا جس پر چل کر اسی جیسی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

اسلام نے کفالت باہمی کا وہ معاشرہ قائم کرنے کے لیے مخصوص قوانین کا سہارا لیا۔ لیکن اس نے ان قوانین کو بغیر کسی محرک کے یونہی معاشرہ میں نافذ نہیں کر دیا بلکہ ان کے نفاذ سے پہلے افراد کے ضمیر میں شعوری محرکات پیدا کیے۔ اس نے کبھی تعلیم کے ذریعے، کبھی نمونہ پیش کر کے ضمیر کو زندہ کیا۔ تعلیم کے ذریعے اس نے عالم شعور میں وجدان کو بیدار کیا اور نمونے کے ذریعے عملی دنیا میں عادت کو راسخ کیا۔ اس طرح اس اخلاقی تربیت کی تکمیل ہوئی جو افراد اور معاشروں کے لیے اس کے پیش نظر تھی۔

اسلام نے معاشرے کی تعمیر کا آغاز افراد کے ضمیر اور شعور سے کیا۔ اس نے روح کی گہرائیوں میں بے لوث انسانی محبت کا بیج اگایا اور رحم و کرم کی بارش کی۔ اس نے لوگوں کو یاد دلایا کہ وہ سب ایک جان سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس نے ان کے وجدان میں نسب و قرابت کا احساس پیدا کیا۔ انہیں باہمی اخوت اور بھائی چارگی کی یاد دلائی۔ جب ان لطیف احساسات سے ان کے دلوں میں رقت پیدا ہو گئی تو خود بخود وہ ایک دوسرے کے تعاون میں سبقت کرنے لگے اور باہم اخوت و محبت سے پیش آنے لگے۔

یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالا کثیرا و نساء و اتقو اللہ الذی تساءلون بہ و الارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ (النساء۔ ۱)

(لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و زن دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے

Marfat.com

ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو' یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"باہم الفت و محبت اور رحمت و شفقت میں اہل ایمان کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو تمام جسم بیداری اور بخار کی کیفیت میں مبتلا رہتا ہے"۔ (بخاری و مسلم)

اس نے محبت اور رحمت و شفقت کے زیر سایہ لوگوں کو ایثار کی دعوت دی اور ان چیزوں کی قربانی کی تعلیم دی جن کا قربان کرنا اور دوسروں کو ان سے متمتع ہونے کا حق دینا نفوس پر شاق گزرتا ہے۔ کفالت باہمی کے لیے ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جو ایثار سے کام لیتے ہوں اور اپنی قیمتی اور محبوب چیزوں کو قربان کر سکتے ہوں۔ معاشرہ میں مال دار بھی ہوتے ہیں اور غریب اور محتاج بھی۔ اب اگر مال دار ایثار سے کام نہ لیں گے اور اپنے مال کی کچھ قربانی نہیں دیں گے تو کفالت کا نظام قائم نہیں ہو سکتا اور ایک دوسرے کا تعاون نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم نے اہل مدینہ کے ایثار کی خوب صورت تصویر کشی کی ہے' جنہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ انہیں پناہ دی اور فراخدلی اور فیاضی کے ساتھ اپنے مال و دولت اور گھربار میں شریک کیا۔

و الذین تبوؤا الدار و الایمان من قبلهم یحبون من هاجر الیهم و لا یجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا و یوثرون علی انفسهم و لو کان بهم خصاصة۔ و من یوق شح نفسه فاولئک هم المفلحون۔ (الحشر۔ ۹)

(اور وہ مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے) جو ان مہاجرین کی آمد سے پہلے ہی

Marfat.com

ایمان لا کر دارالہجرت میں مقیم تھے۔ یہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کے پاس آئے ہیں اور جو کچھ بھی ان کو دے دیا جائے اس کی کوئی حاجت تک یہ اپنے دلوں میں محسوس نہیں کرتے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے دل کی تنگی سے بچا لیے گئے وہی فلاح پانے والے ہیں۔)

یہ ہے اعلیٰ انسانیت کی خوب صورت اور بہترین تصویر' قرآن نے دوسری جگہ اہل ایمان کی جو تصویر پیش کی ہے وہ بھی اس سے کم خوب صورت' رقت انگیز اور شفقت آمیز نہیں۔

یوفون بالنذر و یخافون یوما کان شرہ مستطیرا۔ و یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء و لا شکورا۔ انا نخاف من ربنا یوما عبوسا قمطریرا۔ (الدھر: ۷-۱۰)

(یہ وہ لوگ ہوں گے جو (دنیا میں) نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی اور اللہ کی محبت میں مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔ ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کے عذاب کا خوف لاحق ہے جو سخت مصیبت کا انتہائی طویل دن ہوگا۔)

یہی نہیں بلکہ قرآن ان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اجتماعی نظام کفالت کے قیام کی راہ میں وہ جو کچھ خرچ کریں گے وہ اللہ کے ذمہ ان کا قرض ہوگا جو رائے گاں نہیں جائے گا۔ لیکن اگر انہوں نے انفاق اور زادو دہش سے ہاتھ روکے رکھا تو یہ دنیا اور آخرت دونوں میں ان کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ اس طرح قرآن نے ان کو ثواب

Marfat.com

کا لالچ دلایا اور عذاب سے ڈرایا۔ یہ دونوں چیزیں ضمیر کی تربیت کے اہم وسائل میں سے ہیں۔

من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا فیضعفہ لہ و لہ اجر کریم۔ (الحدید-۱۱)

(کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض' تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے' اور اس کے لیے بہترین اجر ہے۔)

و انفقوا فی سبیل اللہ و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکتہ۔ (البقرہ - ۱۹۵)

(اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔)

اس نے ان کو نہ صرف مال کے دائرے میں بلکہ زندگی کے تمام معاملات میں باہم تکافل و تعاون پر ابھارا اور اس چیز کو ان کے وجدانات سے مربوط کر دیا اور ان کے ضمیر کو خشیت الٰہی اور تقویٰ سے معمور کیا۔ تقویٰ شعوری تربیت کے قوی عوامل میں سے ہے۔

ارشاد باری ہے:

و لتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون۔ (آل عمران - ۱۰۴)

(تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں' بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب

Marfat.com

وہ ہے' حاکم وقت نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔
آدمی اپنے اہل و عیال کا نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا۔
عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگہبان ہے اور اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔
خادم اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے اس سے اس کے بارے میں سوال ہوگا۔ تم میں
سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا''۔
(بخاری و مسلم)

اسلام نے اخلاقی تربیت کرتے ہوئے محض وجدانی احساسات کو ابھارنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ معاشرہ میں کچھ ایسی روایتیں اور آداب بھی قائم کیے جن سے عملی زندگی کے دائرے میں اخوت و بھائی چارگی اور تعاون و تکافل میں مدد مل سکے۔

مثلاً ان معاشرتی آداب اور روایات میں سے جن کی اسلام نے مسلمانوں کو تربیت دی ہے' خوش گفتاری اور سلام کا عام کرنا ہے۔

و قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن۔ (بنی اسرائیل - ۵۳)

(میرے بندوں سے کہہ دو کہ زبان سے وہ بات نکالا کریں جو بہترین ہو۔)

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم۔

(حم السجدہ - ۳۴)

(تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو' تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی' وہ جگری دوست بن گیا ہے۔)

واذا حییتم بتحیۃ فحیوا باحسن منھا او ردوھا۔ (النساء - ۸۶)

(اور جب کوئی احترام کے ساتھ تمہیں سلام کرے تو اس کو اس سے بہتر طریقہ کے ساتھ جواب دو یا کم از کم اسی طرح۔)

Marfat.com

ایک معاشرتی ادب یہ بھی ہے کہ دوسروں کا احترام کیا جائے' ان سے حسن ظن رکھا جائے' ان کے رازوں کی حفاظت کی جائے' ان کی غیبت سے بچا جائے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرا جائے۔

یایها الذین امنوا لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونوا خیرا منهم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منهن ولا تلمزوا انفسکم و لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فاولئک هم الظالمون۔ یایها الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا۔ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتا فکرهتموه۔ و اتقو الله۔ ان الله تواب رحیم۔ (الحجرات : ۱۱-۱۲)

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو' نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں' ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں' ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو' بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔)

اس طرح اسلام نے انسانی احساسات کی تربیت کی ہے اور معاشرتی آداب وروایات کو رواج بخشا ہے جن کی بنیاد پر لوگ ایک دوسرے سے مل سکتے ہیں' یہ

Marfat.com

آسانی ایک دوسرے کا تعاون کرسکتے ہیں' یہ رضا و رغبت ایک دوسرے کی کفالت کرسکتے ہیں' اس لیے کہ اس کفالت باہمی کے اسباب ان کے ضمیر میں موجود اور ان کے احساسات میں موجزن ہیں' یہ ان پر قانون کی صورت میں باہر سے تھوپے ہوئے نہیں ہیں۔

آج ہم اس عملی تجربہ سے استفادہ کرسکتے ہیں جو اسلام نے ماضی میں کیا تھا اور اس کی بنیاد پر کفالت باہمی کا ایک معاشرہ قائم کیا تھا۔ اس تجربہ کے وہ بنیادی خطوط کیا ہیں جن پر چل کہ ہم معاشرہ کی اخلاقی تربیت کرسکتے ہیں؟

اخلاقی تربیت کی کسی بھی کوشش میں بنیادی کام یہ ہونا چاہیے کہ انسانی ضمیر کو محدود لذتوں اور جلد حاصل ہونے والے مفاد سے بلند ہو کر ایک اعلیٰ نصب العین سے مربوط کردیا جائے' ایسا نصب العین جس کے راستے میں جان کی بازی لگا دینا آسان ہو جائے اور اس کی بلندیوں کو سر کرنے میں تمام پریشانیاں ہیچ ہو جائیں' یہ بلند اور پرکشش نصب العین کیا ہو سکتا ہے؟

بعض لوگوں کے نزدیک یہ نصب العین قومی عزت ہو سکتا ہے۔ بعض دوسرے لوگوں کے نزدیک انسانی اخوت و بھائی چارگی کو نصب العین بنایا جاسکتا ہے--- دونوں ہی نصب العین بلند' تاب ناک اور پرکشش ہیں جو افراد کے احساسات کو جلد حاصل ہونے والے "مفاد" اور بروقت ملنے والی "لذت" سے بلند کرکے بہ رضاو رغبت اجتماعی نظام کفالت کی ذمہ داریاں قبول کرنے پر آمادہ کرسکتے ہیں۔ جہاں تک میری رائے ہے تو میں فرد کے ضمیر کو ان سے بڑھ کر ایک اعلیٰ نصب العین سے تعلق رکھنے اور اس کے حصول کے لیے تگ و دو کرنے کو بہتر سمجھتا ہوں۔ ایسا نصب العین جس میں یہ تمام مقاصد شامل ہیں' میں چاہتا ہوں کہ فرد کے ضمیر کو اللہ کی ذات

Marfat.com

سے مربوط و متعلق کردوں جو سارے جہاں کا اور تمام انسانوں کا خالق ہے' وہ جو کچھ خرچ کرے محض اللہ کی خوش نودی حاصل کرنے کے لیے کرے' خواہ قوم کو اس کا احساس ہو یا نہ ہو۔ خواہ کوئی شخص اس کی عزت کرے یا نہ کرے' میں چاہتا ہوں کہ "اللہ کے لیے محبت" ہی دلوں کو جوڑنے والی' ہاتھوں کو ملانے والی اور بازوؤں کو مضبوط کرنے والی ہو۔ اسی وقت وہ حسین منظر دکھائی دے گا جس کی تصویر کشی رسول اللہؐ نے اپنی اس حدیث میں کی ہے:

"خدا کے بندوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو انبیاء ہیں نہ شہداء' لیکن قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کو اتنا بلند مقام عطا کرے گا کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کریں گے' صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! ہمیں بتلائیے وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے درمیان نہ کوئی نسبی رشتہ تھا۔ نہ آپس میں لین دین کا تعلق تھا۔ پھر بھی محض اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے' خدا کی قسم ان کے چہرے نور سے دمک رہے ہوں گے اور وہ نور کے منبر پر ہوں گے' جب لوگوں پر خوف وہراس کا عالم طاری ہوگا تو وہ مطمئن ہوں گے' جب لوگ غم واندوہ کا شکار ہوں گے تو وہ شاداں و فرحاں ہوں گے"۔

کسی بھی کامیاب اور مضبوط اخلاقی تربیت کے لیے بنیادی چیز یہ ہے کہ انسانی ضمیر کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑ دیا جائے۔ یہ چیز ہم پر لازم کرتی ہے کہ ہم دینی عقیدے کو تربیت کی بنیاد بنالیں۔ خواہ تربیت فرد کی کرنی ہو یا معاشرہ کی' اس سے نہ صرف اجتماعی اور قومی مفاد پورا ہوگا بلکہ ایک عظیم انسانی مقصد یعنی خدائے واحد کی خوش نودی اور اس کی راہ میں ہر چیز کی قربانی --- بھی حاصل ہوگا۔

اس سرزمین میں کامیاب اجتماعی نظام کفالت کے قیام کے راستے میں ہم جب

Marfat.com

دینی عقیدے کو اخلاقی تربیت کی بنیاد بنائیں گے تو دیکھیں گے کہ اسلام کے علاوہ عرب ممالک میں پائے جانے والے دوسرے مذاہب و ادیان بھی ہمارا تعاون کریں گے۔

جب ہم یہ اولین بنیاد مضبوط کرلیں گے یعنی فرد کے ضمیر کو اس کے معبود حقیقی سے اور اس کے کردار کو عذاب الٰہی کے خوف اور انعام الٰہی کی امید سے جوڑ دیں گے تو ہمارے لیے اس ضمیر میں دوسرے تمام احساسات کو جن پر اجتماعی نظام کفالت کی عمارت قائم ہوتی ہے' راسخ کرنا آسان ہو جائے گا۔ اور ہم فرد کی رہ نمائی ایسے معاشرتی کردار کی طرف کرسکیں گے جس سے مطلوبہ مقصد حاصل ہو۔ چناں چہ اس کے بعد اجتماعی نظام کفالت کی عملی بنیاد استوار کرنے کے لیے جب کوئی قانون نافذ کیا جائے گا تو اس کو قبول کرنے کے لیے نفس انسانی آمادہ اور معاشرہ تیار ہوگا۔

اخلاقی تربیت کے لیے بہت سے فرعی طریقے ہوسکتے ہیں لیکن سب کی بنیاد یہی چیز ہونی چاہیے۔

ان خطوط اور طریق ہائے کار کا سہارا لے کر ہم تعلیم' نمونہ اور عملی کردار کے ذریعے معاشرہ میں مخصوص روایات کو جنم دے سکتے ہیں' روایات کا ہونا شعوری رجحان پیدا ہونے کے لیے ضروری ہے۔ بسا اوقات یہی چیز اخلاقی تربیت کے حصول کا واحد ذریعہ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم مدرسہ' کیمپ کلب یا اور کسی جگہ افراد کو مشترک کام کی ٹریننگ دے سکتے ہیں۔ اس سے افراد میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے کی خواہش پیدا ہوگی' احساسات میں اشتراک ہوگا' دوسروں کے احساسات کا خیال کرنے' مخالف رائے کا احترام کرنے اور اجتماعی کام کو کامیاب بنانے کے لیے خود نمائی کو قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ کام کو تقسیم کرکے ایک نظم و تربیت کے ساتھ کرنے کا سلیقہ آئے گا۔ یہ تمام چیزیں محض فکری رہ نمائی سے حاصل نہیں ہوسکتیں

Marfat.com

بلکہ ان کے لیے عملی مشق ضروری ہے تاکہ ضمیر میں پایا جانے والا شعور خارج میں کردار کی شکل میں ظاہر ہو۔

یہی حال دوسروں کی ذات اور ان کے حالات اور مسائل سے دل چسپی لینے کی روایت کا ہے۔ اسے میں روایت کہہ رہا ہوں اگرچہ اصل میں یہ ضمیر میں پایا جانے والا شعور ہوتا ہے۔ میری مراد یہ ہے کہ اس شعور کی اس حد تک تربیت اور نگرانی کی جائے کہ وہ عملی شکل میں ڈھل جائے اور فرد کی زندگی میں عادت بن جائے۔ اس میں انحراف اور کجی پیدا نہ ہو کہ اس کی حیثیت محض ایک زائد شئے کی ہو جائے' نہ وہ محض اچھے یا برے تاثرات کی صورت میں ظاہر ہو کر ختم ہو جائے بلکہ اس کی اس حد تک تربیت ہو کہ وہ دوسروں کی پریشانیوں اور مسائل سے دل چسپی لے اور ان کا تعاون کرے یہاں تک کہ یہ تعاون اجتماعی شکل اختیار کر لے اور نظام کفالت قائم ہو جائے۔

دینی شعور اور تربیتی رہ نمائی کے ذریعے ایثار و قربانی کے جو احساسات پیدا ہوتے ہیں انہیں اقدار و روایات کے ذریعے ایسی تحریکوں میں ڈھالا جا سکتا ہے جو ان احساسات کی آئینہ دار ہوں یا بالفاظ دیگر انہیں ایسے منظم اعمال کی شکل میں ڈھالا جا سکتا ہے جن پر عمل کرنا عادت کی طرح آسان ہو جائے۔

یہاں میں ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں' میں چاہتا ہوں کہ ہم لوگ اجتماعی نظام کفالت کے میدان میں پاکیزہ وجدانی احساسات کو محکم روایات کے سانچے میں ڈھالتے وقت ان میں تازگی و توانائی اور بالیدگی برقرار رکھیں' انہیں ہمیشہ بیدار رکھیں اور عمل کرتے ہوئے انہیں مستحضر رکھیں۔ اس جانب میں بہت ہی تاکید سے توجہ دلا رہا ہوں کیوں کہ بعض مغربی ممالک میں' میں نے دیکھا ہے کہ وہاں اگرچہ اجتماعی نظام

Marfat.com

کفالت ایک عادت اور روایت بن جاتا ہے لیکن بلند انسانی احساسات کا فقدان ہوتا ہے۔ وہاں آدمی جس طرح کھاتا پیتا اور دن بھر کے دوسرے کام انجام دیتا ہے اسی طرح رفاہی کاموں کے لیے چندہ بھی دیتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کے لے چندہ دیتا ہے ان کی تکلیفوں اور پریشانیوں کا اسے ذرا سا بھی احساس نہیں ہوتا اور جو انسانی رشتہ اسے ان سے جوڑتا ہے اس کا بالکل شعور نہیں رکھتا۔ بلکہ اس کی حیثیت محض عادت اور معاشرتی عرف کی ہوتی ہے۔ اس صورت میں ہم عملی تعاون تو ضرور حاصل کرلیں گے مگر انسانی ہمدردی سے محروم رہیں گے جو کہ فی الواقع زیادہ اہم اور ضروری ہے۔

میں نہیں چاہتا کہ انسانی احساسات محض تاثرات کی صورت میں پیدا ہوکر ختم ہوجائیں بلکہ میں چاہتا ہوں کہ انسان ''انسان'' بن کر رہے۔ جب بھی وہ کوئی نیک عمل انجام دے تو اس کے احساسات میں لطافت پیدا ہو۔ عمل خیر کو ایسا ہونا چاہیے کہ جہاں اس سے اس شخص کو فائدہ ہو، جس کے لیے اسے کیا گیا ہے وہیں اسے کرنے والے کی بھی تربیت ہو۔ ورنہ اگر شعور واحساس سے عاری ہوکر محض عادت کے طور پر اسے انجام دیا جائے گا تو اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل نہ ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو وقت مجھے دیا گیا تھا اس میں میں نے اجمالی طور پر ''اجتماعی نظام کفالت کے قیام میں اخلاقی تربیت'' کی اہمیت واضح کردی ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلام کا اجتماعی نظام کفالت

عموماً جب بھی اجتماعی نظام کفالت کا ذکر آتا ہے اور اس میں دینی عقیدے کے کردار کے بارے میں گفتگو ہوتی ہے تو ہمارے ذہن میں احسان' صدقہ' حسن سلوک اور زیادہ سے زیادہ زکوۃ کے الفاظ آتے ہیں' اس موقع پر میں جتانا چاہتا ہوں کہ یہ الفاظ اور ان کے معانی و مدلولات اس کردار کی صحیح تصویر کشی نہیں کرتے جو اسلامی عقیدہ اجتماعی نظام کفالت کے میدان میں سرانجام دیتا ہے۔

اسلام کا اجتماعی نظام کفالت ایک مکمل نظام ہے اور اس میں وہ تمام معانی شامل ہیں جن پر یہ لفظ دلالت کرتا ہے۔ اگرچہ اس کے عناصر میں احسان' صدقہ' حسن سلوک اور زکوۃ وغیرہ سب داخل ہیں لیکن یہ سب مل کر بھی اس کی حقیقت کو واشگاف نہیں کرتے۔ اس لیے کہ اس کی حقیقت ان تمام الفاظ سے زیادہ وسیع ہے۔ یہ مدلولات اس نظام کے بعض وسائل ہیں لیکن اس کی ماہیت نہیں' وسائل اور ماہیت میں فرق ہوتا ہے۔

اسلام کے اجتماعی نظام کفالت سے مراد محض مالی تعاون نہیں خواہ اس کی کوئی بھی صورت ہو' مالی تعاون ان جملہ تعاونوں میں سے ایک ہے جو اس نظام میں مقصود ہوتے ہیں۔ پھر یہ کہ یہ اور دیگر قسم کے تعاون اس نظام کی اصل بنیاد نہیں بلکہ ان کی حیثیت اس نظام کے وسائل کی ہے۔

Marfat.com

اسلام میں اجتماعی نظام کفالت سے مراد وہ نظام ہے جو فرد کی روح' اس کے ضمیر' اس کی شخصیت اور اس کے معاشرتی کردار کی تربیت کرے' خاندان کی تشکیل و تنظیم اور کفالت کا کام انجام دے' معاشرتی تعلقات (جن میں فرد اور حکومت کے مابین تعلقات بھی شامل ہیں) استوار کرے اور آخر میں مالی معاملات اور اقتصادی تعلقات کی تنظیم کرے۔[1]

اس حقیقت کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ حسن سلوک' احسان' صدقہ یہاں تک کہ زکوۃ کے مدلولات اسلام کے اجتماعی نظام کفالت کے اس وسیع مفہوم کے سامنے مدھم پڑ جاتے ہیں۔

اسلام نے ابتدا میں نظام کفالت کو فرد اور اس کی ذات کے درمیان مطلوب قرار دیا۔ اس نے فرد کو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے نفس کے بارے میں جواب دہ بتایا۔ اور اسے اس بات کا مکلف قرار دیا کہ اپنے نفس کو ہر طرح کی گندگیوں سے پاک کر کے اس کا تزکیہ کرے' اسے اس کی بے لگام شہوتوں سے باز رکھے اور گمراہی اور ہلاکت کے گڑھے میں نہ گرنے دے' اسلام نے بتایا کہ نفس میں فجور اور تقویٰ دونوں کو قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ فرد پر لازم ہے کہ وہ از خود دونوں میں سے کوئی ایک راستہ اختیار کرے۔ وہ جو بھی راستہ اختیار کرے گا اس کا وہ خود ذمہ دار ہو گا۔

و نفس و ما سواها فالهمها فجورها و تقواها' قد افلح من زكاها و قد خاب من دساها (الشمس : ۷ - ۱۰)

(اور نفس انسانی کی اور اس ذات کی قسم جس نے اسے ہموار کیا' پھر اس کی بدی اور پرہیزگاری اس پر الہام کر دی' یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبا دیا۔

Marfat.com

ساتھ ہی اسلام انسان کو اس بات کا بھی مکلف قرار دیتا ہے کہ اپنے نفس کو ان حدود میں جن سے اس کی فطرت میں فساد نہ آنے پائے' مرغوبات سے لطف اندوز ہونے کا موقع بہم پہنچائے اور اسے کام اور آرام دونوں کا حق دے اور زیادہ کام کا بوجھ ڈال کر کمزور نہ کردے' ارشاد باری ہے:

و ابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ و لا تنس نصیبک من الدنیا (القصص)

(جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔)

حضورؐ نے ارشاد فرمایا:

"تم پر تمہارے بدن کا بھی حق ہے"۔

آزادی انتخاب کے ساتھ اسلام نے انفرادی ذمہ داری بھی لازم قرار دی ہے' چناں چہ انسان اپنے لیے جو کچھ خیر یا شر اور نیکی یا بدی کرے گا' اس کا ذمہ دار اور اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ **کل نفس بما کسبت رھینۃ** (مدثر - ۳۸) (ہر شخص اپنے کسب کے بدلے رہین ہے) **ولا تزر وازرۃ وزر اخری**۔ (فاطر - ۱۸) (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا)

اس طرح انسان اپنے نفس کا نگراں اور کفیل بن جاتا ہے۔ اگر وہ کج روی اختیار کرے تو اسے راہ راست پر لاتا ہے۔ اس کے جائز اور واجبی حقوق ادا کرتا ہے' اگر اس سے کوئی لغزش سرزد ہو تو اس کا محاسبہ کرتا ہے اور اگر وہ اس سلسلے میں خود غفلت برتے تو اس کا ذمے دار ہوتا ہے۔ اس طرح اسلام نے ہر فرد کے اندر دو شخصیتیں رکھی ہیں جو ایک دوسرے کی نگرانی رکھتی ہیں اور بھلائی برائی میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے یا ہاتھ پکڑنے کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔

Marfat.com

انسان اور اس کے نفس کے درمیان یہ باہمی تعاون ایک تربیتی نظام ہے جو اس کی شخصیت کو بیدار کرنے اور اس کی پرورش کرنے کے ساتھ اس کے ضمیر اور شعور کو بھی بیدار کرتا ہے۔ آزادی اور ذمے داری آزاد شخصیت کی دو بنیادیں ہیں۔ یہ اگرچہ بظاہر ایک انفرادی عمل ہے لیکن اسلام کی نظر میں درحقیقت وسیع مفہوم میں اجتماعی عمل ہے۔ اس لیے کہ اس نہج پر فرد کی تربیت کا مقصد معاشرے کے لیے اس کو تیار کرنا ہے۔ اس تربیت کے اثرات و نتائج معاشرتی کردار اور اجتماعی نظام کفالت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ اسلام فرد کے ضمیر کو بیدار کرنے اور اس کی حساسیت کو تیز کرنے کے اس عمل کے بعد اس کو جماعت کے ساتھ ایثار، تعاون اور کفالت باہمی پر آمادہ کرتا ہے۔ اس طرح پہلا مرحلہ طے کرلینے کے بعد وہ اسے دوسرے مرحلے کے لیے پوری طرح تیار کردیتا ہے۔

اس کے بعد اسلام اجتماعی کفالت کو فرد کے نفس سے خاندان کے دائرے میں منتقل کردیتا ہے۔ اس دائرے کو وہ کفالت کی مضبوط بنیادوں پر قائم کرتا ہے جس میں پورے طور پر مساوات اور حقوق و فرائض کے درمیان ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ خاندان معاشرے کی عمارت کی بنیادی اینٹ ہے۔ اگر وہ کفالت کی بنیاد پر قائم ہوجائے تو آخیر میں اس معاشرے کی عمارت بھی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوگی۔ اس میں کہیں کوئی نقص نہیں ہوگا اور ریاست پر معاشرتی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی ہلکا ہوگا۔ اس لیے کہ ان کا ایک بڑا حصہ خود خاندان کے دائرے میں مکمل ہوجائے گا۔

خاندان کا یہ نظام کفالت محض اقتصادی کفالت نہیں ہے بلکہ وہ مکمل انسانی کفالت ہے جس میں بچوں کی دیکھ بھال، پرورش و پرداخت، زندگی کے لیے جسمانی، عقلی اور روحانی طور پر ان کی تیاری، بڑھاپے میں ماں باپ کی دیکھ بھال اور دیگر مادی

Marfat.com

ذمہ داریاں شامل ہیں۔

معاشرے کی تعمیر میں خاندان کی اہمیت کے اعتراف سے مفر نہیں۔ اگرچہ بعض مادی نظام (مثلاً کمیونزم) خاندان اور اس کے مخصوص نظام کفالت کو ختم کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ خاندان ترجیح ذات اور انفرادی ملکیت کے احساسات کی پرورش کرتا ہے اور دولت کی اجتماعی ملکیت نیز ریاست کی ملکیت کے افراد میں عام ہونے کی راہ میں رکاوٹ بنتا ہے۔

خاندان فطرت انسانی میں راسخ رجحانات کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے جن سے اسلام پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ وہ خاندان کو اپنے معاشرتی نظام میں بنیادی مقام عطا کرتا ہے، جس کے تحت جنسی آداب اور اخلاق وجود میں آتے ہیں اور ان کی بدولت ایسا معاشرہ تشکیل پاتا ہے جو اباحیت اور حیوانیت سے یکسر پاک ہوتا ہے۔

اسی طرح خاندان ایک حیاتیاتی اور نفسیاتی ضرورت بھی ہے جس سے جنسی اختلاط اور اباحیت کا نظام بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا، چناں چہ ایک عورت کو ایک ہی مرد کے لیے خاص کر دینا حیاتیاتی اعتبار سے زیادہ موزوں اور اچھی اولاد پیدا کرنے کے زیادہ مناسب ہے۔ رہا نفسیاتی پہلو تو اس لحاظ سے محبت و رحمت اور تعاون باہمی کے جذبات کسی دوسرے نظام کی بہ نسبت خاندانی نظام میں زیادہ بہتر طور پر نشوونما پاتے ہیں اور شخصیت کی تعمیر بھی اس نظام میں دوسرے نظاموں کی بہ نسبت زیادہ بہتر اور مکمل طور پر ہوتی ہے۔ انا فروید اور ڈورتھی ہولنگھم نے اپنی کتاب "بلا خاندان کے بچے" میں لکھا ہے:

"پرورش اطفال کے مراکز میں پرورش پانے والے بچوں پر کیے گئے تجربات سے ثابت ہو گیا ہے کہ جس بچے کی پرورش یکے بعد دیگرے کئی دائیاں کرتی ہیں، اس

Marfat.com

کی شخصیت اضطراب و انتشار کا شکار رہتی ہے۔ اسی طرح جس بچے کے ساتھ اس کے ہم عمر دوسرے بچے بھی ایک دایہ کی پرورش میں ہوں اس کے اندر محبت و تعاون کے جذبات کا نشوونما نہیں ہو پاتا''۔

اسلام جب خاندان کو اپنے معاشرتی نظام کی بنیاد قرار دیتا ہے اور باہمی کفالت کو اس خاندان کا قانون بناتا ہے تو دراصل وہ باہمی کفالت کے لیے ایسی بنیاد فراہم کرتا ہے جو فطرت انسانی سے میل کھاتی ہے اور جس سے خیر و کمال کی اعلیٰ درجے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

خاندان کے دائرے میں اس نظام کفالت میں ثقافتی فرائض اور ذمہ داریوں کے پہلو بہ پہلو کچھ مالی حقوق اور فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ چناں چہ اسلام معاشرے میں رہنے والے بے بس اور محروم لوگوں کے لیے مال داروں پر انفاق لازم قرار دیتا ہے۔ اسی طرح وہ رشتے داروں کے درمیان کے میراث کا نظام قائم کرتا ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں کچھ فقہی اختلافات ہیں جنہیں بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اسلام نے اصول مساوات کے تحت جو اجتماعی نظام کفالت کی بنیاد ہے، معاشرے میں کفالت باہمی اور مساوات کا نظام قائم کیا ہے۔

پھر جب ہم خاندان سے جماعت کے دائرے میں آتے ہیں تو وہاں دیکھتے ہیں کہ باہمی کفالت صرف مال ہی تک محدود نہیں رہتی بلکہ تمام معاشرتی تعلقات بھی اس میں شامل ہیں۔ یہاں فرد اور جماعت دونوں کے مابین کفالت باہمی ہوتی ہے۔ دونوں پر کچھ ذمے داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان ذمے داریوں کے بالمقابل دونوں کو کچھ حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام اس کفالت باہمی میں دونوں کے مفادات کو یکساں قرار دیتا

Marfat.com

ہے اور اگر دونوں میں سے کوئی ایک اپنی ذمے داریاں انجام دینے میں کوتاہی برتے تو اسے سزا کا مستحق قرار دیتا ہے۔

یہ نظام کفالت---- جیسا کہ ہم نے بیان کیا---- صرف مال تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے دوسرے تعلقات بھی اس میں شامل ہیں مثلاً معاشرے کو شروفساد اور فحش و بدی سے محفوظ رکھنا (خواہ وہ کسی حاکم کی طرف سے ظاہر ہو یا محکوم کی طرف سے) بھی کفالت میں داخل ہے۔ معاشرے کو ان چیزوں سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری ہر فرد پر عائد ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے "تم میں سے کوئی شخص کوئی منکر دیکھے تو اسے بزور قوت مٹادے۔ یہ نہ ہوسکے تو زبان سے ہی اس کو دور کرنے کی کوشش کرے۔ اور یہ بھی نہ بن پڑے تو دل ہی میں اس کے خلاف جذبہ رکھے۔ اور یہ ایمان کا سب سے نچلا درجہ ہے"۔

ایک بار کچھ لوگوں نے آیت: **یاایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم** (المائدہ - ۱۰۵) (اے ایمان والو! اپنی فکر کرو کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا' اگر تم خود راہ راست پر ہو) سے یہ مفہوم نکالا کہ یہ آیت منکر کو دیکھ کر خاموشی اختیار کر لینے اور اسے مٹانے کی کوشش نہ کرنے کو جائز قرار دیتی ہے۔ اس پر خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی کوتاہ فہمی واضح کی اور فرمایا "تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو' میں نے رسول اللہؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کا حال جب یہ ہو جائے کہ وہ ظالم کو دیکھیں مگر اس کا ہاتھ نہ پکڑ سکیں تو پھر اللہ کو ان پر عام عذاب بھیجتے دیر نہیں لگتی"۔

یہ ہے مذکورہ بالا آیت کی صحیح تفسیر جو اسلام کے مقصد پر منطبق ہوتی ہے۔ آیت میں جو بات کہی گئی ہے وہ یہ کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔ سلبی

Marfat.com

گمراہی --- جس کا معاشرے پر کوئی مثبت اثر نہ ہو ---- کا وبال اسی شخص پر وارد ہو گا جو اس میں مبتلا ہے۔ دوسروں کی ذمہ داری ہے کہ اس کو راہ ہدایت پر لانے اور منکر کو مٹانے کی کوشش کریں۔ ان کی کوششوں کے باوجود بھی اگر وہ راہ یاب نہ ہو تو وہ اپنی گمراہی کا خود ذمہ دار ہے۔

اسی طرح ہر شخص اس بات کا مکلف ہے کہ کسی مخصوص کام میں مہارت حاصل کرے' اس لیے کہ اس کے کام کا ثمرہ آخر کار جماعت کو حاصل ہو گا۔ حدیث میں ہے:

"اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب کوئی کام کرے تو اس میں مہارت حاصل کرے"۔ اسی طرح ہر فرد کے لیے کام مہیا کرنا جماعت یا حکومت جو اس کے قائم مقام ہوتی ہے' کی ذمہ داری ہے۔ اسلام میں کفالت باہمی دراصل صدقہ و احسان کا نظام نہیں بلکہ تیاری اور پیداوار کا نظام ہے جس سے ہر شخص کو خود کفایتی حاصل ہوتی ہے۔

ایک شخص رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے دست سوال دراز کیا' وہ محنت مزدوری پر قادر تھا۔ آپؐ نے اسے کچھ نہیں دیا۔ بس اسے ایک کلہاڑی فراہم کردی اور فرمایا: "جاکر لکڑیاں کاٹو اور انہیں بیچ کر گزارا کرو۔ آپؐ نے اس سے یہ بھی فرمایا کہ کچھ دنوں کے بعد آکر اپنا حال بیان کرو۔ اس طرح آپؐ نے اسے کام کرنے کے وسائل فراہم کرکے یہ اصول بتادیا کہ قادر شخص کو کام کرنے کا حق ہے۔ اور حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس کے لیے کام کے وسائل فراہم کرے تاکہ اس طرح فرد اور جماعت کے درمیان اجتماعی کفالت کا اصول مکمل اور ہمہ گیر صورت میں نافذ ہو۔

Marfat.com

اس اصول کو نافذ کرنے کے لیے اسلام نے سودی لین دین کو حرام قرار دیا۔ سود کی حرمت اجتماعی نظام کفالت سے الگ چیز نہیں ہے۔

اسلام اس مال پر جسے کسی شخص نے حلال ذرائع سے کمایا ہو' انفرادی ملکیت کا اصول عائد کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ وہ ایک دوسرا اصول بھی پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مال دراصل اللہ کا ہے جس نے جماعت کو نائب بنادیا ہے:

و انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ۔ (الحدید - ۷) (اور خرچ کرو ان چیزوں میں سے جن پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے) **و اتوھم من مال اللہ الذی اتاکم۔** (النور- ۳۳) (اور ان کو اس مال میں سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے) اور یہ کہ اس پر ملکیت اسی وقت تک ثابت ہوگی جب تک کہ شارع حقیقی یا حکمی طور پر اسے جماعت کے نائب کی حیثیت سے مالک نہ قرار دے۔

ان دونوں اصولوں کے تحت اسلام سود کو حرام قرار دیتا ہے۔ سود ناجائز اور حرام کمائی ہے اس لیے کہ مال بذات خود مال میں اضافہ نہیں کرتا بلکہ اس میں تجارت سے منافع حاصل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ مال تو جماعت کی ملکیت ہے۔ اس کا مالک اس میں تجارت کرکے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ چناں چہ جب اس کے علاوہ دوسرے لوگ اس مال کے ضرورت مند ہوں' اس سے تجارت کرنا چاہیں یا اپنی ناگزیر ضروریات پوری کریں تو اس پر لازم نہیں ہے کہ انہیں غیرسودی قرض دے تاکہ اس طرح اجتماعی نظام کفالت قائم ہوسکے۔

اجتماعی نظام کفالت اس وقت تک صحیح شکل میں قائم نہیں ہوسکتا جب تک سودی نظام قائم ہو اور مال چند لوگوں کے ہاتھوں میں محبوس رہے اور دوسرے اس سے فائدہ نہ اٹھاسکیں۔ مال کو روکے رکھنا اور بغیر سود لیے قرض نہ لینا کفالت باہمی ہی

Marfat.com

نہیں عدل و مساوات کے تقاضے کے بھی خلاف ہے۔ اسلام اجتماعی نظام کفالت کے لیے سب سے پہلی بنیاد یہ قرار دیتا ہے کہ مال کو محبوس نہ رکھا جائے۔ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھا سکے اور تجارت کرکے اس سے منافع حاصل کرے۔

○○○

آخر میں اب ہم زکوۃ اور صدقات کی طرف آتے ہیں' اسے میں نے سب سے آخر میں جان بوجھ کر اس لیے بیان کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ اسلام کی بے شمار بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے۔ جس پر اسلام میں اجتماعی نظام کفالت کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ جب کہ بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ اس نظام کی یہی واحد بنیاد ہے۔

اسلام نے نظام کفالت کی بہت سی بنیادیں قرار دی ہیں' اس نے ہر شخص کے لیے کام کے مواقع فراہم کیے' قرض حسنہ کی ترغیب دی' تجارت یا نجی ضرورت کے لیے مال چاہنے والے شخص کو بلاسودی قرض دلائے۔ خاندان کے افراد کے درمیان کفالت باہمی قرار دی۔ صرف مال ہی کے پہلو سے نہیں بلکہ زندگی کے تمام پہلوؤں سے معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری کا احساس دلایا۔

اسلام میں اجتماعی نظام کفالت کی فکر فرد اور جماعت کی تربیت اور اعلیٰ بنیادوں پر معاشرتی زندگی کی تنظیم پر قائم ہے۔ اسلام نے فرد اور جماعت دونوں کو اس کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ دونوں ہر قسم کی زیادتی سے اس کا تحفظ کرتے ہیں خواہ یہ زیادتی عوام میں سے کسی کی طرف سے ظاہر ہو یا سربراہان حکومت کی طرف سے۔

ان سب کے بعد زکوۃ کا نمبر آتا ہے۔ زکوۃ مال پر عائد اللہ کا حق ہے جو متعین اور مخصوص مقدار میں وصول کیا جاتا ہے' اسے لوگوں کے اندازوں پر نہیں چھوڑ دیا گیا ہے۔ یہ ایسا حق ہے جسے حکومت وصول کرے گی اور اگر کوئی شخص دینے میں

Marfat.com

ہ ما کائی کرے تو اس سے جنگ کرے گی۔ یہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر یا صدقہ کرنے والے کا صدقہ لینے والے پر کوئی احسان نہیں ہے۔

اس طرح زکوٰۃ میں وہ ذلت آمیز صورت نہیں پائی جاتی جس کا بعض لوگ تصور کرتے ہیں کہ ایک شخص دست سوال دراز کرتا ہے اور دوسرا اس میں کچھ ٹکے ڈال دیتا ہے زکوٰۃ کے بارے میں یہ خود ساختہ اور فریب کن تصور ہے جس میں ان لوگوں کے تخیلات نے تنگ آمیزی کی ہے جو اس نظام کی حقیقت سے ناواقف ہیں یا واقف تو ہیں لیکن مخصوص مفاد کے تحت حقائق کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رہے صدقات تو چوں کہ اس میں ایک مخلوق کا دوسری مخلوق پر احسان کا گمان ہو سکتا تھا اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام اس کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ صدقہ اللہ تعالیٰ کو دیا جانے والا قرض ہے جس پر وہ جزا عطا فرمائے گا۔ یہ کسی انسان کی طرف سے دوسرے انسان پر احسان یا بخشش نہیں ہے۔ اس میں نفع پانے والا شخص وہ ہے جو مال خرچ کرتا ہے اس لیے کہ وہ کسی پر احسان نہیں کرتا ہے بلکہ اپنے لیے اسے آگے بھیجتا ہے۔

وما تنفقوا من خير فلانفسكم وما تنفقون الا ابتغاء وجه الله و ما تنفقوا من خير يوف اليكم و انتم لا تظلمون۔ (البقرہ - ۲۷۲)

(اور خیرات میں جو مال تم خرچ کرتے ہو وہ تمہارے اپنے لیے بھلا ہے۔ آخر تم اسی لیے تو خرچ کرتے ہو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔ تو جو کچھ مال تم خیرات میں خرچ کرو گے اس کا پورا پورا اجر تمہیں دیا جائے گا اور تمہاری حق تلفی ہرگز نہ ہوگی)

من ذا الذى يقرض الله قرضا حسنا فيضاعفه له وله اجر كريم (الحدید ۱۱)

(کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض تاکہ اللہ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس

Marfat.com

کردے۔ اور اس کے لیے بہترین اجر ہے)

اس طور پر صدقہ و خیرات کرنے والا کسی محتاج پر احسان نہیں کرتا بلکہ دراصل وہ اللہ سبحانہ کی بارگاہ میں قرض پیش کرتا ہے۔ محتاج تو بس ایک واسطہ ہوتا ہے تاکہ اس کو صدقہ دے کر وہ اللہ تعالیٰ کے اجر کا مستحق ہو۔

یہ ہے اسلام میں اجتماعی نظام کفالت کی حقیقی تصویر جسے میں نے اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کیا ہے تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اسلام کا اجتماعی نظام کفالت بیک وقت فرد اور جماعت کی تربیت کا نظام ہے۔ خاندان کو مستحکم کرنے اور تحفظ بخشنے کا نظام ہے۔ ایسا معاشرتی نظام ہے جو افراد اور حکومتوں کے درمیان تعلقات کی تعیین کرتا ہے اور آخر میں وہ ایسا اقتصادی نظام ہے جو مختلف میدانوں میں اقتصادی تعلقات کو استوار کرتا ہے اور کام اور پیداوار کو پہلا ذریعہ بناتا ہے۔ تجارت اور سود کی طرح اگر ہم دوسرے معاملات میں اس کا تتبع کریں تو دیکھیں گے کہ یہ تمام اقتصادی تعلقات پر حاوی ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام کا اجتماعی نظام کفالت محض صدقہ واحسان اور حسن سلوک کا نظام نہیں جیسا کہ بہت سے لوگ گمان کرتے ہیں' بلکہ زندگی کا ایک وسیع اور ہمہ گیر نظام ہے۔ اس نظام کے ذریعے اسلام نے کفالت باہمی کا ایک ایسا معاشرہ قائم کیا جس سے انسانیت اس وقت تک ناآشنا تھی اور آج بھی اس جیسا معاشرہ قائم ہونے کی امید لگائے ہوئے ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلامی دعوت کا عصری طریقہ

اسلام انسان کے ضمیر میں پایا جانے والا عقیدہ ہے جس سے معاشرے میں ایک کردار وجود میں آتا ہے اور جس کی بنیاد پر ایک نظام برپا ہوتا ہے' ایسا جامع اور مکمل نظام جو انسان کی خانگی' معاشرتی اور بین الاقوامی زندگی کی سرگرمیوں پر حاوی ہے' ان تمام میدانوں میں زندگی کے متنوع تعلقات پر حکمرانی کرتا ہے اور ان تعلقات کو منظم کرنے کے لیے قوانین وضع کرتا ہے۔

اسی لیے اسلامی زندگی میں فرد کے ضمیر میں پوشیدہ عقیدہ اور اس کی زندگی پر حکمرانی کرنے والی شریعت میں علاحدگی ناممکن ہے۔ یہ شریعت صرف اسی عقیدے کی بنیاد پر قائم ہو سکتی ہے۔ ضمیر میں جوں ہی یہ عقیدہ وجود میں آتا ہے وہ زندگی میں شریعت کی صورت میں ظاہر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام کے مزاج میں ان دونوں چیزوں میں کوئی منافات نہیں۔ یہ حقیقت ہمارے لیے اسلامی دعوت کے نقوش راہ متعین کرنے کی ضمانت دیتی ہے جس طرح کہ اس نے ماضی میں اسلامی دعوت کی راہ کے نقوش واضح کیے تھے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ایک داعی کی حیثیت سے اپنے مشن کا آغاز کیا اور جب کچھ لوگوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا تو آپ نے قانون ساز' منتظم

Marfat.com

اور حاکم کی حیثیت سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ آپ نے دین و دنیا میں تفریق کر کے "قیصر کو قیصر کا حق دینے" اور اللہ کو اللہ کا حق دینے کی تعلیم نہیں دی۔ اس لیے کہ اسلام ہر چیز کا مالک صرف اللہ کو قرار دیتا ہے۔ وہ قیصر کو صرف الٰہی شریعت کا نافذ کرنے والا اور الٰہی قانون کے مطابق زندگی کو منظم کرنے والا گردانتا ہے۔

اسلام کے مزاج کی اس واضح حقیقت اور اس تاریخی صورت حال دونوں کی روشنی میں آج ہمارے سامنے دعوت کی راہ کے نقوش نمایاں ہوتے ہیں۔ اس دین کی صلاح وفلاح آج بھی اسی نہج پر ہو سکتی ہے جس پر عہد اول میں ہوئی تھی اور وہ یہ کہ ہم سب سے پہلے "مسلم فرد" تیار کرنے کی کوشش کریں یہاں تک کہ جب حقیقی معنوں میں "مسلم فرد" وجود میں آ جائے گا تو وہ خود بخود اسلامی نظام کو قائم کرنے اور اس کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو گا۔ البتہ جس زمانے میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اور جو حالات ہمیں درپیش ہیں ان کی رعایت کرتے ہوئے آج دعوت کے طریقہ کار میں کچھ تبدیلی کی ضرورت ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا اس وقت ضرورت تھی کہ سب سے پہلے انسانی روح کو اللہ کے سوا دوسرے مختلف معبودوں کی بندگی سے' اور ذہنوں پر قبضہ جمائے اوہام و خرافات اور ذلت آمیز خواہشات نفس کی غلامی سے آزاد کرایا جائے' انسانی روح کو ان ارباب باطل سے نجات دینے' اسے پاک کرنے اور اسلام کی مطلوبہ بلند زندگی کی ذمہ داریوں کے لیے تیار کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ آزادی ضروری تھی۔

اللہ کے علاوہ دوسرے ارباب کی غلامی --- خواہ اوہام اور خرافات کی ہو یا پست خواہشات اور رجحانات کی ---- انسانی طاقت کو ایسی چیزوں میں لگا دیتی ہے جو

Marfat.com

انسان کے شایان شان نہیں۔ ان تمام چیزوں کی غلامی انسان کو تعمیر سے موثر اور باعزت زندگی گزارنے سے باز رکھتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دعوت کا یہی اولین مشن تھا۔ اسی چیز کو آج بھی اپنا نصب العین بنانا چاہیے۔ محض تقریر کے ذریعے نہیں بلکہ نمونہ کے ذریعہ بھی۔ اس لیے کہ ہم لوگوں کو اس چیز کی طرف کیسے دعوت دے سکتے ہیں جس کی زندہ ترجمانی خود ہماری نجی زندگی سے نہ ہوتی ہو۔ اس دعوت کی کوئی قدر و قیمت نہیں جس کے علم برداروں کی زندگیاں خود اس کی دلیل فراہم نہ کرتی ہوں اور اس کی تائید نہ کرتی ہوں۔

ہمارے موجودہ حالات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے حالات میں ظاہری اختلاف کے سوا کوئی فرق نہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آج مختلف معبودوں کی غلامی سے انسانوں کو نجات دلانے کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔ لیکن ہرگز نہیں آج کی دنیا میں پائے جانے والے مختلف معبودوں کی غلامی ایام جاہلیت میں پائے جانے والے مختلف معبودوں کی غلامی سے کسی طرح کم نہیں۔ صرف معبودوں کی نوعیت کا فرق ہے نہ کہ ان کی غلامی کا۔ رہی خواہشات اور خرافات کی غلامی تو یہ بغیر کسی استثنا کے علی حالہ قائم ہے۔

آج ہمارے طریقہ کار میں جس تبدیلی کی ضرورت ہے وہ یہ کہ مسلم فرد کی تیاری کا آغاز ہم صرف عقیدہ اور کردار کے پہلو ہی سے نہ کریں بلکہ بیک وقت اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے لیے ایسے معاشرتی پروگرام بھی پیش کریں جو اسلامی نظریہ کی بنیادوں پر قائم اور اسلامی شریعت سے مستفاد ہوں۔ انہیں ہم اس وقت تک کے لیے موخر نہ کردیں جب تک کہ مسلم افراد وجود میں نہ آجائیں اور نہ ہی ان کو تھوڑا

Marfat.com

تھوڑا کر کے دن بدن پیش کریں جس طرح کہ دعوت اسلامی کے ابتدائی ایام میں پیش کیا گیا تھا۔ طریقہ کار میں یہی وہ واحد تبدیلی ہے جس کا آج دعوت کو درپیش حالات اور عصر حاضر میں ہونے والے تغیرات تقاضا کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی دعوت کا آغاز کیا اس وقت جزیرۃ العرب میں کوئی مستقل حکومت تھی نہ مستحکم نظام اور متعین معاشرتی نظریات پائے جاتے تھے اور نہ اس وقت دنیا میں کہیں حکومت، معاشرت اور معیشت کے ایسے متعین اصول و نظریات پائے جاتے تھے جس طرح آج پائے جاتے ہیں۔ اسی لیے اسلام نے پہلے ایک ایک کر کے معاشرتی نظام کی اینٹیں رکھیں اور زندگی کے بارے میں اپنے نظریات پیش کیے۔ اس انسانی معاشرے کی ترقی اور نمونے کے مطابق جسے وہ قائم کرنا چاہتا تھا اور آخر میں اپنے نظام کے مکمل ہو جانے کے بعد اس نے ان تمام نظاموں کو چیلنج کیا جن سے اس وقت دنیائے انسانیت آشنا تھی اور ان کو شکست فاش دے کر ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ ہتھیار کی قوت سے نہیں جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں بلکہ اس نظریہ کی قوت سے جس کا وہ علم بردار تھا اور جس پر ان نظریات کو قیاس نہیں کیا جا سکتا جو اس وقت دنیا میں پائے جاتے تھے' یہ آزادی کی ایک ایسی جست تھی جس کی انسانی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں ملتی۔ یہ جست آج تک انسانیت کے تمام اقدامات پر سبقت رکھتی ہے۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم اسی بات کو عصر حاضر کی ذہنیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مناسب اسلوب میں لوگوں کے سامنے مدلل طور پر پیش کریں۔

آج دنیا میں مختلف مفصل معاشرتی نظریات پائے جاتے ہیں۔ اب اگر ہم لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اسی طرح ہم بھی

Marfat.com

اسلام کے معاشرتی نظریہ کو تفصیل کے ساتھ پیش کریں۔ یہ صحیح ہے کہ جب تک ہم ایسے مسلم افراد تیار نہیں کرلیں گے جو اس نظریہ پر ایمان رکھتے ہوں' اسے بروے کار لاسکتے ہوں اور کارگاہ زندگی میں اسے نافذ کرسکتے ہوں' اس وقت تک محض نظریے سے زندگی کی اصلاح اور ترقی نہیں ہوسکتی۔ لیکن آج مسلم افراد کی تیاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے معاشرتی نظریے کے بارے میں اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں اس لیے کہ اس نظریے کو مکمل صورت میں عصر حاضر میں زندگی کے مسائل کے حل کے طور پر پیش کیے بغیر نہ دینی وجدان پختہ ہوسکتا ہے نہ انسانی شعور کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

ہم جن لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے ہیں وہ دنیا میں اسلام کے علاوہ دوسرے ایسے نظریات بھی پاتے ہیں جو زندگی پر حکمراں ہیں ان کی وجہ سے ان کا کردار پورا کا پورا اسلامی نہیں ہوپاتا۔ اس لیے کہ موجودہ زندگی کی عمارت اسلامی بنیادوں پر قائم نہیں ہے۔ چناں چہ ان کا دینی وجدان عملی زندگی کے حقائق سے ٹکراتا ہے۔ لیکن یہ چیز ان کے حق میں بہتر ہے۔ اس لیے کہ یہ اس صورت حال کے بدلنے کا نقطہ آغاز ہے۔ یہاں تک کہ آہستہ آہستہ وہ ٹھیک اس شکل کے مطابق ہوجائے گی جس کی صورت گری اسلام کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اسلام کی پیش کی ہوئی یہ تصویر معروف' واضح اور روشن ہو تاکہ مسلم افراد پوری وضاحت اور بصیرت کے ساتھ اسے قائم کرنے کی کوشش کرسکیں۔

اس لیے آج کے زمانے میں صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم لوگوں کو اسلام یا قرآن یا الٰہی حکومت یا اسلامی شریعت یا اسلامی نظام حکومت یا اسلامی نظام معاشرت یا دیگر ان کلی مسائل اور اصولی باتوں کی طرف دعوت دیں جن کا لوگوں کے ذہنوں

Marfat.com

میں کوئی واضح مدلول اور تفصیلی خاکہ نہ ہو۔

ضروری ہے کہ افراد کی اسلامی تربیت کے لیے مراکز ہوں۔ یہ چیز بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ ان مراکز میں انہیں تفصیل سے بتایا جائے کہ مکمل اسلامی زندگی کی وہ کیا شکل ہے جسے وجود میں لانے اور قائم کرنے کی انہیں کوشش کرنا چاہیے اور جس پر ان کا دینی وجدان انہیں اکساتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ یہ شکل لوگوں کے درمیان ایسے مفصل معاشرتی نظریات کی صورت میں معروف ہو جو زندگی کے تمام مسائل کا حل پیش کرتے ہیں' افراد اور جماعتوں کے باہمی تعلقات منظم کرتے ہیں اور ایسی بنیادیں فراہم کرتے ہیں جن پر عام زندگی کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔

یہ اقدام قبل از وقت نہیں ہے۔ اس کا وقت اسلامی حکومت کا قیام نہیں اس لیے کہ اسلامی حکومت صرف اسی وقت قائم ہو سکتی ہے جب تمام لوگ یا ان کی اکثریت اس شکل پر مطمئن اور راضی ہو جائے جسے اسلام زندگی کے لیے پیش کرتا ہے اور وہ جان لیں کہ اسلامی نظام قائم ہونے اور اسلامی زندگی وجود میں آنے پر ان کی زندگی' ان کے تعلقات' ان کے حقوق و فرائض اور ان کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی؟

آج اختصار اور اجمال کے ساتھ لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا ہرگز کافی نہیں ہے جس طرح کہ رسول اللہؐ نے دعوت دی تھی۔ جب کہ آج اسلام کے بالمقابل متعدد معاشرتی نظریات پائے جاتے ہیں۔ لیکن اسلام آج بھی ایسے نظریات کا حامل ہے جو دنیا کے تمام نظریات سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ پھر آخر کیوں ہم اسلام کی طرف دعوت دیتے وقت ان نظریات کو موجودہ زندگی کے تمام تعلقات' حالات اور ضروریات پر نافذ کر کے ان کے سامنے پیش نہ کریں؟

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلامی نظام کے خدوخال

جب ہم اسلامی زندگی کا آغاز کرنے اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی دعوت دیتے ہیں اس وقت کچھ لوگ خوف ظاہر کرتے ہیں اور اندیشہ کرتے ہیں کہ اس رجحان سے کسی گروہ کی حق تلفی یا تعلقات میں خلل واقع نہ ہو جائے۔ ان لوگوں کا خوف اور اندیشہ بے بنیاد ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسلامی زندگی کی حقیقت اور اسلامی معاشرے کے مزاج سے ناواقف ہیں۔

ہم جب اسلامی زندگی کا آغاز کرنے اور اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی دعوت دیتے ہیں تو درحقیقت ہماری دعوت ایک مثالی معاشرے کی طرف ہوتی ہے۔ ہماری دعوت ایسے عدل اجتماعی کی طرف ہوتی ہے جو کسی بھی انسانی نظام میں پائے جانے والے عدل اجتماعی کے تصور سے زیادہ مکمل ہوتا ہے۔ ہماری دعوت امت کے تمام طبقات، گروہوں اور افراد کے درمیان ہم آہنگی کی طرف ہوتی ہے۔

Marfat.com

آج دنیا فکری اور معاشرتی بحران کا شکار ہے۔ اس کے نظاموں اور حالات میں انتشار برپا ہے۔ نظام حکومت ہو یا نظام حیات' سب قلق و اضطراب سے دوچار ہیں اور دنیا کے بہت سے ملکوں میں موجودہ حالات سے ناراض لوگوں کو ان سیاسی اور معاشرتی نظاموں کو تباہ و برباد کرنے کا سنہری موقع حاصل ہے۔ اس لیے کہ ان نظاموں کی بنیادیں ہل گئی ہیں اور وہ فنا کے قریب ہیں یہاں تک کہ ان ملکوں میں بھی جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ان کے نظام مستحکم ہیں اور انہیں اتنی مادی قوت حاصل ہے کہ وہ ان نظاموں کا دفاع کرسکتے ہیں۔

لیکن نظاموں کا دفاع توپ' ٹینک' ایٹم بم' فوج اور پولیس کے ذریعے نہیں ہوسکتا۔ وہ اس لیے زندہ رہتے ہیں کہ معاشرتی زندگی کی فطری ضرورت اور انسانی ضمیر کی شعوری ضرورت کی تکمیل کرتے ہیں لیکن جب یہ دونوں بنیادیں مفقود ہوں تو لوہے اور آگ کی طاقت کو کبھی دوام نہیں مل سکتا۔ یہ حقیقت زندگی کی تمام عبرتوں سے عیاں ہے اور پوری تاریخ میں کبھی جھٹلائی نہیں جاسکی ہے۔

اس لیے ہم جب اسلامی زندگی کے آغاز اور اسلامی معاشرے کے قیام کی طرف دعوت دیتے ہیں تو دراصل تباہ کن معاشرتی جھٹکوں سے بچنا اور اپنی زندگی کو سخت زمین میں گہری بنیادوں پر قائم کرنا چاہتے ہیں۔ عقیدہ اور فکر کی ایسی بنیادوں پر جو متزلزل نہ ہوسکیں۔ ساتھ ہی ہم اپنے لیے اور ان تمام لوگوں کے لیے جو ہمارا طریقہ اختیار کریں مثالی انسانی معاشرہ میں مثالی زندگی چاہتے ہیں۔

اسلام کا نظام معاشرت آج دنیا میں وہ واحد نظام ہے جو صحیح معنی میں "بین الاقوامیت" کی فکر پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ وہ واحد نظام ہے جو اجازت دیتا ہے کہ اس کے زیرسایہ تمام قومیتیں' تمام زبانیں اور تمام عقائد امن کے ساتھ رہ

Marfat.com

سکیں۔ وہ ان سب کے درمیان مطلق عدل قائم کرتا ہے۔

مارکسزم کا دعویٰ ہے کہ ایک عالمی نظام کا قیام اس کا نصب العین ہے۔ لیکن کیا کوئی عالمی نظام بغیر آزادی عقیدہ کے قائم ہو سکتا ہے؟ جب کہ ''آہنی پردے'' کے تمام ممالک میں مادیت کے علاوہ تمام عقائد و نظریات حرام ہیں جو لوگ اس عقیدہ کو نہیں مانتے ہیں انہیں سوویت یونین یا دیگر کیمونسٹ ممالک میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھنے کی اجازت نہیں۔

ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کے زیر سایہ تمام مذہبی عقائد آزادی اور مساوات کے ساتھ زندہ رہ سکتے ہیں۔ جس میں حکومت اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ تمام لوگوں کے لیے آزادی عقیدہ اور آزادی عبادت کا اثبات کریں جن میں غیر مسلموں کو اپنے پرسنل لا کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہو اور تمام شہریوں کو بغیر کسی فرق و امتیاز کے مساوی حقوق حاصل ہوں اور ان پر مساوی ذمہ داریاں بھی ہوں اور یہ تمام باتیں ضمیر میں پوشیدہ عقیدہ پر مبنی ہوں نہ کہ محض قوانین وضوابط پر جو صاف ستھرے نفاذ کے لیے کافی نہیں۔

ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کے زیر سایہ دنیا کی تمام قومیتیں اور نسلیں آزادی اور مساوات کے ساتھ زندگی گزار سکتی ہیں۔ اس کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں خواہ وہ کالے ہوں یا گورے' سرخ ہوں یا زرد' کسی بھی نسل کے ہوں' کسی بھی رنگ کے ہوں اور کوئی بھی زبان بولتے ہوں۔ اس لیے کہ سب انسانی رشتہ کی لڑی میں پروئے ہوئے ہیں۔ ان میں کوئی نسلی امتیاز ہے نہ کسی کو دوسرے پر برتری حاصل ہے۔

ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس میں حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ

Marfat.com

کی ہے کسی انسان، کسی طبقہ یا کسی جماعت کی نہیں۔ اس طرح حقیقی مساوات روبہ عمل آتی ہے۔ اس میں کسی حکمراں کو عام شہری سے بڑھ کر حقوق حاصل نہیں۔ اس میں کوئی شخصیت قانون سے بالاتر نہیں۔ اس میں عوام اور خواص یا وزراء اور غیروزراء کے لیے الگ الگ عدالتیں نہیں ہوتیں۔ اس میں حکمران اعلیٰ عدالت میں ایک عام شہری کے برابر کھڑا ہوتا ہے۔ دونوں میں کوئی تمیز نہیں برتی جاتی۔ کسی کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا جاتا۔

ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس میں تمام شہریوں کو عام دولت میں مشترکہ حق حاصل ہے۔ اس لیے کہ اس میں ملکیت اصلاً جماعت کی ہے جو اللہ کی نائب ہے۔ انفرادی ملکیت عارضی ہے اور صرف منافع حاصل کرنے کی حد تک ہے۔ چناں چہ جب جماعت کو زائد مال کی ضرورت ہو تو افراد کی ضرورت سے زائد مال اس کا ہو جاتا ہے۔

ہم ایک ایسے نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جو وسیع معانی میں اجتماعی باہمی کفالت پر مبنی ہے۔ اس میں جب تک دوسرے شخص کے پاس اس کی ضرورت سے زائد مال ہے کوئی شخص بھوکا پیاسا نہیں رہ سکتا---- یہی نہیں بلکہ اس میں کفالت باہمی کا دائرہ اس سے وسیع ہے۔ اس میں جماعت ہر فرد کے بارے میں جواب دہ ہے کہ اسے کام کے لیے تیار کرے، اس کے لیے کام فراہم کرے اور کام کے دوران اس کی دیکھ بھال رکھے--- پھر جب وہ ضرورت مند ہو یا بے کار ہو یا کسی وجہ سے کام سے معذور ہو تو اس کی کفالت کرے۔ اس کفالت میں عقیدہ نسل یا گروہ کا کوئی امتیاز نہیں۔

ہم ایک ایسے انسانی نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کے بین الاقوامی

Marfat.com

تعلقات ان تمام لوگوں کے ساتھ صلح اور دوستی پر قائم ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ جنگ نہیں کرتے' اس سے دشمنی نہیں رکھتے' اس پر ایمان رکھنے والوں کو اذیتیں نہیں دیتے' زمین میں فتنہ و فساد نہیں برپا کرتے اور انسانوں پر ظلم نہیں کرتے۔ وہ صرف سرکش' فسادی اور ظالم لوگوں ہی کے خلاف جنگ برپا کرتا ہے۔

ہم اس نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں تو کسی فرد یا گروہ یا حکومت کو کیا خوف لاحق ہوتا ہے اگر یہ نظام کسی خطہ زمین میں قائم ہو جائے؟ خصوصاً اس صورت میں جب وہ مستحکم اخلاقی بنیادوں اور گہرے احساسات پر مبنی ہو جو اس کے اصولوں کو طاقت و قوت کے ذریعے نہیں بلکہ اندرونی جذبے کے ذریعے نافذ کرتے ہیں۔

کسی خطہ زمین میں اس نظام کا قیام پوری انسانیت کے لیے انحطاط و زوال' ہلاکت اور تخریب سے محفوظ رہنے کی ضمانت ہے۔ اس لیے کہ تاریکیوں اور بگولوں کے درمیان اس کی حیثیت ایک مینارۂ نور کی ہے جس کے ذریعے انسانیت کو ہدایت مل سکتی ہے اور وہ امن و سلامتی کے ساحل سے ہم کنار ہو سکتی ہے۔

انسانیت آج ایک دوراہے پر کھڑی ہے۔ افکار میں اضطراب' رجحانات میں پراگندگی اور نظاموں میں انتشار برپا ہے۔ پھر اگر ایک ایسا اخلاقی نظام برپا ہو جائے جو عدل و انصاف' اطمینان و سکون اور آزادی و مساوات کا ضامن ہو تو انسانیت یا کسی گروہ کو اس سے کیا پریشانی لاحق ہے؟

آج انسانی معاشروں کے لیے عقیدہ ناگزیر ہے۔ مغربی معاشروں میں عقیدہ کا خلا انسانیت کو مادیت کے گڑھے کی طرف کشاں کشاں لیے جا رہا ہے۔ یہ مغربی معاشرے اس حادثہ کو پیش آنے سے نہیں روک سکتے۔ اس لیے کہ وہ کسی عقیدہ کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف طاقت کا سہارا لیتے ہیں۔ البتہ ہم خود کو اس حادثے سے

Marfat.com

بچا سکتے ہیں۔ ہمیں وہ موقع حاصل ہے جس سے اہل مغرب محروم ہیں۔ ہم اپنے معاشرتی نظام کو ایک طاقت ور، ہمہ گیر اور مکمل عقیدہ پر قائم کر سکتے ہیں۔ اس لیے اہل مغرب کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اس موقع سے فائدہ نہ اٹھانا نادانی ہو گی۔ اس لیے کہ انہیں ہر قسم کی مادی قوتیں حاصل ہیں جب کہ ہم اس سلسلے میں ان سے بہت پیچھے ہیں۔

میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر کوئی گروہ یا کوئی حکومت اس نظام سے کیوں ڈرتی ہے جو ایک عقیدہ پر قائم ہے؟ وہ نظام جو تمام انسانوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، سب کے لیے عدل و مساوات کی ضمانت دیتا ہے اور مادیت کے حملوں کو دفع دیتا ہے۔ اسلحوں کے ذریعے نہیں بلکہ اپنی پختگی، ذاتی قوت اور فکری اور معاشرتی ساخت میں برتری کے ذریعے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مشرق عربی اسلامی سے استعماری فوجوں کے چلے جانے کے بعد ایک خلا پیدا ہو جائے گا اور اندیشہ ظاہر کرتے ہیں کہ کہیں کیمونزم حملہ آور نہ ہو جائے۔ اگر ان کا یہ اندیشہ صحیح ہے تو کیوں نہیں ہمیں اجازت دیتے کہ ہم اس معاشرتی خلا کو ایک ایسے پاکیزہ اور مستحکم نظام کے ذریعے پر کر دیں جو ہمارے دلوں میں پیوست عقائد سے تعلق رکھتا ہے، عدل پرور اور آزادی پسند ہے اور جس کے زیر سایہ تمام انسان امن و سکون کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں؟ کیوں وہ اس نظام کے قیام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں جب کہ یہ نظام کیمونسٹ لہر کو روکنے میں کم از کم سو فوجی ٹولیوں اور دسیوں جنگی بیڑوں اور قلعوں کی جگہ لے سکتا ہے؟!

وہ اس نظام کے اس لیے مخالف ہیں کیوں کہ جب وہ نافذ ہو گا تو استعمار کو بھی اسی طرح کھدیڑ دے گا جس طرح کیمونزم کو کھدیڑتا ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی

Marfat.com

استعمار کو اجازت نہ دے گا کہ کسی نام اور کسی پردے میں بھی اس ملک میں یا پورے عالم اسلامی میں کہیں پایا جائے۔ اسی لیے وہ اس عدل پرور اور کامل نظام کے مخالف ہیں جس کے تحفظ اور عدل سے اس کے ہم مذہب اور اس کے مخالف سب بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اگر ہم عقل اور شعور رکھتے ہیں تو ہمیں اب اس حقیقت کا ادراک ہو جانا چاہیے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم طوطوں اور بندروں کی طرح نقل کرنے سے احتراز کریں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلام ---ایک ناقابل تقسیم اکائی

دنیا میں پایا جانے والا ہر نظام زندگی کے بارے میں ایک فلسفہ اور عام نظریہ رکھتا ہے۔ اسے نافذ کرنے سے کچھ مسائل پیدا ہوتے ہیں جو اس کے مزاج اور اثرات سے میل کھاتے ہیں اور وہ انہیں حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ بات موافق عقل ہے نہ قرین انصاف کہ کسی نظام سے ایسے مسائل حل کرنے کا مطالبہ کیا جائے جو خود اس کے پیدا کردہ نہ ہوں بلکہ کسی دوسرے ایسے نظام کی پیداوار ہوں جو اپنے مزاج اور طریقہ کار میں اس نظام سے یکسر مختلف ہو۔

عقل سلیم کہتی ہے کہ جو شخص زندگی کے مسائل کا حل کسی مخصوص نظام سے چاہتا ہے اسے چاہیے کہ پہلے اس نظام کو زندگی میں نافذ کرے پھر دیکھے کہ کیا یہ مسائل و مشکلات پیش آتے ہیں؟ یا ان کی ماہیت بدل جاتی ہے؟ صرف اسی صورت میں اس نظام سے ان مسائل کے حل کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے جو اس کے نفاذ کے دوران پیش آئیں۔

اسلام ایک مکمل اجتماعی نظام ہے۔ اس کے تمام پہلو باہم دگر مربوط اور

Marfat.com

پیوست ہیں۔ یہ نظام اپنے مزاج' زندگی کے بارے میں اپنے نظریہ اور زندگی گزارنے کے لیے اپنے ذرائع و وسائل میں مغربی نظاموں اور دیگر ان نظاموں سے جو آج دنیا میں نافذ ہیں' یکسر مختلف ہے۔ اس کے اور ان نظاموں کے درمیان بنیادی اور کلی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ بات یقینی ہے کہ آج معاشرہ جن مسائل سے دوچار ہے' وہ اس کے پیدا کردہ نہیں ہیں بلکہ وہ معاشرے میں نافذ انہی نظاموں کی بدولت اور اسلام کے کارگاہ حیات سے دور ہو جانے کے سبب پیدا ہوئے ہیں۔

اس کے بعد بھی یہ عجیب و غریب بات سامنے آتی ہے کہ ان تمام مسائل میں اسلام سے فتویٰ مانگا جاتا ہے۔ اسلام سے ان تمام مسائل کے حل کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور ایسے مسائل میں اس کی رائے معلوم کی جاتی ہے جو اس کے پیدا کردہ ہیں نہ ان کے وجود میں اس کا کوئی حصہ ہے۔ حیرت ہے کہ ایسے ممالک میں جہاں اسلامی نظام سرے سے نافذ ہی نہیں "عورت اور پارلیمنٹ" "عورت اور ملازمت" "عورت اور اختلاط" "نوجوانوں کے جنسی مسائل" اور اسی طرح کے دیگر موضوعات پر اسلام کی رائے معلوم کی جاتی ہے۔ اور مزید حیرت تو اس پر ہے کہ یہ باتیں وہ لوگ معلوم کرتے ہیں جو نہیں چاہتے کہ اسلام نافذ ہو اور زمین پر اس کی حکمرانی قائم ہو۔ بلکہ وہ اس دن کے تصور سے کانپ اٹھتے ہیں جب اسلامی حکومت برپا ہوگی۔

ان لوگوں کے سوالات سے زیادہ عجیب و غریب ان علماء دین کا معاملہ ہے جو ان کا جواب دیتے ہیں۔ اس قسم کی جزئیات اور فروعی مسائل میں اسلام کی رائے اور حکم کے بارے میں ان پوچھنے والوں کے ساتھ بحث و مباحثہ کرتے ہیں اور یہ سب ایسے ملک میں ہوتا ہے جہاں اسلامی حکومت ہے نہ اسلامی نظام۔

Marfat.com

عورت پارلیمنٹ میں جائے یا نہ جائے؟ دونوں جنسوں میں باہم اختلاط ہو یا نہ ہو؟ عورت ملازمت کرے یا نہ کرے؟ یہ اور اسی طرح کے دیگر ان مسائل سے اسلام کو کیا واسطہ جو ایسے معاشروں کی پیداوار ہیں جہاں دوسرے نظام نافذ ہیں اور جو اسلام کو مانتے ہیں نہ اسلامی حکومت چاہتے ہیں؟!!

ان جزئیات اور اس قسم کے دوسرے مسائل کو اسلامی نظام کے مطابق بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ جب کہ پورے کا پورا اسلامی نظام حکومت سے' معاشرتی نظام سے' حکومت کے قوانین سے اور عوام کی زندگی سے بے دخل ہے۔

اسلام ایک ''کل'' ہے وہ تقسیم قبول نہیں کرتا۔ اسے یا تو پورے کا پورا قبول کیا جائے یا پورے کا پورا چھوڑ دیا جائے۔ رہی یہ بات کہ چھوٹی چھوٹی باتوں اور غیراہم معاملات میں تو اس کی رائے معلوم کی جائے لیکن ان عام بنیادوں میں جن پر زندگی اور معاشرے کا قیام ہوتا ہے' اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے تو یہ ذلت اور پستی کی بات ہے اور کسی عام مسلمان کے لیے بھی جائز نہیں --- چہ جائے کہ عالم دین --- کہ اسے اسلام کے لیے قبول کرلے۔

ایسے معاشروں میں جو اسلام کو نہیں مانتے اور اسلامی شریعت کو قبول نہیں کرتے' پیدا ہونے والے مسائل میں سے کسی جزئی مسئلے پر استفتاء کا جواب یہ ہے کہ ان پوچھنے والوں سے کہا جائے کہ پہلے اسلام کو پوری زندگی میں نافذ کرو پھر اس کے بعد اس کی وجہ سے زندگی میں جو مسائل پیدا ہوں ان کے بارے میں اس کی رائے معلوم کرو نہ کہ ان مسائل کے بارے میں جو اسلام سے مخالف و متناقض دوسرے نظاموں کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

اسلام لوگوں کی ایک خاص نہج پر تربیت کرتا ہے۔ مخصوص شریعت کے مطابق

Marfat.com

ان پر حکمرانی کرتا ہے۔ مخصوص بنیادوں پر ان کے معاملات منظم کرتا ہے اور مخصوص معاشرتی' معاشی اور شعوری بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ اس لیے پہلے پورے اسلام کو نظام حکومت میں' قانون سازی کے اداروں میں اور تربیت کے اصولوں میں نافذ کرو۔ پھر دیکھو کہ تم جن مسائل کا شکوہ کر رہے ہو وہ واقعی پیدا ہوتے ہیں یا ازخود ختم ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل ان مسائل کے بارے میں اسلام سے استفتا کیوں جن کا سرے سے حقیقی اسلامی معاشرے میں وجود ہی نہیں ہوتا؟!!

ایسا اسلامی معاشرہ قائم کرو جس میں اسلامی شریعت اور اسلامی اصول و نظریات کی حکمرانی ہو' عورتوں اور مردوں کی گھر میں' اسلامی مدرسہ میں' معاشرے میں تربیت کرو' زندگی کی بقا کی ضمانت دو جس کا اسلام تمام انسانوں کو حق دیتا ہے۔ اسلام کے عدل وانصاف کو نافذ کرو جو وہ تمام لوگوں کو عطا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد عورت سے پوچھو کیا وہ اب بھی پارلیمنٹ میں جانا چاہتی ہے؟ یا اب وہ ان تحفظات کی موجودگی میں اس کی کوئی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتی۔ اس سے پوچھو کیا وہ اب بھی پبلک اداروں میں سروس کرنا چاہتی ہے؟ یا اب کام کرنا نہیں چاہتی۔ اس لیے کہ اس کی زندگی کے تقاضے اس کی ضرورت نہیں محسوس کرتے!! اس سے پوچھو کیا اب بھی وہ مردوں کے درمیان اختلاط' زیب وزینت' تبرج و بے پردگی اور آوارگی چاہتی ہے؟ یا اب اس کی تربیت اسے حیوانی خواہشات اور جنسی شہوات سے محفوظ رکھے گی اور اس کے جذبات اسے اللہ تعالیٰ سے حیا کی بنا پر عصمت وعفت پر اکسائیں گے؟!!

بسا اوقات بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا اسلامی شریعت نافذ کر دینے کی صورت میں ہر سال ہزاروں چوری کرنے والے لوگوں کے ہاتھ نہ کاٹ دیے جائیں گے؟

یہ لوگ بھی مذکورہ بالا غلطی کا ارتکاب کرتے ہیں' لیکن جو لوگ ان کے جواب

Marfat.com

میں اسلام کی فقہی رائے پیش کرتے ہیں وہ دوہری غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں...

ہر سال ہزاروں کی تعداد میں پائے جانے والے چور اسلامی معاشرے کی پیداوار ہیں نہ اسلامی نظام کی بلکہ یہ لوگ دراصل ایسے معاشرے کی پیداوار ہیں جہاں اسلام بے دخل اور کوئی دوسرا معاشرتی نظام نافذ ہے۔ یہ لوگ ایسے معاشرے کی پیداوار ہیں جو بھوکوں اور محتاجوں کو باقی رکھتا ہے اور ان کے مسائل کا کوئی حل نہیں پیش کرتا۔ جو لاکھوں کروڑوں لوگوں کو "بقدر کفاف روزی" تک کی ضمانت نہیں دیتا' جو نفس انسانی کی تربیت نہیں کرتا اور پوری زندگی کو اللہ اور اس کی شریعت سے نہیں جوڑتا۔

رہا اسلامی معاشرہ تو وہ ایسے معاشرے سے یکسر مختلف ہے۔ اسلام ایک ایسا معاشرہ پیش کرتا ہے جس میں ہر فرد کو روزی کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔ خواہ وہ برسرعمل ہو یا بے کار' کام کرنے پر قادر ہو یا عاجز و بے بس' صحت مند و توانا ہو یا بیمار' وہ ہر سال "بیت المال" کے لیے اصل مال سے (نہ کہ صرف منافع میں سے) اوسطا بیسواں حصہ لیتا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کبھی حکومت معاشرے کو ناگہانی آفتوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضرورت مند ہو تو بقدر ضرورت مزید لے سکتی ہے----

پہلے اس نظام کو نافذ کرو پھر دیکھو کہ کیا اس کے بعد بھی کوئی محتاج بچتا ہے اور کیا اس کے بعد بھی کوئی چوری کا اقدام کرتا ہے حالاں کہ وہ آسودہ ہو اور اس کا دل ایمان سے معمور ہو۔

اسی طرح بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں نوجوانوں کے جنسی مسائل کا حل کیا ہوگا؟

دراصل ان لوگوں کے پیش نظر وہ نوجوان ہیں جو غیر اسلامی معاشرے میں

Marfat.com

زندگی گزارتے ہیں جہاں کی ہر چیز ان کی جنسی خواہشات کو برانگیختہ کرنے اور شہوتوں کو بھڑکانے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس صورت حال میں ان نوجوانوں کے مسائل کے بارے میں اسلام کی رائے معلوم کرتے ہیں! جب کہ اسلامی معاشرے میں ایسی دوشیزائیں نہیں ہوں گی جو لباس پہننے کے باوجود برہنہ معلوم ہوتی ہوں' جو خود مائل ہونے والی اور دوسرں کو مائل کرنے والی ہوں' جو ہر جگہ نظر آنے والی ہوں' جو فتنہ پھیلانے والی اور شیطان کا آلہ کار بننے والی ہوں۔ اسلامی معاشرے میں (عبدالوہاب اینڈ کمپنی کی فلموں اور گانوں جیسی) ---- گندی فلمیں اور فحش گانے نہیں ہوں گے' اسلامی معاشرے میں ایسی صحافت نہیں ہوگی جو ننگے پوز اور بے حیائی کی باتیں شائع کرتی ہو' اسلامی معاشرے میں انواع واقسام کی شراب نہیں ہوگی جو لوگوں کے سامنے فسق وفجور اور بے حیائی کو خوب صورت اور مزین بنا کر پیش کرتی ہے۔ اور انہیں ارادہ و تفکر کی قوت سے محروم کردیتی ہے ---- ساتھ ہی اسلامی معاشرہ نوجوانوں کی وقت پر شادیاں کرائے گا اس لیے کہ جو شخص شادی کرنا چاہتا ہو لیکن اس کے پاس وسائل نہ ہوں تو اس کی مدد کرنا بیت المال کا فرض ہے۔

اس لیے اگر تم نوجوانوں کے جنسی مسائل کے سلسلے میں اسلام کی رائے معلوم کرنا چاہتے ہو تو پہلے پورے کا پورا اسلامی نظام نافذ کرو' پھر دیکھو کہ کیا اس کے بعد بھی ---- نہ کہ اس سے پہلے ---- نوجوانوں کے مسائل بچتے ہیں۔

ایک ایسے مسئلے میں جو اسلامی نظام کے نفاذ سے پیدا نہ ہوا ہو اور اسلام زندگی سے بے دخل ہو۔ اسلام کی رائے معلوم کرنے کو میں اس کے ساتھ ایک قسم کا مذاق سمجھتا ہوں اور جو لوگ اس قسم کے استفتا کا جواب دیتے ہیں میرے خیال میں وہ بھی اس مذاق میں برابر کے شریک ہیں۔

Marfat.com

جو لوگ آج اسلام کا نام لے کر عورت کے انتخابات میں حصہ لینے یا سروس کرنے پر پابندی عائد کرتے یا اس سے آستین و دامن لمبا کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں' ان کے نیک اور پاکیزہ جذبات کی قدر کرنے کے ساتھ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ یہ لوگ دراصل اسلام کے استہزا اور مذاق کا سبب بنتے ہیں اس لیے کہ یہ لوگ اصل مسئلے کو انہیں جزئیات میں محدود کردیتے ہیں۔

انہیں تو چاہیے کہ اپنی تمام طاقتیں زندگی کے تمام گوشوں میں اسلامی نظام اور اسلامی شریعت کے نفاذ میں صرف کردیں اور مطالبہ کریں کہ اسلام معاشرتی نظام اور حکومت کے قوانین پر حکمرانی کرے اور مدرسہ' گھر اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں اسلامی تربیت کا اثر ظاہر ہو۔ انہیں چاہیے کہ وہ اسلام کو پورا پورا قبول کریں اور اسے زندگی کے تمام گوشوں میں عمل کرنے دیں۔ اس لیے کہ یہی چیز اسلام اور داعیان اسلام کی عظمت کے زیادہ مناسب ہے۔

یہ اس صورت میں ہے جب وہ اس معاملے میں سنجیدہ اور دعوت میں مخلص ہوں لیکن اگر ان کی غرض محض شور و غوغا کرنا ہے جس سے لوگوں کی نظریں ان کی طرف متوجہ ہوجائیں اور ایسا کرنے میں انہیں کوئی خطرہ بھی نہیں۔ تو یہ بات اور ہے لیکن میں یہ بتلانا ضروری سمجھتا ہوں کہ کم از کم بعض تنظیمیں اور جماعتیں اس سے بری ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلامی منشور

مصر کی سیاسی پارٹیوں نے اپنے منشور کا اعلان کر دیا ہے جو تمدنی دستوروں کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا ہے اور اخوان المسلمین نے بھی اپنے منشور کا اعلان کر دیا ہے جو اسلام سے مستفاد ہے چناں چہ دونوں کے درمیان فرق پوری طرح واضح ہو گیا ہے۔ اور عیاں ہو گیا ہے کہ ان پارٹیوں کا منشور کمزور اور در آمد ہے' جب کہ اسلام کی روشنی میں تیار کیا ہوا منشور وقیع اور پاکیزہ ہے اور وہی امت کی صحیح رہ نمائی کر سکتا ہے۔

ہم نے لوگوں سے بارہا کہا کہ اسلام کے عظیم' فراخ اور محکم اصول و نظریات ان تمام نظریات سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں جن سے انسانیت آشنا ہے۔ اسی طرح اسلام دیگر تمام متمدن ذرائع سے زیادہ قابل عمل اور تمام دستوروں سے زیادہ لچک دار ہے۔

ہم نے لوگوں سے بارہا کہا کہ اسلام جن لوگوں کی تربیت کرتا وہی سیدھے راستے پر گامزن ہیں' وہی ذمہ داریوں کا بار اٹھانے اور انھیں بحسن و خوبی انجام دینے

Marfat.com

پر زیادہ قادر اور معاملات کی انجام دہی میں زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کا ضمیر محافظ، ان کا دین سہارا اور ان کا قرآن ہادی و رہ نما ہے:

"ان هذا القران يهدى للتى هى اقوم" (بنی اسرائیل - ۹)

(حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔)

اب پہلی مرتبہ اسلام کے معاشرتی نظریات کو کسی قدر تفصیل سے پیش کرنے اور دیگر پارٹیوں کے اعلان کردہ پروگراموں کا جائزہ لینے کا موقع نصیب ہوا ہے۔ چناں چہ وہ تمام حقائق پوری طرح عیاں ہو گئے ہیں جن سے ہم نے لوگوں کو بارہا آگاہ کیا تھا۔ مگر انہیں صرف انہیں لوگوں نے تسلیم کیا تھا جن کے سینے اللہ تعالیٰ نے کھول دیے تھے اور ان کی نگاہوں سے پردے ہٹا دیے تھے۔

بے شک داعیان اسلام آلودگی میں مبتلا نہیں ہوئے۔ وہ ہمہ گیر اور مکمل تطہیر کی دعوت دیتے ہیں جس میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو سابق شاہ کے ساتھ شریک رہے ہیں یا اس کا تعاون کیا ہے یا اس کے جرائم کی پردہ پوشی کی ہے۔ یہ چیز برحق ہے، جائز نہیں کہ آلودہ ہاتھ اب بھی اسی طرح کام کرتے رہیں جس طرح عہد ظلمت میں کیا کرتے تھے۔ وہیں کمزور اور آلودہ پارٹیاں تو وہ تطہیر سے ڈرتی ہیں۔ مبنی بر انصاف قصاص سے خوف کھاتی ہیں۔ نظافت اور روشنی سے دور بھاگتی ہیں اور حقیقی عدل سے لرزتی ہیں، وہ عدل جو مجرم کو سزا دیتا ہے خواہ معاشرے میں اس کا کیسا ہی مقام ہو، کیسا ہی پیشہ کرتا ہو اور کتنے ہی مال و دولت کا مالک ہو۔

داعیان اسلام جھوٹی اشرافیت میں ملوث ہوئے نہ قابل نفرت طبقاتی نظام میں۔ وہ مطلق مسائل کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ذمہ داریوں سے بالاتر حکام کا کوئی تصور نہیں، اور حکام، شرفاء اور وزراء کے لیے عوام سے علاحدہ

Marfat.com

عدالتیں اور عوام سے مختلف کارروائیاں نہیں۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ تمام لوگ عام عدالتوں کے سامنے حاضر ہوں اور سب کے ساتھ یکساں کارروائیاں کی جائیں۔ یہ اسلام ہے جس کے نزدیک صدر مملکت یا اس کے وزراء کو مال میں کوئی زائد حق حاصل ہوگا نہ عدالت میں ان کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا رکھا جائے گا' نہ انہیں ایسے حقوق حاصل ہوں گے جن سے عام افراد محروم ہوں۔ داعیان اسلام' اسلام کے نام پر ان چیزوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ رہی دوسری پارٹیاں تو وہ اس قسم کی فکر کی طرف دعوت دینے سے ڈرتی ہیں۔ اس لیے کہ ان کے نفوس میں اب بھی غلامی پیوست ہے اور انہوں نے نسلاً بعد نسل غلامی اور ذلت پر پرورش پائی ہے۔

داعیان اسلام لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں نہ مسائل کو الجھاتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ انفرادی ملکیت کی جو صورت ان دنوں مصر میں ہے وہ حرام ہے۔ کیوں کہ قابل کاشت زمین کا تہائی حصہ شاہ اور اس کے خاندان کے لیے مخصوص ہے۔ حالاں کہ اس میں ان کا کوئی حق نہیں۔ وہ ان کی میراث نہیں ہے بلکہ اسے انہوں نے مصری باشندوں سے چھینا ہے اور اس کے لیے ایسے ہتھکنڈے اختیار کیے ہیں جنہیں کوئی شریعت جائز قرار دیتی ہے نہ کوئی قانون۔ محکموں اور تحقیقات کے اداروں نے لوگوں کو غلام بنا رکھا ہے اور کسانوں کو ملکیت کے حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ اسی لیے داعیان اسلام زرعی ملکیت کی تعیین کا اعلان کرتے ہیں یہی نہیں بلکہ وہ مالک اور مزدور کے درمیان تعلق کی بھی تعیین کرتے ہیں اور صرف نظام مزارعت اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس لیے کہ صرف اسی صورت میں انصاف قائم کیا جا سکتا ہے اور صرف یہی چیز اسلام کے اصول و مبادی سے مطابقت رکھتی ہے۔ نقدی یا عینی کرائے نے بارہا مزدوروں پر ظلم ڈھایا ہے اور ان کے کندھوں کو قرضوں سے

Marfat.com

بوجھل کردیا ہے۔

یہ ہے وہ منشور جسے اعلاء کلمتہ اللہ کے لیے کام کرنے والی پارٹی پیش کرتی ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسری پارٹیاں کیا کہتی ہیں؟ انفرادی ملکیت کے سامنے ان کی زبانیں گنگ ہوگئی ہیں۔ اس لیے کہ وہ خود ہوا کے رخ پر ہیں۔ وہ خود عوام کا خون چوس رہی ہیں۔ وہ خود ایسی جاگیروں پر قابض ہیں جن کے بوجھ تلے مصر دبا جا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دم گھٹنے لگا ہے۔

اس کے ساتھ ہی داعیان اسلام آمدنی کی تحدید کا مطالبہ کرتے ہیں اور مزدوریوں اور تنخواہوں میں حد اعلیٰ اور حد ادنیٰ کے درمیان فرق کم کرنے کا اور تمام لوگوں کے لیے حد ادنیٰ کی ضمانت دینے کا مطالبہ کرتے ہیں جس سے ان کو پیٹ بھر کھانا، سردی و گرمی سے بچنے کے لیے لباس، آرام دہ گھر اور مفت علاج و تعلیم حاصل ہوسکے اور مرض، معذوری، بڑھاپے اور بے کاری کے خلاف معاشرتی ضمانتیں حاصل ہوسکیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مذکورہ چیزوں کے لیے زکوٰۃ ناکافی ثابت ہو تو حکومت مال داروں سے ان کی ضروریات سے زائد مال لے کر غریبوں میں تقسیم کرے۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں کہ زراعت پیشہ مزدوروں کو ٹریڈ یونینوں میں شامل کیا جائے۔ مزدوروں کے قوانین ان پر بھی نافذ کیے جائیں اور مزدوروں کو یونین بنانے کی اجازت دی جائے۔

رہی دوسری پارٹیاں تو انھوں نے اس سلسلے میں زبان تک نہیں ہلائی ہے--- کیوں؟ اس لیے کہ جب زراعت پیشہ مزدوروں کا شمار مزدوروں میں کرنے کی بات سامنے آئی تھی تو ان پارٹیوں کے بہت سے ممبران نے پارلیمنٹ میں ناک بھوں چڑھائی تھی تاکہ "غلام" اپنے آقاؤں کے سامنے سر نہ اٹھا سکیں اور "خدمت

Marfat.com

گزاروں'' کو انسانوں کا درجہ نہ ملنے پائے۔

دوسری پارٹیوں کے منشور کے سامنے اخوان المسلمین کے منشور کی عظمت اور بڑائی اس وقت اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے جب ہم اقتصادی اور معاشرتی میدانوں سے تجاوز کر کے انسانیت کے میدان میں آتے ہیں --- داعیان اسلام نے کسی میدان میں عوام کے اخلاقی معیار اور انسانی اقدار کی بلندی کو فراموش نہیں کیا ہے۔ اس لیے کہ ان کی دعوت معاش کی بنیاد پر قائم معاشی اور معاشرتی اصلاحات سے کہیں زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہے۔ معاشرتی اصلاحات کی طرف انہوں نے بہت پہلے توجہ کی ہے اور اس کے لیے وسیع پروگرام بنایا ہے۔ ساتھ ہی وہ انسانی ضروریات کے بارے میں کشادہ دل واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے کہ وہ قرآن سے رہ نمائی حاصل کرتے ہیں' جس نے انسان کو عزت و عظمت کے اعلیٰ مقام پر فائز کیا ہے۔ "ولقد کرمنا بنی آدم" (بنی اسرائیل - ۷۰) (ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی) اور انسان کی عظمت اس وقت تک ثابت نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہر میدان میں اس کی انسانیت کا ظہور نہ ہو اور وہ اپنے اخلاق اور خواہشات میں حیوان کے درجے سے بلند نہ ہو۔ اسی لیے داعیان اسلام شر و فساد اور ہر قسم کی گندگی کا مقابلہ کرتے ہیں اور مکمل اور ہمہ گیر تطہیر کا مطالبہ کرتے ہیں' نہ صرف سیاسی میدان میں' نہ صرف دستوری میدان میں' نہ صرف اقتصادی میدان میں بلکہ ان کے ساتھ ہر انسان کے نفس اور ضمیر میں بھی۔

گزشتہ سال جب صحافت نے تطہیری اقدامی حملے کیے تھے' لوگ مجھے دیکھتے کہ میں اخوان المسلمین کے آرگن "الدعوۃ" میں بھی لکھتا ہوں' اور اشتراکیوں کے اخبار "الاشتراکیہ" اور نیشنلسٹوں کے اخبار "اللواء الجدید" میں بھی۔ تو وہ مجھ سے

Marfat.com

اس کا سبب دریافت کرتے۔ میں ان سے کہتا کہ میں ان رسائل واخبارات کے صفحات پر صرف ایک جھنڈے ---- اسلام کے جھنڈے ---- تلے معرکہ آرائی کررہا ہوں۔ اسلام عدل اجتماعی کے میدان میں معرکہ آرائی کرتا ہے جس میں کمیونسٹ شریک ہیں۔ اسلام قومی اور سیاسی عدل و مساوات کے میدان میں معرکہ آرائی کرتا ہے، جس میں نیشنلسٹ شریک ہیں۔ اسلام انسانی مساوات کے میدان میں معرکہ آرائی کرتا ہے، جس میں صرف اخوان المسلمین ہیں۔ یہ اخبارت میرے لیے محض معرکہ آرائی کا میدان ہیں اگر ان کے علاوہ دوسرے اخبارات بھی اس معرکے میں شریک ہوں تو میں ان میں بھی اپنی استطاعت بھر حصہ لوں گا۔

اس عظیم جھنڈے تلے میں اپنا متواضع کردار انجام دے رہا ہوں۔ اس میں صرف ایک ہی شعور کارفرما ہے۔ میں صرف ایک ہی جھنڈے تلے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہوں۔ میرے پیش نظر صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے مختلف میدانوں میں عدل وانصاف کا قیام۔ میں صرف ایک ہی چیز کے زیرسایہ ہوں اور وہ ہے اسلام جو آزادی کی تمام تحریکوں کی سرپرستی کرتا ہے۔ جدوجہد کے تمام میدانوں میں ساتھ دیتا ہے، انسانی عزت وعظمت کے لیے پیش کی جانے والی ہر دعوت کی حمایت کرتا ہے اور تمام دعوتوں پر افق کی وسعت، مقصد کی ہم آہنگی اور ایمان کی حرارت کا اضافہ کرتا ہے۔

آج زمانے نے میری اس بات کی صداقت واضح کردی ہے اور تمام لوگوں کو معلوم ہوگیا ہے کہ اسلام کس طرح ان تمام مقاصد کی تکمیل کے لیے جدوجہد کرتا ہے؟ کس طرح وہ وطن کو سرکش موقع پرستوں، ناجائز قبضہ کرنے والوں اور آبادکاروں سے پاک کرنے کا مطالبہ کرتا ہے؟ کس طرح وہ ملک کے تمام باشندوں کے

Marfat.com

لیے معاشرتی عدل و مساوات اور حقیقی آزادی کا مطالبہ کرتا ہے؟ کس طرح وہ انسانی عزت و عظمت بحال کرنے کی دعوت دیتا ہے؟!!

اسلام کی دعوت مستقبل کی دعوت ہے۔ اگر ان پارٹیوں کو اللہ تعالیٰ راستی کی توفیق دے اور وہ اپنے نفوس کی تطہیر کرلیں اور روشنی دیکھ کر اپنی آنکھیں کھول لیں تو وہ یقیناً اس دعوت پر لبیک کہیں گی اور اللہ کے جھنڈے تلے آجائیں گی۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

واحد راہ

ہم اپنے بین الاقوامی معاملات میں ایک ہی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں' اس کے علاوہ دوسری راہ نہیں۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے سامنے کئی راہیں ہیں اور ہم ان میں سے کسی کو بھی اختیار کرسکتے ہیں وہ وقت کا تقاضا' حالات کی زبان اور اشیا کا مزاج سمجھنے سے قاصر ہیں۔

ہم مجبور ہیں کہ اپنے لیے ایک جھنڈے کا انتخاب کرلیں اور اس کے نیچے جمع ہونے والی قوموں میں شامل ہوجائیں۔ ہم تنہا رہ سکتے ہیں نہ ایسے بلاک میں شامل ہوسکتے ہیں جو ازکار رفتہ (Out of date) ہوچکا ہے اور اس کی حیثیت قصہ پارینہ کی سی ہوگئی ہے جیسا کہ تنگ علاقائی قومیت یا محدود عربی قومیت کی طرف دعوت دینے والے سمجھتے ہیں۔

علاقائی قومیت کی ''محبت'' ختم ہوچکی۔ اسی طرح نسل پرستی پر قائم قومیت کی محبت بھی ختم ہوچکی۔ اس زمانے میں ان دونوں قومیتوں کا کوئی مقام نہیں۔ یہ صرف انہی تنگ اور محدود ذہنوں میں موجود ہیں جو زمانے کی روح' منطق اور تقاضوں سے

Marfat.com

بہت پیچھے ہیں۔

دنیا اس وقت دو واضح بلاکوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ایک تیسرا بلاک ہے جو ان کے درمیان ڈانواڈول ہے۔ اس لیے کہ اس کے پاس کوئی ایسی فطری اور صحیح بنیاد نہیں جس پر وہ قائم رہ سکے۔ یا اس لیے کہ وہ اس بنیاد کو جانتے ہوئے بھی اس سے روگردانی کر رہا ہے اور اسے دیکھتے ہوئے بھی دوسری بنیاد تلاش کر رہا ہے۔

دونوں واضح بلاک ہیں مشرقی بلاک اور مغربی بلاک۔ پہلا نظریاتی بنیاد پر قائم ہے اور دوسرا صرف اور صرف استعمار کی بنیاد پر' لیکن دونوں بلاک ہمیں اپنے دام میں گرفتار کرنے کے لیے باہم دست و گریباں ہیں۔ دونوں ہمیں اپنا شکار بنانے کے لیے برسرپیکار ہیں' دونوں ہمیں ہڑپ کرنا اور نگلنا چاہتے ہیں اور اس سلسلے میں انہیں آسانی اس صورت میں ہوگی کہ ہم ایک مستقل اور آزاد بلاک نہ بننے پائیں اور چھوٹے چھوٹے ملکوں کی شکل میں باقی رہیں۔ ہر ملک بلی کی طرح پھولے اور انتہائی کمزور قومی جھنڈے تلے جمع ہو۔

ہم میں سے جو لوگ محدود عربی قومیت کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ حقیقت میں وہ مشرقی و مغربی بلاکوں میں سے کسی ایک کے ہمیں نگلنے اور ہڑپ کرنے کے عمل کو آسان بنا رہے ہیں۔ رہے ہم عوام تو اس سلسلے میں ہماری ایک دوسری رائے ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہمیں ہڑپ کر سکے۔ اس لیے ہم ان کمزور اور پھس پھسے نعروں کی مخالفت کرتے ہیں جو وظیفہ خوار یا فریب خوردہ لوگ مشرقی یا مغربی استعمار کے حق میں بلند کرتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ ہمارے سامنے کئی راستے نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو اختیار کر سکیں بلکہ ہمارے لیے صرف ایک ہی راستہ ہے جس سے مفر نہیں۔ اور وہ یہ

Marfat.com

کہ ہم ایک مستقل اور آزاد بلاک بن جائیں جو نہ مشرق سے وابستہ ہو نہ مغرب سے۔ اس لیے کہ مشرق اور مغرب دونوں ہی کی ہم پر نظریں ہیں اور دونوں ہی ہمیں تنہا نگلنا چاہتے ہیں۔

ہم میں سے کون اپنی اس خواہش کا اظہار کر سکتا ہے کہ ہم ان دونوں بلاکوں میں سے کسی ایک کو تقویت پہنچائیں اور اس کی مدد کریں تاکہ وہ بعد میں ہمارا خاتمہ کردے؟ اب ہم ان دونوں بلاکوں کے بارے میں الگ الگ گفتگو کریں گے:

مغربی بلاک

کیا مصر یا کسی عربی یا اسلامی ملک میں ہم میں سے کوئی اس بات کی جرات کر سکتا ہے کہ ہمیں استعماری کیمپ سے وابستہ کردے جس کے جوتے تلے ہم مصر، لیبیا، تیونس، مراکش، الجزائر، صومالیہ، اریتیریا، سنگھال، فلسطین، شام، لبنان، عراق، اردن، یمن، حجاز، نوکالونیوں اور ملابار وغیرہ میں دبے ہوئے ہیں اور وہ ہمیں اپنے پیروں تلے روند رہا ہے۔ یہ سب اسلامی ممالک ہیں اور مغربی استعمار کے مفاد کے لیے ان سب کا استحصال کیا جا رہا ہے۔ مغربی استعمار کے ممالک ہمارے خلاف متحد ہیں اور وقت ضرورت ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کرتے ہیں۔ چناں چہ جب بھی ان میں سے کسی ملک میں عوامی شورش برپا ہوتی ہے تو دوسرے ممالک اس عوامی دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے دوست ملک کی مدد کو دوڑ پڑتے ہیں۔ ؏

؏ جس وقت یہ مقالہ سپرد قلم کیا گیا تھا اس زمانے میں استعماری فوجیں بیشتر اسلامی ممالک پر قابض تھیں۔

Marfat.com

عالم اسلامی میں آزادی کی جدوجہد کی راہ میں صرف انگلینڈ' فرانس' اٹلی اور ہالینڈ ہی روڑا نہیں بنتے بلکہ امریکہ بھی اپنے ڈالروں' ٹینکوں' جنگی جہازوں' فوجوں اور بین الاقوامی اثرات کے ذریعے ان کا تعاون کرتا ہے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے جس سے ہم عوام اچھی طرح واقف ہیں۔ خواہ مشرق میں امریکہ کے ذرائع ابلاغ ہمیں کتنا ہی گمراہ کرنے کی کوشش کریں۔

پھر آخر کون ہمیں اس استعماری بلاک سے وابستہ کرنے کی جرات کر سکتا ہے۔ تاکہ ہم اپنے لاکھوں نوجوانوں کو اس جنگ میں جھونک دیں جس میں وہ کامیابی چاہتا ہے تاکہ ہم پر اس کی استعماری گرفت اور مضبوط ہو جائے؟ جو شخص بھی ایسا کرنے کی جرات کرے گا وہ خواہ کوئی بھی ہو اس کا مزہ چکھ کر رہے گا۔ اس لیے کہ اب ہماری قوم مزید استعمار کو برداشت نہیں کر سکتی۔ اب اسے استعمار کے ناموں اور شکلوں کا تنوع دھوکے میں مبتلا کر سکتا ہے نہ مستعمرین کے ناموں اور ان کی شخصیتوں کا تنوع فریب میں رکھ سکتا ہے۔ اس لیے کہ تکلیفوں' قربانیوں اور تجربات کی بھٹی میں تپنے کے بعد اس کا شعور اب پختہ ہو گیا ہے۔

ہرگز نہیں۔ کوئی شخص ہمیں اب مغربی استعمار کے جوئے سے وابستہ نہیں کر سکتا۔ نہ مطمئن کر کے نہ طاقت کے زور پر' نہ مال کی لالچ دے کر۔ خواہ دھوکہ دینے والے ان وظیفہ خوروں کی تعداد کتنی ہی ہو جائے کیوں کہ اب ہم بیدار ہو چکے ہیں۔ اب اس شخص کے لیے تباہی اور ناکامی ہے جو ہمیں خوابیدہ سمجھ رہا ہے۔

Marfat.com

مشرقی بلاک

ہم میں سے بعض غافل لوگ جو چاہتے ہیں کہ ہم استعمار سے کسی بھی طریقہ سے چھٹکارا حاصل کرلیں، مشرقی بلاک کی طرف اپنا میلان ظاہر کرتے ہیں۔

لیکن اس طویل و عریض خطہ ارض میں ہم--- مسلمان اور عیسائی--- اس رجحان کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اپنی روحوں کو غلام بنا کر اپنی سرزمین کی خلاصی حاصل کریں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اس بھاری قیمت کے عوض اپنے عقائد کا سودا کرلیں جب کہ ہم اپنی سرزمین کو دوسرے طریقے سے بھی آزاد کراسکتے ہیں۔

اس سرزمین میں رہنے والا کوئی مسلمان یا عیسائی یہ نہیں چاہے گا کہ ہم پر کمیونزم کی حکمرانی ہو تاکہ وہ مسلمانوں اور عیسائیوں کو ایک ساتھ ذبح کرڈالے جیسا کہ ان کے ساتھ مشرقی اور مغربی ترکستان میں کمیونسٹ روس اور کمیونسٹ چین کررہے ہیں۔

ہماری مبارک سرزمین میں کمیونزم کی طرف دعوت دینے والے اقلیت میں ہیں اور خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرلیں اور انہیں کتنا ہی تعاون ملے وہ اقلیت ہی میں رہیں گے۔ اس لیے کہ کمیونزم ایک غیر فطری نظریہ ہے۔ ہماری سرزمین اس کے لیے زرخیز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہمیں اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس ایک دوسرا معاشرتی نظام ہے جو اس سے زیادہ ترقی یافتہ، اس سے زیادہ عدل پرور، اس سے زیادہ ہماری انسانیت کا احترام کرنے والا اور عصر حاضر میں اس مادی نظریہ (جس پر کمیونزم کی بنیاد ہے) سے زیادہ ہماری اور انسانیت کی ضرورتیں پوری کرنے والا ہے۔ کمیونزم کی طرف دعوت دینے والے اقلیت میں رہیں گے کیوں کہ وہ ایک ایسے

Marfat.com

نظریہ کی طرف دعوت دیتے ہیں جو اس ماحول میں غیر فطری اور اجنبی ہے' جس کی کوئی ضرورت نہیں۔ معاشرتی نظریات اسی وقت زندہ رہتے ہیں جب معاشرے کو ان کی ضرورت ہو۔

ہم مسلمان اور عیسائی یہ بھی نہیں چاہتے کہ تطہیر کی قربان گاہوں میں جائیں جو آہنی پردہ کے ممالک میں مذہبی عقائد رکھنے والے لوگوں کے لیے قائم کی جاتی ہیں۔ ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں کہ اس لیے کہ ہمیں زندگی میں بہت کچھ کرنا ہے۔ زندگی میں ہم پر بہت سی انسانی ذمہ داریاں ہیں۔ ہاں ہمیں اپنے آپ کو کمیونزم کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دینے کا شوق نہیں۔

اس لیے ہم پر لازم ہے کہ خود ایک بلاک بن جائیں۔

ہمارے لیے ممکن نہیں کہ کمزور علاقائی قومیت یا تنگ عربی قومیت کے حدود میں تنہا زندگی گزار سکیں۔ اسی طرح ہمارے لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ ان دونوں بلاکوں میں سے کسی میں شامل ہو جائیں جو ہمیں شکار کر لینے کے لیے باہم برسرپیکار رہیں اور ہمیں ہڑپ کرنے کے لیے ایک دوسرے پر غالب ہونا چاہتے ہیں۔ اب ہم پر ایک تیسرا راستہ اختیار کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ ہمارے لیے ایک ہی راستہ متعین ہو جاتا ہے جس سے ہمیں مفر نہیں۔ ہمارے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ اسے اختیار کر لیں اور کمزور علاقائی قومیت اور تنگ عربی قومیت کی طرف دعوت دینے والوں کو اپنے پیچھے چھوڑ جائیں کہ وہ گزشتہ صدیوں کے خیالات اور اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی کی دنیا کی ''دوستیوں'' میں مگن رہیں۔ قدیم دوستیوں کو مضبوطی سے تھامنے والے بہت سے لوگ ہیں۔

لیکن مغربی بلاک اور مشرقی بلاک کو پسند نہیں کہ ہم واحد فطری جھنڈے تلے

Marfat.com

جمع ہوں۔ ہمارے معاشرے اور ماحول میں سرایت کیے ہوئے ذرائع ابلاغ بھی انہیں کا پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ اسی لیے ہم فطری جھنڈے سے اعراض کرتے ہیں جس کے تحت طویل و عریض عالم اسلامی کے پچاس کروڑ سے زائد باشندے جمع ہو سکتے ہیں۔ اس جھنڈے کو چھوڑ کر ہم ایک مصنوعی جھنڈے --- ایشیائی افریقی بلاک --- تلے جمع ہوتے ہیں جب کہ یہ ایسا جھنڈا ہے جس کے دو بڑے ممبروں --- ہندستان اور پاکستان --- کے درمیان کشمیر کے مسئلے پر اختلاف ہے۔ دونوں کسی ایک رائے پر متفق نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ کس طرح وہ بلاک قائم ہو سکتا ہے جس کے دو بڑے ممبروں کے درمیان خلیج حائل ہو!

یہ ایک غیر فطری بلاک ہے لیکن دونوں بلاک جو ہمارے دشمن ہیں۔ ہمیں اسے اختیار کرنے پر اکسا رہے ہیں تاکہ ہم اس فطری بلاک کی طرف متوجہ نہ ہو سکیں جو ایسی قوموں پر مشتمل ہے جن کا عقیدہ ایک' تاریخ ایک' مصلحت ایک' جغرافیہ ایک' اقتصادیات ایک اور جنہیں بغیر کسی استثنا کے ایک بلاک کے اجزاء ترکیبی بھی میسر ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ اس بلاک کے فطری بنیاد پر قائم ہو جانے سے مشرقی بلاک اور مغربی بلاک دونوں تنگی اور پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے!

عالم اسلامی میں فطری بلاک قائم نہ ہو سکنے کی وہ کیا دلیل دیتے ہیں؟ یہ کہ عالم اسلامی میں غیر مسلم اقلیتیں بھی رہتی ہیں!

حیرت ہے! ایسا لگتا ہے گویا یہ اقلیتیں حال ہی میں نمودار ہوئی ہوں اور انہوں نے ان ممالک میں چودہ صدیوں تک باعزت زندگی نہ گزاری ہو۔ حالاں کہ اس جیسا کوئی ملک نہیں جو اس کی طرح اپنی اقلیتوں کا تحفظ کرتا ہو اور ان کی دیکھ بھال رکھتا ہو۔ یہ تو دراصل فتنہ ہے جسے وہ ان پرامن ممالک میں بھڑکانا چاہتے ہیں۔ حالاں کہ وہ

Marfat.com

اس مذموم تعصب سے کوسوں دور ہیں۔ نہ صرف آج بلکہ پوری تاریخ میں، خاص طور پر اس وقت جب پورے عالم اسلامی میں ایک کونے سے دوسرے کونے تک صرف اسلامی قانون کی حکمرانی تھی۔ انسانیت نے دنیا کے کسی خطہ میں تمام لوگوں کے لیے عدل و انصاف کا ایسا مشاہدہ نہیں کیا جیسا کہ عالم اسلامی میں اس عہد میں کیا تھا جب وہاں اسلامی قانون کی حکمرانی تھی۔

یہ ایک بے بنیاد دلیل ہے جو تاریخ کی شہادت اور زمانے کے تقاضوں کے سامنے ٹک نہیں سکتی۔ ایک ہی راہ ہے جسے اختیار کرنا ہم پر لازم ہے۔ اس سے مفر نہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم زیادہ ادھر ادھر نہ بھٹکیں اور سیدھے راستے پر گامزن ہو جائیں۔ ورنہ اپنے اوقات، زمانے کے تقاضے اور اشیا کی فطرت کے خلاف یوں ہی ناکام کوششوں میں ضائع کرتے رہیں گے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مصری خارجہ پالیسی اور اسلام

"مصر اولا.... نعم و لکن"۔ میں یہ عنوان پروفیسر احسان کے ایک مقالے سے مستعار لیتا ہوں۔ جو انہوں نے اخبار "المصری" میں لکھا تھا۔ اس کا آغاز انہوں نے اس طرح کیا ہے:

"مصر کی خارجہ پالیسی کیا ہے؟ اس پالیسی کے خطوط کیا ہیں؟ نئے عہد میں سب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مصر کی خارجہ پالیسی خالص مصری ہو۔ وہ عربی ہو نہ مشرقی اور نہ ایسی پالیسی ہو جو دونوں عالمی بلاکوں میں سے کسی ایک کا زاویہ نظر بتاتی ہو بلکہ وہ خالص مصری ہو یعنی تمام مسائل صرف مصری مفاد کی روشنی میں حل کیے جائیں اور بین الاقوامی "روشن ضمیری" کی نئی تشریح کی جائے۔ اس لیے کہ ملکی مفاد کی خواہش روشن ضمیری سے متعارض نہیں ہے۔ البتہ روشن ضمیری کا دعویٰ بسا اوقات ملکی مفاد سے ٹکرا جاتا ہے!"

مجھے یہ جان کر خوشی ہو رہی ہے کہ نئے عہد میں تمام لوگوں کے دلوں میں یہ خواہش پیدا ہوگئی ہے کہ مصر کی خارجہ پالیسی خالص مصری ہو جس کا دونوں عالمی بلاکوں میں سے کسی کی طرف میلان نہ ہو۔

لیکن میں چاہتا ہوں کہ ہم "مصری" کے مفہوم کی تعیین پر بھی اتفاق کرلیں۔ اس سلسلے میں بہتر ہوگا کہ ہم عالمی سیاست کے موقف اور ان بنیادی خطوط سے

Marfat.com

مدلیں جن کی بنیاد پر مغربی بلاک اور مشرقی بلاک ہمارے ساتھ معاملہ کرتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ آیا ہمیں اس حیثیت سے دیکھا جاتا ہے کہ ہم "مصری" ہیں یا اس حیثیت سے کہ ہم "عربی" یا "مشرقی" یا "اسلامی" محاذ کا ایک ٹکڑا ہیں۔ خواہ ہم اپنی سیاست میں یہ مراد نہ لیتے ہوں۔

ان خطوط کا جاننا ہمارے لیے ازبس ضروری ہے۔ اس لیے کہ اگر ہم ایک محاذ کا حصہ ہیں تو اس سے الگ ہو سکتے ہیں نہ اس سے دست بردار ہو سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں اپنی دفاعی یا اقدامی پالیسیوں کو اسی بنیاد پر طے کرنا ہو گا کہ ہم ایک محاذ کا چھوٹا سا حصہ ہیں۔ اس لیے کہ اگر دوسرے حصے الگ ہو جائیں تو اس چھوٹے سے حصے کو بچانا ممکن نہ ہو گا۔ اس صورت میں لفظ "مصری" کو اس سے وسیع مفہوم میں لینا ہو گا جو پہلی نظر میں لیا جاتا ہے۔

پروفیسر احسان اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

"اگر ان معاوضوں کی ادائیگی میں جرمنی کا کوئی مفاد وابستہ نہیں تھا تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور کسی ملک نے اس پر بہت زیادہ دباؤ ڈالا ہے اور سوائے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے کوئی دوسرا ملک جرمنی پر اس حد تک دباؤ نہیں ڈال سکتا۔ معلوم ہوا کہ ریاست ہائے متحدہ ہی ہے جس نے اسرائیل کو یہ معاوضے دلوائے ہیں۔ یہی وہ مہربان اور شفیق ماں ہے جو برابر اپنے لاڈلے 'اکلوتے بیٹے کی دیکھ بھال کرتی رہتی ہے اور جوں ہی اس کے اعضا میں کمزوری آتی ہے اسے حیاتین کا انجکشن دے دیتی ہے۔

پھر کیا ہم صرف جرمنی کو ملامت کریں اور امریکا کو ذمہ داری سے مستثنیٰ کر دیں۔ ان حالات میں ضروری ہو جاتا ہے کہ مصری پالیسی اور عرب ممالک کی

Marfat.com

پالیسی کا رخ متعین ہو جائے۔ اب اگر یہ پالیسی امریکا ہی کو ان معاوضوں کی ادائیگی کا ذمہ دار قرار دیتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم خواہ مغربی جرمنی کے ساتھ اپنی پالیسی کے سلسلے میں کتنی ہی تجویزیں پاس کرلیں مگر اصل حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔''

یہ بات بالکل صحیح ہے۔ اسرائیل کے قائم ہونے، آج تک باقی رہنے، اور ان جرمن معاوضوں کے پانے کا اولین ذمہ دار امریکا ہی ہے۔ ضروری ہے کہ یہ بات ہمارے ذہنوں میں اچھی طرح واضح ہو جائے تاکہ اسی کی بنیاد پر ہم امریکا کے ساتھ اپنی پالیسی طے کرسکیں۔

لیکن اس وقت یہ میرا موضوع نہیں۔ اس وقت ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسرائیل کے تعلق سے اور ہم مصریوں کے تعلق سے امریکی پالیسی کے بنیادی خطوط کیا ہیں؟ تاکہ ہم پر واضح ہو جائے کہ اس مسئلے اور اس جیسے دوسرے مسائل میں ہم محدود معنی میں ''مصری پالیسی'' اختیار کرسکتے ہیں یا ہم پر لازم ہے کہ اس سے وسیع مفہوم مراد لیں جو محاذ کے تمام حصوں پر مشتمل ہو؟

پروفیسر احسان اپنے مقالے میں فرماتے ہیں:

''مصر کو آج تک امریکا سے محض امیدوں کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا ہے۔ ایسی امیدیں جو پوری ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جاتی ہیں اور ان کی جگہ دوسری امیدیں لے لیتی ہیں اسی طرح امیدوں کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اور حاصل کچھ نہیں ہوتا۔

○ ہمیں امید تھی کہ جلاوطنی کے مسئلے میں امریکا مصر کی حمایت کرے گا لیکن یہ امید پوری نہ ہو سکی۔

○ ہمیں امید تھی کہ فوج کو اسلحے فراہم کرنے کے سلسلے میں امریکا مصر کی مدد کرے گا یہ امیدیں بھی بر نہیں آئی۔

Marfat.com

○ ہمیں امید تھی کہ امریکا اقتصادی اور عمرانی مسائل کے حل میں مصر کا تعاون کرے گا لیکن اس سلسلے میں بھی مایوسی رہی۔

○ ہمیں امید تھی کہ امریکا فلسطین کے مسئلے میں یا کم از کم پناہ گزینوں کے مسئلے میں مصر کی مدد کرے گا لیکن یہ امید بھی پوری نہ ہو سکی۔

اس کے باوجود امیدیں پھر پیدا ہوتی ہیں مگر امیدیں ہی رہتی ہیں۔ امریکا برابر اس موقع شناس شخص کا رول ادا کرتا ہے جو اپنے چہرے پر مسکراہٹیں بکھیر کر اپنے دوست سے بغل گیر ہوتا ہے تاکہ اس کا (یعنی اس کے دوست کا) دشمن اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دے!

کیوں امریکہ، مصر اور دوسرے عرب ممالک کے ساتھ وہی پالیسی نہیں اپناتا جو اسرائیل کے تئیں اختیار کرتا ہے؟

کیوں وہ ہمیں اسلحے، معاوضے اور قرضے نہیں دیتا جس طرح اسرائیل کو دیتا ہے؟

اسرائیل اور امریکہ کے درمیان ایسا کوئی سیاسی معاہدہ بھی نہیں کہ کہا جائے کہ اسرائیل کو امریکہ کا یہ تعاون اسی معاہدے کی وجہ سے ہے۔

ایسا بھی نہیں کہ کمیونزم سے عرب ممالک کے مقابلے میں اسرائیل کو زیادہ خطرہ ہو کہ کہا جائے کہ امریکہ اسرائیل کو اس سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔

یہ بات بھی نہیں کہ امریکہ کے مفادات عرب ممالک کے مقابلے میں اسرائیل سے زیادہ ہوں کہ سمجھا جائے کہ امریکہ اپنے مفادات کے لیے ایسا کر رہا ہے۔

پھر کیوں امریکا ہمارے ساتھ اسرائیل جیسا معاملہ نہیں کرتا؟''

میں چاہتا تھا کہ یہ سوال ڈاکٹر احمد حسین، جمعیتہ الفلاح اور اس کے چاروں یا پانچوں وزراء اور امریکہ کی دوستی کا دم بھرنے والے تمام لوگوں سے کروں اور ان

Marfat.com

سے جواب مانگوں لیکن یہاں میں خود اس کا مختصر جواب دے رہا ہوں' اس سوال کے جواب سے ہی ہماری خارجہ پالیسی کے خطوط متعین ہوں گے۔

امریکہ اسرائیل جیسا معاملہ ہمارے ساتھ کرتا ہے نہ کسی دوسرے عرب ملک کے ساتھ۔ اس لیے کہ ہم ایک ہی محاذ کے مختلف حصے ہیں۔ خواہ اسے عربی محاذ کہہ لیجیے یا اگر حقیقی معنی میں دیکھا جائے تو "اسلامی محاذ" کہہ سکتے ہیں۔ جو عرب سرزمین سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ یہ محاذ سفید فام انسان کی شہنشاہیت کے مقابلے میں ایک بلاک کی حیثیت رکھتا ہے جس کی نمائندگی امریکہ' انگلینڈ' فرانس اور ہالینڈ کر رہے ہیں۔ یہ ممالک ہر جگہ اسلامی بلاک کے مقابلے میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ایک ہی پالیسی اختیار کرتے ہیں جس کی جزئی تفصیلات میں تو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن بنیادی اصول ایک ہی ہیں۔

وادی نیل کے معاملے میں مغربی پالیسی ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔ اسی طرح فلسطین کے مسئلے میں بھی ہم مغربی پالیسی سے بخوبی واقف ہیں۔ شمالی افریقہ کے مسئلے پر اقوام متحدہ میں امریکی وفد کے سربراہ مسٹر فلپ جیسوپ نے اقوام متحدہ میں جو بیان دیا ہے اسے ملاحظہ کیجیے:

"ریاست ہائے متحدہ امریکہ اب عرب ایشیائی بلاک کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ فرانس کی دشمنی میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ اسے اس سلسلے میں "کامیابی" بھی ملی ہے۔ (اس لیے کہ اس بلاک کے ممبر ممالک فرانس دشمنی میں اپنے انتہاپسندانہ موقف میں کچھ نرم پڑنے لگے ہیں۔) ریاست ہائے متحدہ امریکہ چاہتا ہے کہ اقوام متحدہ میں جو قرارداد پیش ہو وہ معتدل ہو اور اس میں صرف دونوں فریقوں کے درمیان دوبارہ بات چیت شروع کیے جانے کا مطالبہ ہو"۔

Marfat.com

کشمیر کے مسئلے میں ہم جانتے ہیں کہ مغربی کیمپ کا میلان کس جانب ہے؟ ظاہر ہے وہ ہندستان کی جانب ہے---- دوسری طرف انگلینڈ افغانستان کو اکسا رہا ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ سرحدوں پر تنازعات شروع کر دے۔

یہ سب "سفید فام انسان" کی سیاست ہے۔ وہ مصر کی طرف اس نظر سے دیکھتا ہے کہ مصر ایک بڑے محاذ کا حصہ ہے جو دوسرے تمام حصوں سے مربوط اور پیوستہ ہے۔ پورے محاذ کو چھوڑ کر صرف مصر پر حملہ نہیں ہوگا۔ اس لیے ضروری ہے کہ دفاع بھی دوسرے تمام حصوں کے ساتھ مل کر ہو۔

معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ محض "روشن ضمیری" یا جذبات کی رو میں بہہ جانے کا نہیں بلکہ ہمارے بین الاقوامی کردار کی حقیقت تک پہنچ جانے والی گہری نظر کا ہے۔

شرق اردن یا لیبیا میں برطانوی فوج کی موجودگی سے ہماری آزادی اس سے کم متاثر نہیں ہوگی جتنی "صفحہ قنال" یا وادی کے جنوب میں فوج کی موجودگی سے۔

اسی طرح شمالی افریقہ میں فرانس کے وجود سے جو خطرہ سامنے آیا ہے وہ ہماری سرحدوں پر اسرائیل کے قیام سے کسی طرح کم نہیں۔ یہ سب استعماری زنجیر کی کڑیاں ہیں۔

میں تائید کرتا ہوں کہ ہماری پالیسی "مصری" ہونی چاہیے اور ہم اپنی طاقت بھر اس پر عمل پیرا ہوں۔ لیکن میں پورے اخلاص کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اس پالیسی کا تعین مصر کی جغرافیائی حدود سے نہیں ہوتا۔

اہل مغرب و مشرق ہمیں ایک محاذ کا حصہ سمجھ کر ہمارے ساتھ معاملہ کرتے ہیں۔ اب اس سے مفر نہیں کہ ہم بھی ان کے ساتھ اسی حیثیت سے معاملہ کریں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

نہ سمجھوگے تو مٹ جاؤ گے......

ہم مصر میں ہمہ تن مشغول ہیں۔ ہمیں یہ بھی سوچنے کا موقع نہیں کہ یہود صلیبی دنیا کے تعاون سے ہمارے خلاف کیا کیا سازشیں کر رہے ہیں؟ ہم یہاں وزارتی انقلابات' انتخابات اور خصوصی اختیارات کے بیان میں مشغول ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ امور اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ کچھ اور سوچنے کا موقع ہی نہیں دیتے۔

ان دنوں اسرائیل روزبروز مصر کے سینائی حدود سے قریب ہو رہا ہے۔ سینا بظاہر مصری حدود میں داخل ہے ورنہ مصر کو اس کے بارے میں کچھ واقفیت نہیں۔ اس لیے کہ یہودی انگریزی سیاست نے قبضہ کے زمانے ہی سے اسے مصر سے الگ کردیا تھا۔ سینا کی یہ علاحدگی کوئی عارضی شئے یا غیر مقصود فعل نہیں تھا بلکہ دراصل اس گہری سیاست کے عین مطابق تھا جو یہودیت اپنے عالمی مقاصد کی تکمیل کے لیے اختیار کرتی ہے۔

ـــ یہ مقالہ ۱۰ر جولائی ۱۹۵۲ء کو لکھا گیا۔

Marfat.com

جزیرہ نمائے سینا میں یہود کے مقدس ترین مقامات ہیں۔ طور کے دائیں جانب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندائے الٰہی سنائی دی۔ اسی پر انہیں احکام الٰہی کی تختیاں ملیں۔ اسی پر عہد کا پتھر ہے۔ سینا ہی سرزمین "تیہ" ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سینا سے یہود کے تاریخی اغراض و مقاصد وابستہ ہیں۔ وہ اپنی نئی نسل کے دل میں یہ عقیدہ راسخ کرتے ہیں کہ جزیرۂ سینا ہی ان کی موعود مملکت کا مرکز ہے۔ فلسطین اس مملکت کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہے ورنہ اس میں اس کے علاوہ سینا' شرق اردن' شام کا ایک حصہ' عراق اور رافدین شامل ہیں۔

اس بنیاد پر وہ کئی نسلوں سے کام کر رہے ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں مصر میں ایک انگریزی یہودی کمیشن نے دورہ کیا۔ جس نے سینا میں پورے پانچ سال گزارے' وہاں کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیا زیرِ زمین پانی' قابلِ کاشت زمین' کانوں' ارضیاتی خواص اور خاص طور پر آب و ہوا' آمدورفت کے راستے اور اسٹراٹیجکل اہمیت کا پتا لگایا۔ ان تحقیقات کے ساتھ جب یہ کمیشن واپس ہوا تو اس نے ایک تفصیلی رپورٹ دی جس میں بتایا کہ سینا میں دس لاکھ انسانوں کی آبادکاری ممکن ہے۔

انگریزوں نے سینا کو مصری حکومت کے اقتدار و تسلط سے مکمل آزاد رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ سینا کا انگریز کمشنر "جارفس" نگرانی رکھتا تھا کہ اس جزیزہ نما کی طرف مصر کی توجہ نہ ہونے پائے۔ انھوں نے مصریوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اس بے آب و گیاہ صحرا میں پیداوار یا آبادکاری کی کوئی امید نہیں اس لیے اس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ زیرِ زمین پانی اس مین مستقل زندگی کے آثار پیدا کرنے کے قابل نہیں۔ ان تمام چیزوں کا فائدہ ان یہود کو حاصل ہوا جو برطانیہ کے

Marfat.com

نظم و نسق کو چلا رہے تھے۔

یہ چیز معروف و مشہور ہے کہ ۱۹۴۸ء میں جب اسرائیلی فوجوں نے مصری حدود کو پار کیا اور صحرا میں داخل ہوئے تو ان کے سپاہیوں نے پہلا کام یہ کیا کہ سب کے سب پا پیادہ چلنے لگے۔ انھوں نے زمین کا بوسہ لیا۔ نماز پڑھی پھر "مقدس سرزمین" میں آگے بڑھے۔

آج وہ سرحدوں پر قوی مورچہ بندی کر رہے ہیں۔ سینا کی سرزمین میں نوجوان جاں بازوں کو اہل و اولاد کے ساتھ آباد کر رہے ہیں۔ ان کے لیے زمینیں الاٹ کر رہے ہیں۔ زیر زمین عمارتیں تعمیر کر رہے ہیں اور خوب مالی تعاون کر رہے ہیں۔ ان کے سامنے ہزاروں مربع میل مصری سرزمین ویران پڑی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو سرحدوں پر موجود مورچوں کے ذریعے بہ آسانی حملہ کر سکتے ہیں۔ اس وقت ان کی پشت پر آبادیاں ہوں گی لیکن اگر ہم اپنا دفاع کرنا چاہیں تو ہماری فوجیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکیں گی اور ان کی پشت پر ہزاروں میل کا یہ بے آب و گیاہ چٹیل میدان ہوگا۔

اس کے باوجود ہم کیوں خاموش ہیں؟! اس لیے کہ ہم وزارتی انقلابات' انتخابات اور خصوصی اختیارات سے متعلق مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ یہ امور اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کے مقابلے میں خواہ یہود کا خطرہ ہو یا کسی اور چیز کا' ہماری توجہ نہیں ہٹا سکتا۔ وزارت کی پر عظمت اور راحت بخش کرسیوں اور ایرکنڈیشنڈ ہالوں کے مقابلے میں سینا جیسے چٹیل صحرا کی حیثیت ہی کیا ہے؟!

ان حالات میں اچانک ایک نغمہ سنائی دیتا ہے جس کا راز اللہ ہی بہتر جانتا ہے یا یہودی اور صلیبی علما۔۔۔ اور وہ ہے تحدید نسل کا نغمہ... کیوں؟ اس لیے کہ مصر میں

Marfat.com

آبادی بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے تناسب سے وسائل رزق میں اضافہ نہیں ہو رہا ہے اور قابل کاشت زمین بہت محدود ہے۔

بہت خوب!! ہم اس بات میں آپ کی تائید کرتے ہیں کہ جب ملک کے ذرائع آمدنی اس قدر محدود ہوں کہ ملک شہریوں کی کفالت نہ کرسکتا ہو تو آبادی میں اضافہ روک دینا چاہیے۔ لیکن جب ملک کے وسائل شہریوں کے تناسب سے زیادہ ہوں تو ضروری ہے کہ آبادی میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔ اس لیے کہ اس صورت میں آبادی میں اضافہ دشمنوں کے مقابلے میں بقا و استحکام کی اور بین الاقوامی میدان میں طاقت و قوت کی ضمانت ہے جو قومیں بین الاقوامی بلاک میں اپنا وزن بنانا چاہتی ہیں وہ اپنی آبادی میں اضافہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جرمنی' اٹلی' روس اور جاپان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ چھوٹے سے ملک اسرائیل کو لے لیجیے جو زبردست اقتصادی بحران کا شکار ہے مگر پھر بھی مسلسل آبادی میں اضافہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

پھر کیا مصر ضروریات زندگی اور آمدنیوں میں اضافے کے لیے تمام وسائل و ذرائع بروے کار لا چکا ہے؟ مصر کو اس قدر ذرائع آمدنی حاصل ہیں کہ موجودہ آبادی سے دوگنی تعداد کو آباد کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بہت سے ماہرین کا خیال ہے۔ سینا کی مثال ہمارے سامنے ہے جو دس لاکھ انسانوں کی آباد کاری کے لیے کافی ہے بشرطے کہ کوئی آباد کرنے والا اور اس میں آثار زندگی لوٹا دینے والا ہو۔

پھر آخر ابتدا ہی میں آبادی میں اضافہ روکنے کے بارے میں کیوں سوچا جاتا ہے؟

ہم دوبارہ اپنی بات کا اعادہ کر رہے ہیں۔ ہم آبادی میں اضافہ روکنے کے مخالف نہیں بلکہ زور دے کر یہ بات کہتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ملک کے

Marfat.com

ذرائع آمدنی آبادی میں اضافے کے موقف میں نہیں تو اسے ضرور روک دینا چاہیے۔ لیکن اس کے برخلاف اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابھی آبادی میں دوگنا اضافہ کیا جاسکتا ہے تو اس قسم کے راگ الاپنا حماقت یا غلط رجحان کی علامت ہے۔ اس لیے کہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہ صرف آبادی بلکہ ذرائع آمدنی کے لحاظ سے بھی ملک کی ترقی روک دی جائے۔ آبادی میں کمی بسا اوقات ملک کے ذرائع آمدنی کے مکمل استحصال کے مواقع فراہم کردے گی۔

آبادی میں کمی یا زیادتی کا معاملہ خوش قسمتی سے ان سطحی افکار کے تابع نہیں جو معاملات کی تہہ تک پہنچنا ہی نہیں چاہتے۔ دیہات میں آبادی میں اضافے کی خواہش ایک اقتصادی ضرورت بھی ہے اور معاشرتی ضرورت بھی۔ اس معاملے میں شہروں کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ اصل قومی زندگی کی نمائندگی ان سے نہیں بلکہ دیہاتوں سے ہوتی ہے۔ دیہات میں لاولد شخص کا اقتصادی معیار صاحب اولاد سے پست ہوتا ہے۔ اسی طرح صاحب اولاد کے مقابلے میں لاولد کی اہمیت بھی لوگ کم محسوس کرتے ہیں اور ظلم و زیادتی سے بھی وہ محفوظ نہیں رہتا۔ یہ اقتصادی اور معاشرتی عوامل اتنی اہمیت کے حامل ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے ان سطحی لوگوں کی نصیحتوں کو قبول ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ان عوامل میں اس وقت تک تبدیلی نہیں آسکتی اور ان کا دباؤ اس وقت تک کم نہیں ہوسکتا جب تک کہ دیہاتوں میں تعلیم عام نہ ہوجائے اور آمدنی کا دوسرا ذریعہ اور ظلم و زیادتی سے تحفظ کے لیے دوسری قوت نہ حاصل ہوجائے۔ صرف اسی وقت عوام مقدار کی قوت کے بدلے عقل کی قوت سے دشمنوں کا مقابلہ کرسکیں گے۔

اس سلسلے میں فطرت ہمیں ان سطحی اور نام نہاد تہذیب یافتہ لوگوں سے بہتر

Marfat.com

رہ نمائی کرتی ہے۔ اگر ان لوگوں پر معاملات کا حقیقی مطالعہ شاق گزرتا ہے تو انہیں چاہیے کہ فطرت کو حکمت کے مطابق عمل کرنے دیں۔ ہمیں یہودی اور صلیبی سازشوں سے مستفادان کی سنہری حکمتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔

آخر میں ہم پھر عالم اسلامی کے خواب خرگوش میں مبتلا لوگوں کو بیدار کرتے ہیں تاکہ وہ سینا میں صیہونیوں کے اغراض و مقاصد سے آگاہ ہوں اس لیے کہ مصر ان دنوں وزارتی انقلابات' انتخابات' خصوصی اختیارات اور دوسری "اہم" چیزوں میں مشغول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔ بیک وقت دو کام انجام نہیں دیے جاسکتے۔ اس لیے اہم کام ہی کو مقدم رکھا جائے گا۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

امریکی اسلام

امریکی اور ان کے حلفا ان دنوں اسلام سے دل چسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ انھیں اس کی ضرورت ہے تاکہ اس کے ذریعے مشرق وسطیٰ میں کیمونزم کا مقابلہ کرسکیں۔ حالاں کہ صلیبی جنگوں کے زمانے سے اب تک تقریباً نو صدیوں بلکہ اس سے بھی زائد عرصے سے وہ خود اس سے برسرپیکار رہے ہیں۔ انہیں اسلام کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح جرمنی' جاپان اور اٹلی کی ضرورت ہے جن کی گزشتہ جنگ میں انھوں نے کمر توڑ دی تھی لیکن آج تمام وسائل و ذرائع سے اسے انہیں پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تاکہ کیمونزم کے "دیو" کی راہ میں رکاوٹ بن سکیں اور اگر کل پھر ان کے لیے ممکن ہوسکا تو دوبارہ انہیں فنا کے گھاٹ اتار دینے میں دریغ نہ کریں گے۔

امریکی اور ان کے حلفا جس اسلام کو مشرق وسطیٰ میں لانا چاہتے ہیں وہ استعمار

Marfat.com

کا مقابلہ کرتا ہے نہ ظلم زیادتی اور سرکشی سے بر سرپیکار ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا اسلام صرف کمیونزم کا مقابلہ کرتا ہے۔ وہ اسلام کی حکومت چاہتے ہیں نہ اسے برداشت کرسکتے ہیں۔ اس لیے کہ جب اسلام کی حکمرانی ہوگی تو وہ قوموں کو دوبارہ تیار کرے گا اور انہیں تعلیم دے گا کہ قوت وطاقت حاصل کرنا اور استعمار کو مار بھگانا فرض ہے اور یہ کہ کمیونزم استعمار کی طرح ایک وبا ہے دونوں دشمن ہیں اور دونوں جارحیت اور زیادتی کے ہم معنی ہیں۔

گویا امریکی اور ان کے حلفا مشرق وسطیٰ کے لیے "امریکی اسلام" چاہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر جگہ اسلام کی ایک لہر دوڑ رہی ہے۔ اسلام کے بارے میں گفتگو مصری صحافت کا موضوع ہے۔ وہ رسالے جنہیں کبھی اسلام کے بارے میں ادنیٰ سی بھی واقفیت رہتی ہے نہ انہیں اسلام سے ذرا بھی محبت ہے۔ ان کے صفحات کے صفحات دینی مباحثوں سے پر رہتے ہیں۔ نشرو اشاعت کے ادارے --- جن میں سے بعض مشہور امریکی ادارے ہیں --- اچانک یہ انکشاف کرتے ہیں کہ اسلام کو ان کی ماہوار کتابوں کا موضوع ہونا چاہیے۔ معروف انشاپرداز جو حلیف ممالک کے لیے پروپیگنڈا کے سلسلے میں ایک "درخشاں" ماضی رکھتے ہیں۔ اب اسلام پر اپنا زور قلم صرف کررہے ہیں۔ گزشتہ جنگ کے زمانے میں بھی انہوں نے اسی طرح اسلام سے دل چسپی کا اظہار کیا تھا۔ لیکن حلیف ممالک کی کامیابی کے بعد پھر سکوت اختیار کرلیا! پیشہ ور علمائے دین کو مال و دولت اور جاہ و منزلت حاصل ہوگئی ہے۔ "اسلام اور کمیونزم" کے موضوع پر مقابلے ہونے لگے ہیں جن میں بھاری انعامات رکھے جاتے ہیں۔

---

* یہ مقالہ جون ۱۹۵۲ء کے اواخر میں لکھا گیا۔

Marfat.com

لیکن جو اسلام کمیونزم کی طرح استعمار کا بھی مقابلہ کرتا ہے اس کے بارے میں ان لوگوں میں سے کوئی گفتگو نہیں کرتا۔ جو اسلام زندگی پر حکمرانی کرتا ہے اور اسے صحیح رخ پر گامزن کرتا ہے اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتا۔

منع حمل کے بارے میں اسلام کا نظریہ معلوم کیا جاسکتا ہے۔ عورت کے پارلیمنٹ میں جانے نہ جانے کے بارے میں اسلامی رائے دریافت کی جاسکتی ہے۔ نواقض وضو کا مسئلہ پوچھا جاسکتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرتی یا اقتصادی مسائل یا مالی نظام کے بارے میں ہرگز اسلام کی رائے نہیں معلوم کی جاسکتی۔ ہمارے سیاسی اور قومی امور اور استعمار سے تعلقات کے بارے میں کبھی اسلام کا نظریہ نہیں معلوم کیا جاسکتا۔

"اسلام اور جمہوریت" "اسلام اور حسن سلوک" "اسلام اور عدل" ایسے موضوعات ہیں جن پر ایک مقالہ کیا پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے۔ مگر "اسلام اور نظام حکومت" "اسلام اور قانون سازی" "اسلام کا غلبہ" ایسے موضوعات ہیں جن پر نہ قلم اٹھ سکتا ہے نہ کبھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔

اس "امریکی اسلام" کو معلوم ہوا کہ اسلام میں "زکوۃ" نام کی ایک چیز ہے۔ جس کو اگر مشرق میں دوبارہ نافذ کردیا جائے تو اس کے ذریعے کمیونسٹ لہر کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ چناں چہ "حلقہ دراسات اجتماعیہ" نے جو مصر میں گزشتہ سال قائم ہوا ہے' "زکوۃ اور اسلام میں نظام کفالت" جیسے موضوعات سے دل چسپی لینا اور ان پر مذاکرات کرانے کا اہتمام کرنا شروع کردیا اور چوں کہ اس حلقے کے پس پردہ امریکہ تھا۔ اس لیے مصر کے اصحاب رائے اور ارباب جاہ نے اس کی مخالفت کی ضرورت

Marfat.com

نہیں محسوس کی۔ حالاں کہ انہوں نے اس وقت اس کی مخالفت کی تھی جب عبدالحمید عبدالحق نے جب وہ وزیر فلاح وبہبود تھے' نظام زکوۃ نافذ کرنے کے بارے میں سوچا تھا۔ یہ ارباب جاہ نظام زکوٰۃ کی اس وقت تو مخالفت کرسکتے ہیں جب اس کا حکم دینے والا اللہ ہو۔ لیکن جب اس کا حکم دینے والے امریکی ہوں تو اس وقت ان کی اطاعت کرنے اور سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔

چناں چہ ''اسلام میں اجتماعی نظام کفالت'' اور خاص کر ''زکوۃ'' کے موضوع کا مطالعہ کرنے کے لیے یونیورسٹی کے دینیات کے بعض اساتذہ' جامعہ ازہر کے بعض علما اور بعض پاشاوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل پائی۔ اللہ کی خوشنودی اور وطن کے مفاد میں نہیں بلکہ امریکیوں کی خوش نودی اور حلقہ دراسات اجتماعیہ کے مفاد کے لیے۔

امریکی اگر ''اسلام میں اجتماعی نظام کفالت'' کی حقیقت جان لیتے تو کیا اسے مشرق وسطی میں نافذ کرتے۔ اس لیے کہ ان کے پاس کمیونزم کے مقابلے میں اس سے زیادہ طاقت ور کوئی بند نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اجتماعی نظام کفالت مال کے کچھ مصارف قرار دیتا ہے اور کچھ حقوق عائد کرتا ہے۔ اسلام لاکھوں کروڑوں انسانوں کو جینے کا حق دیتا ہے۔ چناں چہ ان دانش وروں کو امریکیوں سے حقیقت امر پوشیدہ رکھنے' نصوص چھپانے اور مال پر اسلام کے عائد کردہ مصارف ہلکا کرکے بیان کرنے سے مفر نہ تھا۔

اگر معاملہ اللہ اور دین کا ہوتا تو آسان تھا۔ لیکن یہ تو امریکیوں کا معاملہ ہے۔ اسلامی شریعت کا فیصلہ اور ہے اور حلقہ دراسات اجتماعیہ کا فیصلہ اور اسلام کا جو راز حلقہ دراسات اجتماعیہ نہیں جانتا اس سے اسے واقفیت بھی نہیں حاصل کرنا چاہیے۔ ورنہ اگر وہ اس سے آگاہ ہوگیا تو اسے اہل اسلام پر نافذ کرنا پڑے گا۔

Marfat.com

لیکن اس کمیٹی کے بعض ممبر ایسے ہیں جو نصوص چھپانا نہیں جانتے' جو کتاب اللہ کے ایک حصہ پر ایمان لانا اور دوسرے حصے کا انکار کرنا نہیں جانتے۔ جو اللہ کی آیات کو چند سکوں کے عوض نہیں بیچتے۔

یہ ممبر طے کیے ہوئے ہیں کہ امریکیوں کو اس اہم راز سے مطلع کر کے رہیں گے۔ جب کہ ان کے عزم کی وجہ سے دوسرے ممبر تنگی اور گھٹن میں مبتلا ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ انجام کار کیا ہوگا۔

یہ مضحکہ خیز بات ہے بلکہ ایک المیہ ہے---- لیکن باعث اطمینان یہ ہے کہ اسلام کے بھی کچھ علم بردار ہیں ایسے علم بردار جو صرف اسی کے لیے کام کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے استعمار' سرکشی اور کمیونزم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ جو جانتے ہیں کہ اسلام ہی کو برسر حکومت رہنا چاہیے تاکہ اس کے پورے ثمرات ظاہر ہوں۔ جنہیں اسلام میں درآمد صلیبیوں کی دوستی فریب میں مبتلا نہیں کرتی اس لیے کہ وہ جانتے ہیں کہ اہل صلیب نو سو سال تک اسلام سے مصروف جنگ و پیکار رہے ہیں۔

اسلام کے علم بردار اس کے نام پر احسان اور حسن سلوک نہیں چاہتے بلکہ وہ اس کے نام پر مکمل اور ہمہ گیر معاشرتی عدل کا مطالبہ کرتے ہیں۔ وہ اسے استعمار اور سرکشی کی خدمت کے لیے آلۂ کار بنانا نہیں چاہتے بلکہ اس کے ذریعے عدل' عزت اور احترام چاہتے ہیں۔ وہ اسے پروپیگنڈا کا ایک ذریعہ بنانا نہیں چاہتے بلکہ حق و سربلندی کے راستے میں جدوجہد کے لیے ڈھال بناتے ہیں۔

رہے نشرو اشاعت کے وہ ادارے جو آج کل اسلام کا اعلان کر رہے ہیں۔ رہے وہ لوگ جو مشرق وسطیٰ میں دین کے سوداگر بنے ہوئے ہیں۔ رہے وہ باطل کے پروردہ لوگ جو دین کے ساتھ کھلواڑ کر رہے ہیں۔ یہ تمام لوگ اس وقت جھاگ کی

Marfat.com

مانند اڑجائیں گے جب اسلام کو عروج نصیب ہوگا اور وہ وقت بہت جلد آنے والا ہے۔ اس سے بھی جلد جتنا یہ لوگ گمان کررہے ہیں۔ اسے یہ لوگ دور سمجھ رہے ہیں حالاں کہ ہم اسے بہت قریب دیکھ رہے ہیں۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم و لیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی و لا یشرکون بی شیئا۔ (النور- ۵۵)

(اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔ ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کردے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا۔ بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں)۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

ذلت کا تاوان

بعض کمزور لوگ خیال کرتے ہیں کہ عزت کے لیے بھاری اور ناقابل برداشت تاوان ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسی لیے وہ ان بھاری اخراجات سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے ذلت و رسوائی کو گوارا کر لیتے ہیں' بہت معمولی اور گھٹیا زندگی گزارتے ہیں' ہمیشہ ڈرے ڈرے اور سہمے سہمے رہتے ہیں' اپنی پرچھائیوں سے خوف کھاتے اور اپنی آواز بازگشت سے لرز اٹھتے ہیں' ہر آواز کو وہ اپنے خلاف گردانتے ہیں' تم انہیں زندگی کا سب سے زیادہ حریص پاؤ گے۔

یہ ذلیل لوگ عزت کے اخراجات سے زیادہ بڑا تاوان ادا کرتے ہیں اور اس راہ میں اپنے نفوس' اپنی روایات و اقدار' اپنی شہرت' اپنا اطمینان و سکون سب کچھ داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اکثر اپنی جان اور مال بھی قربان کر دیتے ہیں حالاں کہ انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

Marfat.com

ان لوگوں کا خیال ہے کہ اپنی عزت و شرافت کا سودا کر کے اور ذلت کا تاوان ادا کر کے انہیں اصحاب جاہ و اقتدار کا تقرب حاصل ہو جاتا ہے۔ حالاں کہ کتنے ہی تجربات شاہد ہیں کہ ان ذلیلوں کو ان کے آقا جن کی وہ اللہ کو چھوڑ کر پرستش کیا کرتے تھے' دودھ سے مکھی کی طرح نکال پھینکتے ہیں۔ کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنی مردانگی بیچ دی' آقاؤں کے قدموں میں جھکے' ان کے سامنے زمین پر اپنی ناک رگڑی' پیروں پڑے اور انسانی زندگی کی بنیادی ضروریات' انسانیت کی مقدس چیزیں اور اللہ اور انسانوں کی وہ امانتیں جو ان کے سپرد تھیں' سب قربان کر دیں مگر آخر میں پھر بھی بے حیثیت اور راندۂ درگاہ ہی رہے۔ یہاں تک کہ ان آقاؤں کے نزدیک بھی جنہوں نے ان سے ذلیل کتوں کی طرح خدمت لی تھی' جن کے پیچھے پیچھے وہ دوڑتے اور دم ہلاتے تھے اور جن کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے زمین میں ناک رگڑتے تھے۔

کتنے ہی لوگ ایسے ہیں جو کبھی عزت و شرافت کے مالک' امانت الٰہی کے محافظ اور حق و انسانیت کی عظمت کے نگہبان تھے۔ اس وقت لوگوں پر ان کا خوف طاری تھا کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ بھی جو نہیں چاہتے تھے کہ وہ امانت کی حفاظت اور حق کی نگہبانی کریں اور عزت کی زندگی گزار سکیں۔ لیکن جب انہوں نے خیانت کی' عزت کے اخراجات ادا کرنے سے کمزوری دکھائی اور حق کی عظمت کو باقی نہ رکھ سکے تو لوگوں کے دلوں سے ان کا خوف جاتا رہا' ان کی حمیت زائل ہو گئی اور ان کی نظروں میں ذلیل ہو کر وہ رہ گئے۔ پہلے جو لوگ انہیں خریدنا چاہتے تھے' ان کے نزدیک بھی اب ان کی قیمت کم ہو گئی اتنی کم کہ انہوں نے انہیں خریدنے سے انکار کر دیا۔ پھر انہیں مردار کی طرح پھینک دیا گیا اور قدموں سے روندا گیا۔ ان لوگوں کے قدموں سے جو کبھی ان سے بڑے بڑے وعدے کیا کرتے

Marfat.com

تھے اور انہیں لالچ دلاتے تھے۔

ایسے لوگ بڑی تعداد میں ہیں جو بلندیوں سے پستیوں میں جاگرتے ہیں۔ کوئی ان پر رحم کرتا نہ ان سے ہمدردی رکھتا ہے۔ ان کے مرنے کے بعد کوئی ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ ان کے وہ آقا بھی جن کے لیے وہ عزت کی بلندی سے ذلت کی پستی میں اور حق کی چوٹی سے گمراہی کی کھائی میں جاگرے تھے۔

اس قسم کے بہت سے تجربات اور عبرت کا بہت سامان موجود ہے اور ایسی مثالیں ہم آئے دن دیکھتے رہتے ہیں بعض لوگ ذلت کا پورا پورا تاوان ادا کرتے ہیں ۔ وہ اللہ سے بھی خیانت کرتے ہیں اور انسانوں سے بھی۔ امانت اور عزت و شرافت کو قربان کردیتے ہیں' آقاؤں کے پیچھے دم ہلاتے ہیں' مفادات کے اسیر ہوتے ہیں اور جھوٹے وعدوں اور سراب کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ لیکن آخرکار انتہائی ذلت اور رسوائی کے ساتھ پستی میں جاگرتے ہیں۔ لوگ بھی انہیں دیکھ کر ہنستے ہیں اور ان کے آقا بھی انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

میں نے اپنی مختصر عمر میں دسیوں ایسے بڑے لوگوں کو دیکھا ہے --- اور برابر دیکھ رہا ہوں --- جو خدائے واحد و قہار کو چھوڑ کر دوسروں کے آگے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ ان کی بارگاہوں میں بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ حاضری دیتے ہیں۔ ذلت کا تاوان اپنی پیٹھ پر لادے رہتے ہیں جس سے ان کی کمر دوہری ہو جاتی ہے' ان کے سر جھک جاتے ہیں اور ان کی گردنیں ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔ پھر اپنا بوجھ اتار دینے اور اپنا سرمایہ حوالہ کردینے کے بعد انہیں کتوں کی طرح دھتکار دیا جاتا ہے۔ وہ نہ دنیا کے رہتے ہیں نہ آخرت کے۔ انہیں غلاموں کے قافلے میں ہانک دیا جاتا ہے۔ کسی کو بھی حتی کہ جلاد کو بھی ان پر رحم نہیں آتا۔

Marfat.com

یہ لوگ آزاد رہ سکتے ہیں مگر غلامی اختیار کر لیتے ہیں۔ طاقت ور رہ سکتے ہیں مگر رسوائی کو ترجیح دیتے ہیں۔ صاحب جلال رہ سکتے ہیں مگر بزدلی اور ذلت کو پسند کر لیتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ عزت سے اس لیے بھاگتے ہیں کہ انہیں ایک درہم نہ خرچ کرنا پڑے۔ مگر ذلت کے لیے انہیں ایک دینار بلکہ ڈھیر سا مال خرچ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ لوگ ہر گناہ کبیرہ کرتے ہیں تاکہ اصحاب جاہ و اقتدار کو خوش رکھ سکیں اور ان کے سایہ عاطفت میں آسکیں۔ حالاں کہ وہ اپنی یہ حیثیت منوا سکتے تھے کہ اصحاب جاہ و اقتدار ان کی ہیبت سے سہمے رہیں۔

یہی نہیں بلکہ میں نے ایسی قوموں کو بھی دیکھا ہے جو ایک مرتبہ آزادی کے اخراجات ادا کرنے سے کتراتی ہیں۔ نتیجتہ انہیں کئی بار غلامی کا تاوان ادا کرنا پڑتا ہے۔ اتنا تاوان جس کا آزادی کے اخراجات سے کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ آزادی کے اخراجات اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ہوتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہود سے ارض مقدس پر حملہ کر کے قابض ہو جانے کا حکم دیا تو انہوں نے جواب دیا:

" یا موسیٰ ' و انا لن ندخلها ابدا ما داموا فيها ' فاذهب انت و ربک فقاتلا انا ههنا قاعدون۔ " (مائدہ - ۲۴)

(اے موسیٰ ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں)۔

چناں چہ عزت کے اخراجات ادا کرنے سے اعراض کی بھاری قیمت انہیں چالیس سال صحرانوردی کی صورت میں ادا کرنی پڑی ۔ وہ بیابان میں ادھر ادھر بھٹکتے رہے' پردیسی زندگی گزارتے رہے اور مختلف خطرات اور اندیشوں میں گرفتار رہے اگر وہ عزت اور فتح مندی کی قیمت ادا کرنے پر تیار ہو جاتے تو انہیں اس کا دسواں

Marfat.com

حصہ بھی نہ خرچ کرنا پڑتا۔

تاوان ادا کرنا ہر ایک پر لازم ہے خواہ وہ افراد ہوں یا جماعتیں یا قومیں۔ اب انہیں اختیار ہے کہ وہ یہ تاوان عزت' عظمت اور آزادی کے لیے ادا کرتی ہیں یا ذلت' رسوائی اور غلامی کے لیے' تجربات اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اس سے مفر نہیں۔

پس جو لوگ آزادی کے اخراجات ادا کرنے سے ڈرتے ہیں' عزت و شرافت کے انجام سے خوف کھاتے ہیں' آقاؤں کے قدموں میں اپنی ناک رگڑتے ہیں' اپنی امانتوں' عزتوں اور انسانیت سے غداری کرتے ہیں اور ان عظیم قربانیوں کو کھوٹا کرتے ہیں جو ان کی قوم اور انسانیت نے آزادی کے لیے دی ہیں۔ ان تمام لوگوں سے میں کہتا ہوں کہ تاریخ کے صفحات پر نظر ڈالیں۔ ماضی قریب کو دیکھیں اور ان بار بار پیش آنے والی مثالوں پر غور کریں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ذلت کا تاوان عزت کے تاوان سے بڑھ کر ہے اور آزادی کے اخراجات غلامی کے اخراجات سے کہیں کم ہیں۔ جو لوگ موت کے لیے تیار رہتے ہیں' انہیں کو زندگی ملتی ہے۔ جو لوگ فقر و فاقہ سے نہیں گھبراتے انہیں کو حسب ضرورت رزق ملتا ہے اور جو لوگ جاہ و اقتدار سے نہیں ڈرتے ان سے جاہ و اقتدار خود خوف کھاتا ہے۔

ایسے ذلیل لوگوں کی بکثرت اور قریب کی مثالیں ہیں جنہوں نے اپنے ضمیر کا سودا کر لیا' امانتوں میں خیانت کی' حق کو رسوا کیا اور گندگی میں لت پت ہوئے۔ مگر ان کا جو انجام ہوا اس پر کسی کو افسوس نہیں ہوا۔ ان پر اللہ کی پھٹکار ہوئی اور انسانوں نے بھی لعنت بھیجی۔ اس طرح ایسے لوگوں کی بھی مثالیں ہیں۔۔۔ اگرچہ کم ہیں۔۔۔ جنہوں نے رسوائی اختیار کرنے' خیانت کرنے اور اپنی مردانگی کا سودا کرنے

Marfat.com

سے انکار کردیا۔ یہ لوگ جب تک زندہ رہے عزت کے ساتھ زندہ رہے اور جب مرے تو عزت کے ساتھ مرے:

" من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیہ فمنهم من قضی نحبہ و منهم من ینتظر و ما بدلوا تبدیلا۔ " (الاحزاب - ۲۳)

(ایمان لانے والوں میں ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے اللہ سے کیے ہوئے عہد کو سچا کر دکھایا ہے۔ ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کرچکا اور کوئی وقت آنے کا منتظر ہے انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی)۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

غلام کون؟

غلام وہ نہیں جو معاشرتی حالات اور اقتصادی مسائل کی بنا پر غلام بننے پر مجبور ہو جائیں اور ان میں ان کے آقا تجارتی سامان اور جانوروں کی طرح تصرف کریں۔ بلکہ غلام حقیقت میں وہ لوگ ہیں جو معاشرتی حالات اور اقتصادی مسائل سے مجبور نہ ہوں پھر بھی بہ رضاو رغبت غلامی کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہوں!

غلام وہ لوگ ہیں جو بڑے بڑے محلوں اور عظیم جائدادوں کے مالک ہیں۔ جن کے پاس وافر مقدار میں مال و دولت ہے۔ جنہیں کام اور پیداوار کے ذرائع حاصل ہیں اور ان کی جانوں اور مالوں پر کسی کا قبضہ نہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ ''آقاؤں'' کے دروازوں پر بھیڑ لگائے رہتے ہیں۔ ان کی غلامی قبول کرنے اور خدمت کرنے کے لیے ٹوٹے پڑتے ہیں۔ خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی گردنوں میں طوق اور اپنے قدموں میں بیڑیاں ڈال لیتے ہیں اور بڑے ہی فخر و مباہات اور تکبر کے ساتھ

Marfat.com

غلامی کا لباس پہنتے ہیں۔

غلام وہ لوگ ہیں جو ''آقاؤں'' کے دروازے پر بھیڑ لگائے رہتے ہیں۔ وہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ کس طرح آقا گھر کے اندر اپنے ذلیل غلاموں کو اپنے جوتے کی ایڑی سے ٹھوکریں مارتا ہے؟ کس طرح بغیر وارننگ دیے یا متنبہ کیے ہوئے انہیں اپنی خدمت سے دھتکار دیتا ہے؟ کس طرح وہ غلام اس کے سامنے اپنا سر جھکاتے ہیں۔ لیکن وہ انتہائی حقارت کے ساتھ ان کی گدیوں پر چپت رسید کرتا ہے اور انہیں چوکھٹ سے باہر ڈال دیے جانے کا حکم دیتا ہے؟ لیکن اس کے باوجود یہ لوگ ان کے دروازوں سے نہیں ہٹتے بلکہ دھتکارے ہوئے خدمت گزاروں کے بدلے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں اور جوں جوں آقا ان کی طرف حقارت سے دیکھتا ہے وہ مکھیوں کی طرح مزید اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔

غلام وہ لوگ ہیں جو آزادی سے راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ چناں چہ جب ایک آقا انہیں دھتکار دیتا ہے تو دوسرا آقا تلاش کرنے لگتے ہیں اس لیے کہ ان کے نفوس کو غلامی کی شدید ضرورت ہے۔ وہ چھٹا یا ساتواں حاسہ... ذلت کا حاسہ... رکھتے ہیں جس کی آسودگی ضروری سمجھتے ہیں۔ چناں چہ جب کوئی انہیں اپنا غلام نہیں بناتا تو ان کے نفوس غلامی کی تشنگی محسوس کرتے ہیں۔ وہ چوکھٹوں پر گر پڑتے ہیں اور انہیں چومنے چاٹنے لگتے ہیں اور اس کے لیے ان کے اشارے کا بھی انتظار نہیں کرتے۔

غلام وہ لوگ ہیں جو آزاد لوگوں پر رشک نہیں کرتے بلکہ اگر انہیں آزاد کر دیا جائے تو غلامی کے کٹہرے میں باقی رہنے والے غلاموں پر رشک کرتے ہیں۔ اس لیے کہ انہیں آزادی سے ڈر لگتا ہے۔ عزت و شرافت سے ان کے کندھے زیربار ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی گردنوں میں خدمت کے طوق کو فخر و عظمت کی نشانی سمجھتے ہیں

Marfat.com

اور خدمت کے مرصع لباس کو خوب صورت اور پسندیدہ لباس گردانتے ہیں۔

غلام وہ لوگ ہیں جو "جوئے" کا احساس کرتے ہیں۔ اپنی گردنوں میں نہیں بلکہ اپنی روحوں میں۔ جن کے جسموں پر چمڑے کے کوڑے نہیں برستے ہیں۔ جنہیں آقا کانوں میں بالیاں ڈال کر نہیں ہانکتا بلکہ وہ بغیر آقا کے ہنکائے جاتے ہیں۔ اس لیے کہ "آقا" خود ان کے اندروں میں پوشیدہ ہے اور ان کی رگوں میں دوڑ رہا ہے۔

غلام وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو غلامی کی بیڑیوں میں جکڑا ہوا اور مویشیوں کے باڑے میں مقید پاتے ہیں۔ اگر انہیں چھوڑ دیا جائے تو کارگاہ زندگی میں اپنی راہ بھول جاتے ہیں اور معاشرے کی بھیڑ میں بھٹکنے لگتے ہیں۔ روشنی کا سامنا کرنے سے ڈرتے ہیں اور آخرکار خود اپنی مرضی سے واپس آکر باڑے کا دروازہ کھٹکھٹانے لگتے ہیں اور پہرے داروں سے گڑگڑا کر کہتے ہیں کہ ہمارے لیے (غلامی کا) دروازہ کھول دو!

اس کے باوجود غلام روے زمین پر زبردست قوت و طاقت کے مالک ہیں۔ آزاد لوگوں پر سخت اور سنگ دل ہیں۔ انہیں سزا دینے میں مزا ملتا ہے' ایذا پہنچانے اور عذاب دینے میں لذت حاصل ہوتی ہے اور سرکش جلادوں کی طرح انہیں ستانے میں تشفی ہوتی ہے!

انہیں آزاد لوگوں کی طرح آزادی کے محرکات کا احساس نہیں۔ چناں چہ وہ آزادی کو سرکشی' سربلندی کو انحراف اور عزت کو جرم سمجھتے ہیں۔ چناں چہ جو باعزت اور آزاد لوگ غلاموں کے قافلے کے ساتھ نہیں چلتے ان پر اپنے غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں اور انہیں ایذا و تعذیب کا نشانہ بناتے ہیں۔

وہ جس طرح "آقاؤں" کو خوش کرنے کے لیے دوڑتے ہیں اسی طرح حریت پسند لوگوں کو عذاب دینے کے نت نئے طریقے ایجاد کرنے کی طرف سبقت کرتے ہیں۔

Marfat.com

لیکن اس کے باوجود ان کے آقا ان سے اکتا جاتے ہیں اور انہیں خدمت سے دھتکار دیتے ہیں' اس لیے کہ آقاؤں کا مزاج ایک ہی کھیل دیکھتے دیکھتے اکتا جاتا ہے۔ چناں چہ وہ ان اداکاروں کو بدل کر ان کے بدلے دروازے پر کھڑے دوسرے خدمت گاروں کو اپنی غلامی میں لے لیتے ہیں!

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود مستقبل آزاد لوگوں کا ہے۔ مستقبل ان غلاموں کا ہے نہ ان کے آقاؤں کا جن کے قدموں میں یہ غلام ناک رگڑتے ہیں۔ مستقبل صرف اور صرف حریت پسند لوگوں کا ہے۔ اس لیے کہ آزادی کے راستے میں پوری انسانیت کی جدوجہد ہرگز ضائع نہیں ہو سکتی۔ غلامی کے ڈھائے ہوئے باڑے ہرگز دوبارہ قائم نہیں ہو سکتے۔ غلامی کی توڑی ہوئی زنجیریں ہرگز دوبارہ نہیں بن جا سکتیں۔

بے شک یہ صحیح ہے کہ غلاموں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے لیکن اسی تناسب سے آزاد لوگوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ پوری پوری قومیں آزادی کے قافلے میں شامل ہو رہی ہیں اور غلامی کے قافلوں سے بھاگ رہی ہیں۔ اگر یہ غلام بھی چاہتے تو آزادی کے قافلوں میں شامل ہو سکتے تھے۔ اس لیے کہ جلادوں کے ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں رہی کہ ان کی باگ تھامے رہیں۔ غلامی کی نکیل میں اب اتنی مضبوطی نہیں رہی کہ قافلہ کی رہ نمائی کر سکے۔ لیکن --- جیسا کہ میں نے کہا --- یہ غلام خود غلامی کے باڑے کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تاکہ اپنے ہاتھوں سے اپنی ناک میں غلامی کی نکیل ڈال لیں۔

لیکن آزادی کے قافلے رواں دواں رہیں گے اور راستے میں ہزاروں لاکھوں آدمی شامل ہوتے رہیں گے.... اب جلاد خواہ کتنی ہی کوشش کریں کہ ان قافلوں پر غلاموں کو چھوڑ کر انہیں ختم یا منتشر کر دیں مگر ان کی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ ا...

Marfat.com

غلام ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتے۔ خواہ ان کے کوڑے آزاد لوگوں کے چمڑے ادھیڑ دیں۔ اب یہ سوچنا فضول ہے کہ آزادی کے قافلے واپس آجائیں گے کیوں کہ انہوں نے راہ کی رکاوٹوں کو پار کرلیا ہے۔ چٹانوں کو ریزہ ریزہ کردیا ہے اور ان کے راستے میں اب صرف کانٹے بچے ہیں۔

یہ تو صرف زمانے کی گردشیں ہیں۔ ماضی کے تجربات اس بات کے شاہد ہیں کہ آزادی اور غلامی کے درمیان جب بھی کوئی معرکہ ہوا ہے' کامیابی آزادی ہی کو ملی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کبھی آزادی کا پنجہ زخمی اور گرفت ڈھیلی ہوجائے لیکن آخری فتح ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے اس لیے کہ آزادی مستقبل کی چوٹی کی آخری انتہا ہے اور غلامی ماضی کی پستی کی آخری حد ہے۔

غلامی کا قافلہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ آزادی کے قافلے کی راہ میں رکاوٹ بنے۔ لیکن یہ قافلہ جب ان دنوں آزادی کے قافلوں کو منتشر نہیں کرسکا تھا۔ جب غلاموں کا پورا "گلہ" اور آزادی کے قافلے کے صرف ہراول دستے تھے تو آج جبکہ اس قافلے میں صرف چند غلام رہ گئے ہیں' وہ اس قافلے کی راہ میں کیا رکاوٹ بن سکے گا جس میں پوری انسانیت شامل ہے؟

اس حقیقت کے باوجود ایک دوسری حقیقت بھی ہے جو اس سے کم ثابت شدہ نہیں اور وہ یہ کہ آزادیوں کے قافلے کے لیے قربانیاں ناگزیر ہیں۔ ضروری ہے کہ غلاموں کا قافلہ آزادی کے قافلے کے بعض حصوں کو منتشر کردے۔ ضروری ہے کہ غلاموں کے کوڑے بعض آزاد لوگوں کی پیٹھوں پر برسیں۔ آزادی کے لیے کچھ قربانیاں ضروری ہیں جب غلامی کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں تو کیا آزادی کے لیے قربانیاں نہیں دینی پڑیں گی؟

Marfat.com

دونوں حقیقتیں اپنی جگہ ہیں لیکن انجام معروف ہے۔ انتہا واضح ہے۔ راستہ کھلا ہوا ہے اور تجربات بے شمار ہیں۔ اس لیے غلاموں کے قافلے کو چھوڑ دینا چاہیے اور ان غلاموں سے منہ موڑ لینا چاہیے جن کی گردنیں غلامی کے طوق سے اور سینے غلامی کے جواہرات سے مزین ہیں اور آزاد لوگوں کے قافلے کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہیے اور ان لوگوں کو دیکھنا چاہیے جن کے سروں پر قربانی کی نشانیاں اور سینوں پر عزت و شرافت کے تمغے ہیں۔ ہمیں اس قافلے کے نقش قدم پر چلنا چاہیے جو کانٹوں بھری راہ پر چل رہا ہے۔ انجام کے بارے میں ہمیں پورا یقین ہے انجام صبر کرنے والوں ہی کے حق میں ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

قوت تحریر کا راز

گزشتہ عہد کے ان لمحوں میں جب امت زبردست معرکہ آرائی میں مصروف تھی، مجھ پر رہ رہ کر ایک مایوس کن خیال طاری ہوتا تھا۔ میں ان لمحوں میں اپنے آپ سے پوچھتا: "تمہارے لکھنے سے کیا فائدہ؟ تمہارے جو مقالات مختلف رسائل و میگزین میں کثرت شائع ہوتے ہیں، ان سے کیا حاصل؟ کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ ایک ریوالور اور چند گولیاں لاؤ، اور ان کے ذریعے ظالم و جابر اور سرکش حکمرانوں سے اپنا حساب چکا لو؟ تم دفتر میں بیٹھ کر چند لفظوں میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کر دیتے ہو اور اپنی قوت و طاقت ایک ایسی چیز میں صرف کرتے ہو جس سے ان ظالم حکمرانوں پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس سے کیا فائدہ؟

مجھے اعتراف ہے کہ ان لمحات میں مجھے سخت اذیت محسوس ہوتی تھی۔ میرا دل تاریکی اور مایوسی سے ڈوبا جاتا تھا۔ مجھے خود اپنے آپ سے شرمندگی کا احساس ہوتا ہے۔ وہ شرمندگی جو کسی اہم کام کے نہ کرسکنے پر ہوتی ہے۔

لیکن خوش قسمتی سے یہ لمحات زیادہ عرصے تک باقی نہ رہے اور مجھے تحریر کی

Marfat.com

قوت کا احساس ہونے لگا۔ جب میں ایسے لوگوں سے ملتا جنہوں نے میرا کوئی مضمون پڑھا ہوتا یا ان کے خطوط پاتا تو مجھے اس "ہتھیار" کے مفید اور کار آمد ہونے کا یقین ہونے لگتا۔ میں محسوس کرتا کہ میرے ساتھ وہ لوگ بھی کسی چیز کی آس لگائے ہوئے ہیں' وہ چیز اگرچہ ان کے دلوں میں زیادہ واضح نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ اس کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کے لیے تیاری کر رہے ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں۔

مجھے احساس ہوتا کہ معرکہ آرائی کرنے والے حریت پسندوں کی تحریریں رائیگاں نہیں جاتی ہیں اس لیے کہ وہ سونے والوں کو بیدار کرتی ہیں' سستی و تن آسانی کے دل دادہ لوگوں کو پرانگیختہ کرتی ہیں اور ایک عوامی لہر پیدا کرکے اسے ایک مخصوص رخ دیتی ہیں۔ اگرچہ یہ سمت پوری طرح واضح اور روشن نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی قلم کی تاثیر سے کچھ نہ کچھ فائدہ ضرور ہوتا ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں--- مایوسی اور تاریکی کے ان لمحوں میں--- اپنے نفس کو مورد الزام ٹھہراتا اور کہتا: "کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تحریر کی قوت پر یقین کسی دوسرے کام سے عاجزی و بے بسی کا بہانہ ہو؟ کیا یہ انسان کا اپنے آپ سے مذاق نہیں ہے کہ کوتاہی اور بزدلی کی ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے یہ سمجھنے لگے کہ وہ کچھ کر رہا ہے؟"

معرکہ آرائی کے گزشتہ پورے دور میں' میں ان احساسات اور خیالات کے ساتھ زندگی گزار رہا تھا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے صبح نو طلوع ہوئی' تاریک بادل چھٹ گئے' لوگ انقلاب کے بعد کھلی فضا میں سانس لینے لگے اور کش مکش کا یہ زمانہ تاریخ کے دفتر میں ایک یادگار کی حیثیت سے محفوظ ہو گیا۔

آج میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس بھیانک دور میں' میں نے جو مضامین

Marfat.com

لکھے تھے ان کا دوبارہ مطالعہ کروں' انہیں پڑھ کر مجھے انتہائی حیرت اور اچنبھے کا سامنا کرنا پڑا۔ تحریر کی قوت عجیب و غریب ہوتی ہے' وہ خواب جو میں نے اس زمانے میں دیکھے تھے' اب حقیقت کا روپ دھار چکے ہیں۔ وہ پیشین گوئیاں جو میں نے اس زمانے میں کی تھیں' لفظ بلفظ صحیح ثابت ہو چکی ہیں۔ ایسا لگتا ہے گویا آسمان کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور معرکہ آرائی کرنے والے حریت پسند پورے انہماک کے ساتھ یہ تحریریں رقم کر رہے تھے ورنہ کون تصدیق کرے گا --- یہاں تک کہ میں بھی نہیں --- کہ میں نے ایک سال سے زائد عرصہ قبل یہ جملے تحریر کیے تھے:

"اس مرتبہ ہم نے محکم اور یقینی آغاز کیا ہے اس لیے کہ ہمارا رخ صحیح ہے۔ دو کسان اپنے پاکیزہ خون میں لت پت ڈھیر ہو گئے ان میں سے ایک کفور نجم میں محمد علی کی تلاشی کے دوران اور دوسرا بھوت میں بدراوی کی تلاش کے دوران۔"

"اس مرتبہ ان دو کسانوں کا خون کسی خاندانی انتقام میں بہا ہے نہ وہ کسی انتخابی مہم کی بھینٹ چڑھے ہیں جیسا کہ عموماً پولیس رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے بلکہ انہوں نے زمین کے معرکے میں قربانی دی ہے' وہ پاک زمین جس کو لاکھوں کروڑوں انسانوں نے اپنے پسینے اور آنسوؤں سے سینچا مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ چناں چہ اب انہوں نے اسے اپنے خون سے سیراب کرنا شروع کر دیا ہے' اس مرتبہ انہیں پھل حاصل ہو کر رہے گا۔ اس لیے کہ تاریخ میں کبھی خون کے بیج نے دھوکہ نہیں دیا ہے اور نہ کبھی آئندہ دے گا"۔

"زمین کے مقدس معرکہ میں یہ دونوں پہلے شہید ہیں جنہیں مجرم ہاتھوں نے ہلاک کیا ہے۔ یقیناً ان کے بعد بھی کچھ لوگوں کو قربانی دینی پڑے گی' اس لیے کہ یہ مجنون زمین دار ہرگز برداشت نہ کرے گا کہ غلام اپنا سر اٹھائیں اور آقاؤں کے تئیں

Marfat.com

بے ادبی سے پیش آئیں۔ اس لیے وہ ناحق خون بہانے سے باز نہ آئے گا اور اب ہم بھی سرفروشی پر آمادہ ہو گئے ہیں!"

اس پاک زمین کی ملکیت اس کے حقیقی مالکوں کو واپس کردی گئی ہے۔ ملکیت کی آسمانی دستاویز لکھ دی گئی ہے جسے اب فسخ نہیں کیا جاسکتا۔ اسے ایسی روشنائی سے لکھا گیا ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتی.... خون کی روشنائی سے.. اگر اب بھی کوئی زمین اس کے حقیقی مالک کو واپس نہیں ہوئی ہے تو آج سے اسے غصب کی ہوئی اور جرالی ہوئی سمجھا جائے گا اور جبر عرصہ تک قائم نہیں رہ سکتا۔

یہ احمق زمین دار روزانہ غصب کی ہوئی زمین سے دست بردار ی کی دستاویز لکھ رہے ہیں۔ اس گولی کی صورت میں جو کسی شہید کا سینہ چاک کر دیتی ہے یا اس فائر کی شکل میں جو کسی بہادر اور جواں مرد کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے۔ لیکن عن قریب یہی گولی زمین سے ان کی دست برداری اور دوسرے محروم لوگوں کی ملکیت کی دستاویز ثابت ہوگی"۔

ظلم و جور کی رات بہت لمبی ہو گئی۔ صبح نو کا انتظار بہت ہو چکا۔ وہ دیکھو سحر طلوع ہو رہی ہے اس کی پہلی کرنیں چمکنے لگی ہیں' خون کے ان پاکیزہ قطروں میں جنہیں بے گناہ بہایا گیا ہے۔ یہ قطرے کسی انتخابی مہم میں بہائے گئے خون کے نہیں ہیں بلکہ یہ انتہائی قیمتی اور قابل قدر ہیں۔ اس لیے کہ ان کی پشت پر ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر عرصہ گزر گیا' صدیاں بیت گئیں' جسے کسی مضبوط سہارے اور ناقابل تردید دلیل کی ضرورت تھی' یہ ازلی دلیل اب کفور نجم اور بھوت میں نقش ہو گئی ہے' جسے محو نہیں کیا جاسکتا۔

اب ہر دن ایک نئی دستاویز لکھی جائے گی۔ ان احمقوں کی اشتعال انگیزی کی

Marfat.com

بدولت جو قربانی پر ایمان نہیں رکھتے' جو گناہ پر جمے ہوئے ہیں' جو قابل نفرت تکبر اور گھناؤنے استحصال پر ڈٹ گئے ہیں' جو برداشت نہیں کرسکتے کہ ان کے سامنے کوئی شخص کھڑا اور کوئی سر اٹھا رہے' جو صدیوں سے اپنے سامنے لوگوں کو رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھنے کے عادی ہوگئے ہیں''۔

''قابل قدر خون کے یہ پاکیزہ قطرے عن قریب مقدس شعلہ میں تبدیل ہوجائیں گے جو ہر چیز کو جلا کر خاکستر کردے گا اور آسمانی نور میں بدل جائیں گے جو ہر چیز کو روشن کردے گا اور اللہ کے حکم سے یہ شعلہ کبھی سرد نہیں پڑسکتا اور یہ نور (جو حقیقت میں اللہ کا نور ہے) کبھی بجھ نہیں سکتا۔

بار الہا تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں' بار الہا تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں۔ بار الہا اپنی مقدس آگ کو جسے تونے بھڑکایا ہے اور بھڑکا۔ اپنے آسمانی نور میں جسے تونے پیدا کیا ہے اور اضافہ کر۔ ''عزت صرف اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور اہل ایمان کے لیے''۔

ان فقروں کو جنہیں میں نے ایک سال سے زائد عرصہ قبل تحریر کیا تھا۔ جب میں نے پڑھا تو میرے دل میں خودبخود یہ سوال پیدا ہوا کہ ''تحریر کی قوت کے علاوہ اور کون سی قوت تھی جو اس بھیانک اور تاریک عہد میں غیب کے پردے شق کرسکتی تھی؟ جو راہ کی رکاوٹوں اور مزاحمتوں کو پار کرسکتی تھی؟ اور زمانے کے لوح پر اس زندہ حقیقت کو نقش کرسکتی تھی؟

پھر ایک دوسرا سوال میرے ذہن میں یہ ابھرا کہ: ''تحریر کی قوت کا راز کیا ہے؟'' تحریر کی قوت کا عجیب و غریب راز الفاظ کی چمک دمک اور عبارت کی موسیقیت میں نہیں بلکہ الفاظ کے مدلولات پر ایمان کی قوت میں پوشیدہ ہے۔ اس

Marfat.com

منظم خاکہ میں پوشیدہ ہے جو تحریر کردہ الفاظ کو زندہ تحریک میں اور معقولات کو محسوسات میں منتقل کردیتا ہے۔

دوسری چیز جس میں تحریر کی قوت کا راز پوشیدہ ہے یہ ہے کہ الفاظ کو قوموں کے ضمیر' انسانوں کے احساسات' انسانیت کے دل دوز نالوں اور معرکہ آرائی کرنے والے حریت پسندوں کے خون سے حاصل کیا جائے۔

ہر تحریر میں اتنی جان نہیں ہوتی کہ دوسروں کے دلوں میں پہنچ کر تحریک پیدا کرسکے اور انہیں کسی مقصد پر متحد اور اس کے حصول کے لیے آمادہ کرسکے۔ یہ تو صرف وہی تحریریں کرسکتی ہیں جن سے خون ٹپک رہا ہو' اس لیے کہ وہ کسی زندہ انسان کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے منظرعام پر آتی ہیں۔ ہر وہ تحریر جسے حیات جاودانی ملتی ہے۔ ضرور کسی کے خون جگر سے لکھی ہوتی ہے۔ رہی وہ تحریریں جو حلق سے تجاوز نہیں کرتیں اور نوک زبان پر جاری رہتی ہیں اور زندہ جاوید الٰہی سرچشمہ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ حقیقت میں مردہ اور بے جان ہوتی ہیں۔ ان سے انسانیت ایک بالشت بھی آگے نہیں بڑھ سکتی۔

اہل قلم بہت کچھ کرسکتے ہیں لیکن صرف ایک شرط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ اپنے افکار کو زندہ رکھنے کے لیے خود فنا ہوجائیں۔ اپنے افکار کو اپنے خون سے سیراب کریں' جس چیز کو بھی حق سمجھتے ہوں اسے علی الاعلان کہیں اور اس کی راہ میں اپنی جان قربان کردیں۔ ہمارے افکار اور ہماری تحریریں بے جان اور پژمردہ ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کے راستے میں اپنی جان قربان کردیتے ہیں اور انہیں اپنے خون سے سیراب کرتے ہیں تو ان میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہیں اور جان پڑ جاتی ہے۔

جو لوگ دفتروں میں بیٹھ کر عبارت آرائی میں سر کھپاتے ہیں اور ذہن میں بوجھ

Marfat.com

ڈال کر خوش نما الفاظ کے ذریعے عبارت کو بھڑکیلی اور خوب صورت بناتے ہیں اور نئے نئے خیالات گھڑتے ہیں۔ ان تمام لوگوں کو میں نصیحت کرتا ہوں کہ اگر وہ اپنی تحریروں میں زندگی پیدا کرنا اور ان میں جان ڈالنا چاہتے ہیں تو یہ زحمت نہ کریں بلکہ اس کے بجائے ایمان کے مقدس شعلہ سے روح کو روشن اور دل کو منور کریں... اس لیے کہ صرف اسی طریقے سے تحریروں میں جان ڈالی جا سکتی ہے۔

لیکن صرف یہی کافی نہیں ہے۔ محض تحریر سے ذمہ داری نہیں ادا ہو جاتی' بلکہ ضروری ہے کہ آدمی عملی میدان میں بھی سرگرم ہو' اس لیے کہ بسا اوقات عربی شاعر کا یہ قول سچا ہوتا ہے۔

السیف اصدق انباء من الکتب

فی حدہ الحد بین الجد و اللعب

(کتابوں سے زیادہ سچا فیصلہ تلوار کا ہوتا ہے' اس کی دھار سنجیدگی اور تفریح کے درمیان حد فاصل ہے)۔

بسا اوقات اگر ہم محض زبانی جمع خرچ سے کام لیں اور عملی میدان میں کچھ نہ کریں تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس وقت ان تحریروں سے قوت حاصل نہیں ہوتی بلکہ ان سے مزید قوت خرچ ہوتی ہے۔

خداداد صلاحیت رکھنے والے بہت کم اہل قلم ایسے ہوں گے جو تحریروں کو طاقت میں بدل دیتے ہیں۔ لیکن اس کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ اس کے لیے کام بھی کریں اور جو کچھ چاہتے ہیں اسے جدوجہد اور سعی پیہم کے ذریعے عملاً نافذ کرنے کی کوشش کریں۔

اگر تحریر ایک تحریک میں نہ بدل جائے اور کسی انسان کی ذات میں نہ ڈھل

Marfat.com

جائے تو خواہ وہ کتنی ہی طبع زاد ہو اور اسے کتنے ہی خلوص سے لکھا گیا ہو' لیکن اس سے دنیا میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت میں انسان ہی وہ زندہ تحریریں ہوتے ہیں جو اپنے مقاصد کو بخوبی واضح کرتے ہیں۔

عقائد اور فلسفوں میں بنیادی فرق یہی ہے کہ عقیدہ میں زندگی پائی جاتی ہے' وہ انسان کے اندروں میں موجزن رہتا ہے اور اسے عملی دنیا میں نافذ کرنے کے لیے انسان جدوجہد کرتا ہے جبکہ فلسفہ بے جان' پژمردہ اور گوشت پوست سے عاری ہوتا ہے وہ بس ایک ذہن میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں بے حس و حرکت مدفون رہتا ہے۔

عقائد ہی وہ "رہ نما" ہیں جن کی حدی پر انسانیت نے زندگی کا طویل اور پر پیچ راستہ طے کیا ہے اور نشیب و فراز کو پار کیا ہے اور انہیں کے ذریعے بھیانک بیابانوں اور ہلاکت خیز وادیوں میں نجات حاصل کی ہے۔ انہیں کے پیغام پر وہ یقین رکھتی ہے اس لیے کہ وہ پیغام ضمیر کے اندروں میں موجزن ہوتا ہے اور اس کے ذریعے وجدان برانگیختہ ہوتا ہے اور شعور میں جلا پیدا ہوتا ہے۔

تحریر کی قوت کے لیے عقیدہ ضروری ہے... تحریر میں اسی لیے قوت پیدا ہوتی ہے کیوں کہ وہ عقیدہ کی ترجمان ہوتی ہے اور عقیدہ کو لوگ اپنی زندگیوں کے ذریعے غذا پہنچاتے اور اپنے خون سے سیراب کرتے ہیں چناں چہ اس کے ذریعے خود انہیں زندگی ملتی ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

سودائے جنوں

اس کے دوست نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

"میرے بھائی: مجھے یہ کہنے کی اجازت دو کہ میں تمہیں اب تک نہیں سمجھ سکا ہوں۔ تم مخالفتوں کے طوفان کو روکنا چاہتے ہو۔ بغیر سوچے سمجھے خود کو ہلاکت میں ڈال رہے ہو اور ایسے ایسے کام کر رہے ہو جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جان سے ہاتھ دھونا چاہتے ہو۔ مجھے بتاؤ' تم خود کو ان خطرات میں کیوں مبتلا کر رہے ہو؟ قوم کا شعور ابھی اتنا بیدار نہیں ہوا ہے کہ تمہارے مقاصد میں تمہارا ساتھ دے سکے اور تمہارے منصوبوں کو سمجھ سکے.... تم زبردست طاقتوں کی مخالفت مول لے رہے ہو۔ یہ طاقتیں ملکوں' قوموں اور عوام کو خرید سکتی ہیں' ہر جگہ ان کے ایجنٹ موجود ہیں۔ ان کے ذرائع ابلاغ ہیں جو ان کے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ طاقتیں تمہیں تمہارے ہم وطنوں کی نگاہ میں ملزم بنا کر پیش کر سکتی ہیں۔ تمہاری شہرت کو داغ دار کر سکتی ہیں۔ تمہیں غدار ثابت کرنے کے لیے ایک ہزار گواہ پیش کر سکتی ہیں اور پروپیگنڈے کے ہزاروں ذرائع دن رات اس کی تشہیر کر سکتے ہیں۔ تم مال و دولت کے مالک نہیں۔ تمہاری جوانی ڈھل رہی ہے۔ تم کسی پارٹی یا تنظیم سے بھی متعلق نہیں

Marfat.com

کہ اگر تمہارے وسائل رزق ختم ہو جائیں گے تو وہ اس کا کوئی نظم کرے گی یا اگر کسی سبب سے تم اپنے گھر والوں کی مدد نہ کرسکو گے تو وہ ان کا خرچ برداشت کرے گی۔ اے میرے بھائی میں تمہیں سمجھ نہیں پا رہا ہوں"۔

اس کا دوست بغیر کسی توقف کے مسلسل بولتا رہا اور اسے مختلف اندیشوں سے ڈراتا رہا۔ اس کے لہجے میں کبھی جوش آجاتا' کبھی غصہ اور کبھی ہمدردی۔ اس نے درمیان میں مخاطب کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اپنی بات پوری کرکے جواب طلب نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

وہ مسکرایا اور یوں گویا ہوا:

"میرے بھائی میں ان تمام اندیشوں سے واقف ہوں اور ان تمام خطرات کو دیکھ رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تمہاری باتیں صحیح ہیں۔ میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ تم اپنے دوست کو خطرات میں پڑنے سے بچانا چاہتے ہو اور بچپن کی دوستی نبھا رہے ہو۔ لیکن اے میرے بھائی تمہیں سب کچھ یاد رہا مگر ایک سبب کو فراموش کر بیٹھے۔ اگر تمہیں وہ یاد ہوتا تو بخوبی سمجھ میں آجاتا کہ ان تمام باتوں کے باوجود میں ان سرگرمیوں میں کیوں مصروف ہوں؟ تمہیں عوام یاد رہے۔ وطن یاد رہا۔ صحت اور مال و دولت یاد رہی۔ وہ زبردست طاقتیں یاد رہیں جو قوموں' ملکوں اور عوام کو خرید سکتی ہیں یا انہیں اس حد تک گمراہ کرسکتی ہیں کہ وہ غداروں اور شریفوں میں فرق نہ کرسکیں۔ تمہیں یہ سب یاد رہے مگر تم اللہ کو بھول گئے"۔

اس کے دوست نے کہا:

"نہیں میرے بھائی! میں اللہ کو نہیں بھولا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب مخالفتوں کا سامنا کر رہے تھے' اس وقت آپ اللہ کے

Marfat.com

رسولؐ تھے۔ آپؐ پر وحی نازل ہوتی تھی اور اللہ کی جانب سے براہ راست ہدایات ملتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید اور فتح آپ کا مقدر تھی۔ پانچ ہزار فرشتے آپ کی مدد کے لیے تیار رہتے تھے۔ آج تمہیں بھی ایسی مخالفتوں کا سامنا ہے مگر تم کیا ہو؟'' اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا:

''میرے دوست اب ہم قریب آ رہے ہیں۔ میں نبی ہوں نہ رسول، مجھ پر وحی نازل ہو سکتی ہے نہ میری مدد کے لیے فرشتے اتر سکتے ہیں۔ لیکن میں صاحب ایمان ہوں اور جو شخص بھی ایمان سے بہرہ ور ہو اور رسول کے نقش قدم پر چل رہا ہو وہ خواہ کسی زمانے کا ہو اور کسی جگہ کا رہنے والا ہو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی اور ملائکہ کے علاوہ ہر اس چیز کی آس لگا سکتا ہے جو اس نے اس میدان میں اپنے رسول کو عطا کیا تھا۔ اہل ایمان خواہ دنیا میں کہیں بھی ہوں وہ اس عظیم میراث کے حامل ہیں۔ اے میرے دوست یہ عظیم میراث آزمائش اور عافیت، معرکہ اور فتح، رنج اور خوشی سے مرکب ہے لیکن انجام معروف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

'' لتبلون فی اموالکم و انفسکم و لتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم و من الذین اشرکوا اذی کثیرا و ان تصبروا و تتقوا فان ذلک من عزم الامور'' ۔ (آل عمران-۱۸۶)

(مسلمانو تمہیں مال اور جان دونوں کی آزمائشیں پیش آ کر رہیں گی اور تم اہل کتاب اور مشرکین سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اگر ان سب حالات میں تم صبر اور خدا ترسی کی روش پر قائم رہو تو یہ بڑے حوصلے کا کام ہے)۔

'' و لا تھنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ ان یمسسکم قرح فقد مس القوم قرح مثلہ و تلک الایام نداولھا بین الناس و لیعلم اللہ

Marfat.com

الذین امنوا و یتخذ منکم شهداء و الله لا یحب الظالمین' و لیمحص الله الذین امنوا و یمحق الکافرین' ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یعلم الله الذین جاهدوا منکم و یعلم الصابرین' و لقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رایتموہ و انتم تنظرون' ' ۔ (آل عمران:۱۳۹-۱۴۳)

(ترجمہ: دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔ اس وقت اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو اس سے پہلے ایسی ہی چوٹ تمہارے مخالف فریق کو بھی لگ چکی ہے۔ یہ تو زمانے کے نشیب و فراز ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں تم پر یہ وقت اس لیے لایا گیا کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں اور ان لوگوں کو چھانٹ لینا چاہتا تھا جو واقعی (راستی کے) کے گواہ ہوں۔۔۔۔ کیوں کہ ظالم لوگ اللہ کو پسند نہیں ہیں۔۔۔ اور وہ اس آزمائش کے ذریعے سے مومنوں کو الگ چھانٹ کر کافروں کی سرکوبی کر دینا چاہتا تھا۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت میں چلے جاؤ گے حالاں کہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون وہ لوگ ہیں جو اس کی راہ میں جانیں لڑانے والے اور اس کی خاطر صبر کرنے والے ہیں۔ تم تو موت کی تمنائیں کر رہے تھے مگر یہ اس وقت کی بات تھی جب موت سامنے نہ آئی تھی۔ لو اب وہ تمہارے سامنے آگئی اور تم نے اسے آنکھوں سے دیکھ لیا۔)

اس کے دوست نے اسے مزید قرآنی آیات کی تلاوت کا موقع ہی نہ دیا۔ اشارے سے خاموش کرتے ہوئے کہنے لگا:

"میں سمجھ گیا۔ میں سمجھ گیا۔ اس کا مطلب ہے کہ تم مرنا چاہتے ہو"۔

اس نے جواب دیا:

Marfat.com

"نہیں میرے دوست۔ تم مجھے اب تک نہیں سمجھ سکے ہو۔ میں تم سے صاف صاف کہنا چاہتا ہوں کہ میں مرنا نہیں چاہتا۔ میں زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ میں طویل زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ ابھی اس زندگی سے میرا جی نہیں بھرا ہے جو ذمہ داریاں مجھ پر عائد ہیں ان میں سے ابھی کم ہی میں ادا کرسکا ہوں۔ لیکن ایک دوسرا پہلو بھی ہے وہ یہ کہ میں نے اپنی زندگی کا خاصا حصہ اللہ سے دوری میں گزارا ہے۔ میری خواہش ہے کہ اب کم از کم اتنا ہی عرصہ اس کے قرب میں گزاروں تاکہ ترازو کے دونوں پلڑے برابر ہو جائیں۔ آخر میں مجھے اس کا بھی احساس ہے کہ میرے اوپر کچھ ذمہ داریاں عائد ہیں---"

اس کے دوست نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا:

"مجھے تم سے غرض نہیں۔ تم جو چاہے کرو۔ لیکن مجھے تمہاری ان ذمہ داریوں کی فکر لاحق ہے۔ تم نحیف آدمی ہو۔ تمہاری صحت اذیتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم مرگئے تو اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر جاؤ گے؟ مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس چند سکوں کے سوا کچھ نہیں---"

اس نے اطمینان سے جواب دیا:

اگر میں اچانک بستر پر جان دے دوں تب میرے گھر والے کیا کریں گے؟ زندگی تو محض چند سانسوں کا نام ہے۔ ایک سانس اندر جاتی ہے' ایک باہر نکلتی ہے۔ موت آئے گی تو اندر کی سانس اندر رہ جائے گی اور باہر کی سانس باہر۔ کیا زمین میں سرنگ بنا کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر موت سے بچا جاسکتا ہے؟

"قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم"
(آل عمران: ۱۵۴)

Marfat.com

(ان سے کہہ دو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آئے)

میرے دوست! جیسا کہ میں نے عرض کیا' میں مرنا نہیں چاہتا۔ لیکن موت اور زندگی اللہ کی جانب سے مقدر ہے۔ اس لیے جو شخص کوئی ذمہ داری سرانجام دینا چاہتا ہے یا کسی برائی کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے یا تجارت و معاش کے سلسلے میں کہیں کا سفر کرنا چاہتا ہے اسے اس کی مطلق پروا نہیں کرنی چاہیے۔

"و ما تدری نفس ماذا تکسب غدا' و ما تدری نفس بای ارض تموت۔ (لقمان:۳۴)

(کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائی کرنے والا ہے اور نہ کسی شخص کو یہ خبر ہے کہ کس زمین میں اس کو موت آنی ہے؟)

اس کے دوست نے اچانک کہا:

"مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے جس سے تمہاری بات کی تائید ہوتی ہے---
۱۹۳۰ء میں اساتذہ ایک بحران سے دوچار تھے۔ اور وہ یہ کہ معاہد المعلمین سے فارغ ہونے کے بعد بہت کم اساتذہ کو وزارت یا قومی تعلیمی اداروں میں ملازمت مل پا رہی تھی۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر پرائیویٹ اسکولوں کے مالکان ان کا استحصال کررہے تھے۔ چناں چہ وہ اساتذہ پر سخت اور ظالمانہ شرطیں عائد کررہے تھے مثلاً انہیں بہت کم تنخواہیں دے رہے تھے اور موسم گرما کی چھٹی کے دنوں میں انہیں تنخواہوں سے محروم کررہے تھے۔ ہمارا ایک دوست تھا جسے تم بھی جانتے ہو۔ فلاں۔ وہ بال بچوں والا تھا۔ اس صورت حال سے وہ بہت غم گین تھا۔ اسے یہ فکر دامن گیر تھی کہ وہ گرمی کے دنوں میں اپنے بچوں کا خرچ کیسے چلائے گا جب کہ وہ اپنی معمولی

Marfat.com

تنخواہ سے سال کے بقیہ دنوں میں کچھ پس انداز نہیں کر پا رہا ہے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے ہم وطن ایک دیہاتی کے سامنے اپنی یہ پریشانی بیان کی تو اس نے بہت سادہ لوحی اور حیرت سے کہا: اے میرے بھائی کیا ہمارا رب مر گیا ہے؟"

دونوں پر خاموشی چھا گئی.... گہری خاموشی.... یا دونوں اس حقیقت تک پہنچ گئے تھے جسے الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔

میں اس گفتگو کے موقعے پر موجود تھا اور قریب سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ دونوں دوست جس محفل میں تھے وہاں بہت سے لوگ تھے اور ان کی باتیں بغیر تجسس کے بہ آسانی سنی جا سکتی تھیں۔ مجھ پر بھی خاموشی طاری ہو گئی۔ یقیناً۔ کیا اللہ سبحانہ و تعالیٰ مر گیا ہے؟ وہ تو "حی و قیوم" ہے۔ اسے موت آ سکتی ہے نہ اس پر اونگھ طاری ہوتی ہے۔

پھر مجھ پر خیالات کا توارد ہونے لگا۔ جدوجہد اور معرکہ آرائی کرنے والے کہاں سے قوت حاصل کرتے ہیں؟ کیا وطن دوستی اور عوامی مقبولیت سے؟ یہ تو غیر یقینی سہارا ہے۔ بسا اوقات عوام کا شعور اتنا بلند نہیں ہوتا کہ ان میں پزیرائی اور مقبولیت حاصل ہو سکے بلکہ اس کے برعکس وہ خیر خواہوں کے دشمن بن جاتے ہیں اور فسادیوں کی واہ واہ کرتے ہیں۔

کیا خودداری اور عزت نفس سے؟ یہ بھی غیر یقینی سہارا ہے۔ بسا اوقات نفس لالچ یا دھمکی کے آگے سپر ڈال دیتا ہے اور اگر ان دونوں صورتوں میں ثابت قدم رہ جائے تو اس صورت میں وہ ضرور ڈگمگا جاتا ہے جب برادران وطن اور عوام اس کے لیے اجنبی بن جائیں اور اسے جھوٹے الزامات میں پھنسا دیں۔

Marfat.com

ضروری ہے کہ کوئی ایسا سہارا ہو جو غیر متزلزل ہو۔ ضروری ہے کہ کسی ایسی طاقت کی پشت پناہی ہو جو روے زمین کی تمام طاقتوں سے بڑھ کر ہو تاکہ جدوجہد کرنے والے دھمکیوں کے سامنے جم سکیں۔ ضروری ہے کہ کوئی ایسا انعام ہو جو دنیا کے تمام لالچوں سے بڑھ کر ہو تاکہ جدوجہد کرنے والے کسی لالچ میں نہ آ سکیں۔ ضروری ہے کہ کوئی ایسا مضبوط تعلق ہو جو دنیا کے تمام تعلقات سے زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو تاکہ جدوجہد کرنے والوں کے قدم اس وقت نہ ڈگمگا سکیں جب عوام اور اہل وطن کے درمیان وہ اجنبی بن گئے ہوں۔

جدوجہد کرنے والے خواہ مخواہ دنیا کا کوئی سہارا تلاش کرتے ہیں وہ بلاوجہ زمین کی کسی طاقت پر اعتماد کرتے ہیں کیوں کہ ایک سہارا ایسا ہے جو کبھی متزلزل نہیں ہو سکتا۔ ایک طاقت ایسی ہے جو کبھی کمزور نہیں ہو سکتی اور وہ ہے "اللہ پر ایمان"۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

آوارہ ادب

(یہ گفتگو ۱۰ر اگست ۱۹۵۲ء ۸ بجے رات کو مصری ریڈیو اسٹیشن سے نشر ہونا تھی لیکن اس وقت فضا اتنی ابر آلود تھی کہ اسے نشر کیا جانا ممکن نہ ہوسکا۔

بہت سے لوگ ہیں جو "غلام" سے مراد اپنی ذات کو لیتے ہیں۔ اسی طرح ایسی آوازوں کو اب بھی تحفظ حاصل ہے جو لوگوں سے کہتی ہیں کہ "دنیا جام و مینا کا نام ہے۔)

آوارہ ادب عام طور پر غلاموں کا ادب ہوتا ہے---- خواہ وہ ظلم و جارحیت کے غلام ہوں یا خواہشات نفس کے--- جب انسان روے زمین کے کسی ظالم و سرکش حکمراں یا نفس کی کسی خواہش کا غلام بن جاتا ہے تو وہ آزادی کی کھلی فضا میں پرواز نہیں کرسکتا۔ یہی نہیں بلکہ وہ زمین کی پستیوں میں جا پہنچتا ہے اور شہوت یا غلامی کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

اس طور پر آوارہ ادب غلامی کا ادب ہے۔ وہ اس وقت رواج پاتا ہے جب

Marfat.com

قومیں اعلیٰ و ارفع اقدار و روایات کے راستے میں جدوجہد سے دست کش ہو جاتی ہیں حتی کہ ان کے دلوں میں اس کی ادنی سی بھی خواہش پیدا نہیں ہوتی۔ جب وہ خواہشات نفس کے پیچھے دوڑنے لگتی ہیں اور گھٹیا مقصد اور حقیر غرض کے حصول کے لیے سرکش حکمرانوں کی چاپلوسی میں لگ جاتی ہیں یعنی جب دنیا کی حیثیت "جام و مینا" کی ہو جاتی ہے اور سرکش حکمرانوں کا تقرب حاصل کرنے کی تمنا کی جانے لگتی ہے۔

اس وقت قوم میں کچھ ادباء' شعراء اور فن کار نمودار ہوتے ہیں جو اعلیٰ روایات کے فقدان کو لبیک کہتے ہیں اور شہوت نفس یا غلامی کے دلدل میں پھنسے رہنے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اس وقت قوم کے افراد ان ادباء' شعراء اور فن کاروں کی تخلیقات کو بڑے غور سے سنتے ہیں اس لیے کہ وہ ان کے احساسات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر بناتے ہیں اور ان کے لیے آرام طلبی' تن آسانی' بے کاری اور سستی کی زندگی کو خوب صورت اور مزین بنا کر پیش کرتے ہیں۔

یہ ادباء' شعراء اور فن کار اس وقت قوموں کو مدہوش کرنے اور میٹھی نیند سلانے کا کام انجام دیتے ہیں' خواہ سرکش حکمرانوں کی مدح سرائی کر کے یا خواہشات نفس کی پیروی کر کے پہلی صورت میں یہ لوگ قوموں کے سامنے حقیقت کو مسخ کر کے بیان کرتے ہیں۔ ان کے سامنے ظلم و زیادتی اور سرکشی کی شناعت کو کم کر کے دکھاتے ہیں۔ ان کو حکمرانوں کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے اور ان کا مقابلہ کرنے سے باز رکھتے ہیں--- دوسری صورت میں یہ ادباء و شعراء قوموں کو بے حس بنا دیتے ہیں' ان کی طاقت کو برے افعال اور گندے افکار میں صرف کر کے ان کے لیے تفریح طبع کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ چناں چہ وہ قومیں اسی میں مشغول اور محو رہتی ہیں۔ انہیں اس کے علاوہ کسی چیز کی فکر نہیں رہتی۔ ظلم کا احساس ختم ہو جاتا ہے اور ان میں اتنی

Marfat.com

ہمت نہیں ہوتی کہ کسی ظالم و سرکش حکمراں کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اسے اس کی زیادتیوں سے باز رکھیں۔ پوری قوم "لذتوں" میں مستغرق اور بدہوش رہتی ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ سرکش حکمرانوں نے ہمیشہ اس قسم کے ادباء' شعراء اور فن کاروں کو ڈھیل دی ہے۔ ان کے لیے وسائل و ذرائع فراہم کیے ہیں اور سستی و تن آسانی اور عیش و عشرت کا ایسا ماحول پیدا کیا ہے' جس میں یہ لوگ کام کر سکیں۔

جب اموی حکمرانوں نے چاہا کہ اہل حجاز کی بغاوتوں کو فرو کر کے اپنی حکومت و اقتدار کو مستحکم کر لیں اور انہیں عام زندگی سے دور کر دیں تو ان کے امراء و شرفاء میں دولت کی ریل پیل کر دی۔ انہیں جاگیروں اور عطیوں سے نوازا۔ ان کے لیے گانے والوں' تفریح طبع کا سامان فراہم کرنے والوں اور لونڈیوں کا انتظام کیا۔ ان کے سامنے عیش و آرام اور تن آسانی کی زندگی کو مزین کر کے پیش کیا اور شعراء کو کھلی چھوٹ دے دی کہ ان کے محلوں میں شہوت انگیز نغموں کے ذریعے خواہشات کی تسکین اور تفریح طبع کا سامان بہم پہنچائیں دوسری طرف شعراء نے ان سرکش حکمرانوں کی مدح سرائی شروع کر دی۔ ان کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے لگے اور ان کے اردگرد عظمت و تقدس کے ہالے بنانے لگے۔

تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا رہی ہے--- عصر حاضر میں بھی ایسا ہی ہوا' مصر میں ایک چھوٹا سا سرکش حکمراں تھا جو خود اپنے آپ کی پرستش کرتا تھا اور اپنی خواہشات کی تقدیس بیان کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مصری عوام کو دو کروڑ "غلاموں" میں تبدیل کر دے۔

چناں چہ کچھ ادباء' شعراء اور فن کار اس کی اس خواہش کی تعمیل کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کی مدح سرائی اور قصیدہ خوانی کرنے لگے۔ اللہ کو چھوڑ کر اس

Marfat.com

کے آگے سر بسجود ہونے لگے۔ اسے صفات الٰہی سے متصف قرار دینے لگے اور اس کی طرف ایسی ایسی باتیں منسوب کرنے لگے جسے کوئی مسلمان یا عیسائی زبان سے ادا کرنے کی جرات نہیں کرسکتا۔

اس وقت کچھ ادباء' شعراء اور فن کار اٹھ کھڑے ہوئے' خواہشات نفس کی پیروی کرنے لگے اور لذت پرستی میں محو ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں "دنیا جام و مینا کا نام ہے" جیسے نغمے اور اسی طرح کے دیگر واہیانہ خیالات اور افکار گونجنے لگے۔

سرکش حکمرانوں کی تسبیح و تقدیس اور خواہشات نفس کی پیروی' دونوں الگ الگ چیزیں ہیں نہ ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہیں... غلامی خواہ خواہشات نفس کی ہو یا سرکشی کی دونوں کا مزاج ایک ہی ہے۔

○ ○ ○

اب اگر ہم آوارہ ادب کے خلاف جنگ کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ پہلے اس کے ان اسباب کا خاتمہ کردیں جو افراد اور قوموں کی زندگی میں پائے جاتے ہیں۔ ضروری ہے کہ انسانی ضمیر میں پائی جانے والی غلامی کی روح فنا کردیں۔ شہوت کی غلامی سے مصروف پیکار ہوں اور انسانی ضمیر کو اس سے آزادی دلائیں۔ انسان اسی لیے "انسان" ہے کیوں کہ وہ حیوانی سرشت سے بلند ہے۔ دینی تربیت ہی روح انسانی کو تقویت پہنچانے اور حیوانی سرشت سے بلند کرنے کا کامیاب اور آسان ترین طریقہ ہے۔

ضروری ہے کہ ہم ظلم و سرکشی کی غلامی کے خلاف جنگ کریں' سرکشی ہمیشہ تن آسانی' عیش پرستی اور آرام طلبی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے تاکہ اس کا تسلط قائم رہے اور لوگ عزت و آزادی حاصل کرنے اور ظلم و زیادتی اور سرکشی سے نجات پانے کے لیے بیدار نہ ہوسکیں۔

Marfat.com

اس وقت ہمارے سامنے ایک دوسری صورت حال ہے۔

وہ لوگ جو کبھی چھوٹے سرکش حکمراں کی تقدیس کیا کرتے تھے' اسے سرکشی اور ظلم و زیادتی میں ڈھیل دیتے تھے۔ اس کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے اور اسے خدائے واحد و قہار کی صفات سے متصف قرار دیتے تھے--- اب وہی لوگ اس سرکش حکمراں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اس کی ہزاروں برائیاں گناتے ہیں اور اس کی جھوٹی عظمت کی رداء---- کو جسے کبھی خود انہوں نے اسے پہنایا تھا---- تار تار کرتے ہیں۔

یہ بھی آوارگی کی ایک قسم اور آوارہ ادب کی ایک تصویر ہے۔ یہ لوگ پہلے بھی غلام تھے اور اب بھی غلام ہیں۔ ایسے غلام جو آقا کے سامنے جھکے رہتے ہیں تاکہ وہ ان پر کوڑے برساتا رہے۔ یہاں تک کہ جب کوڑا آقا کے ہاتھ سے گر جاتا ہے تو اسے یہ غلام اٹھالیتے ہیں اور اسے لے کر دوسرے آقا کی تلاش شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے آقا کی جو ان پر کوڑے برساتا رہے اور وہ اس کے سامنے دھونی دیتے رہیں اور اس پر پھولوں کی بارش کرتے رہیں۔

یہ ہیں آوارہ ادب کے نمائندے۔ ضروری ہے کہ قوم اس نئے عہد میں جو حقیقت میں عزت' قوت' سربلندی اور سرکشی اور خواہشات نفس کی غلامی سے آزادی کا زمانہ ہے' انہیں اس کے ترانے گانے سے روک دے۔

جی ہاں! ضروری ہے کہ ہم نئے عہد میں ان غلاموں کو قوم کا ترانہ گانے کی اجازت نہ دیں اور ادب و شعر اور فن کی پیشانی کو گندے گڑھے میں رگڑنے پر انہیں معاف نہ کریں۔ اس لیے کہ ان لوگوں کو معاف کرنے کا مطلب جدید انقلاب کے اصول و مبادی سے دست کش ہونا ہے اور ان کی باتوں کی طرف دھیان دینا نئے

Marfat.com

روایات کے ساتھ خیانت ہے۔

کوئی شخص یہ نہ کہے کہ یہ لوگ ادب و فن اور شعراور انسانیت کو اس ولدل میں پھنسانے میں معذور تھے۔ اس لیے کہ اگر ان کی مردانگی انہیں معرکہ آرائی پر آمادہ نہ کرسکتی تھی تو خاموش رہنا تو ضرور ان کے اختیار میں تھا۔

ان کے لیے اس قسم کا عذر تلاش کرنا دراصل جرم کے لیے وجہ جواز فراہم کرنے کے مثل ہے۔ ایسا جرم اگر تاجروں اور سوداگروں سے سرزد ہو تو قابل معافی ہے۔ لیکن اگر یہ رہ نمایان فکر' زعمائے ادب' قلم کاروں' شاعروں اور فن کاروں سے ظاہر ہو تو ہرگز معاف نہیں کیا جاسکتا۔

اگر ان کی یہ بغاوت ہمارے خلاف تھی تو اس کا تقاضا ہے کہ ہم اسے یاد رکھیں اور کبھی فراموش نہ کریں اور اس جرم کی شناعت کو ہر وقت اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھیں۔

تالاب میں عرصہ تک رہنے والے کیڑے اور حشرات ہر پاک و صاف چیز کو گندا کر دینے کے ذمہ دار ہیں۔ اگر ہم نے پاک سرزمین میں انہیں دوبارہ زندہ رہنے اور پنپنے کا موقع دیا تو وہ پھر اسے گندا کر ڈالیں گے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اخلاق باختہ عورتوں کا ٹولہ

آج جس موضوع پر میں قلم اٹھا رہا ہوں اور اس پر جریدہ ''الدعوۃ'' کا یہ کالم اور اپنا وقت صرف کر رہا ہوں اس پر مجھے عرصہ تک تردد رہا اور وہ ہے شور و شغب کرنے والی مٹھی بھر اخلاق باختہ عورتوں کا موضوع۔

مصر بہت سے مصائب' بہت سے مسائل اور بہت سی بلاؤں میں گرفتار ہے جو کسی بھی سنجیدہ اہل قلم کو اس مہمل موضوع پر قلم اٹھانے سے باز رکھ سکتی ہیں۔ وہ موضوع جو طبیعتوں کی گدگداہٹ اور آوارہ مردوں اور عورتوں کی تفریح طبع سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا۔

اس وقت ''عورت اور پارلیمنٹ'' کی گفتگو کسی ''ہال'' یا کسی ''محفل'' میں تو ہو سکتی ہے لیکن کسی باوقار جریدہ میں' کسی قابل احترام معاشرے میں' یا ایسے لوگوں کے درمیان جن کے دوسرے اہم مشاغل بھی ہوں اور جو سر راہ تفریح طبع نہ چاہتے ہوں' مناسب نہیں۔

''عورت اور پارلیمنٹ'' کا موضوع ایسا ہے جس پر مصری خاتون دھیان نہیں دیتی۔ نہ اس پر غور و فکر کرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی نوٹس لیتی ہے اور نہ اس کے متعلق

Marfat.com

کچھ جانتی ہے۔ اور اگر جانتی بھی ہے تو اگر وہ باوقار اور سنجیدہ ہے تو اس سے' اسے پیش کرنے والی عورتوں سے' اور اس کے پیش کرنے کے طریقے سے نفرت کرتی ہے۔

اس موضوع پر قلم اٹھانے میں مجھے عرصہ تک تردد رہا۔ اس لیے کہ میں ان کھوکھلے مظاہروں سے واقف ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس کے پیچھے محض گنتی کی چند عورتیں ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ کس طرح یہ عورتیں بعض اخبارات و جرائد کے کالموں میں جگہ پاتی ہیں اور اس کے لیے انہیں کیا "تاوان" ادا کرنا پڑتا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ مصر کی ہر خاتون اس ذریعے کو اختیار کرنے اور یہ "تاوان" ادا کرنے پر تیار نہیں ہوسکتی۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مصری صحافت میں کچھ ایسے ایڈیٹر' ایسے نامہ نگار اور ایسے نمائندے بھی ہیں جو اس "تاوان" کو حاصل کرنے کے لیے مصر کو داؤں پر لگا رہے ہیں اور زندگی کی مقدس قدروں کا سودا کر رہے ہیں---- اگر وہ سمجھتے ہیں کہ زندگی میں کچھ مقدس قدریں ہوتی ہیں--- مجھے معلوم ہے کہ کس طرح یہ عورتیں ان اخبارات و جرائد میں تھوڑی سی جگہ حاصل کرنے کے لیے تاوان ادا کرتی ہیں اور ان کے ذریعے ہنگامہ برپا کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جب کہ اس ہنگامے کی طرف آج کل کوئی دھیان نہیں دیتا اور مصر کی باوقار خاتون بھی اسے قابل توجہ نہیں سمجھتی۔

ان وجوہات سے میں اس موضوع پر لکھنے میں متردد تھا۔ اس لیے کہ ان عورتوں کے یہ مظاہرے مجھے دھوکہ میں نہیں مبتلا کرسکتے۔ نہ میرے دل میں یہ بات ڈال سکتے ہیں کہ یہ ذرا بھی اہمیت کے حامل اور کسی توجہ کے قابل ہیں۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ میں دیکھ رہا ہوں کہ کچھ ایسے لوگ جو معاشرے

Marfat.com

میں بلند مقام رکھتے ہیں اور وقار اور حیثیت کے مالک ہیں' ان کھوکھلے نعروں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔ چناں چہ وہ اس کے پیچھے خطرہ کی بو محسوس کرتے ہیں۔ ان عورتوں کا فریب ان پر کارگر ثابت ہوا ہے۔ چناں چہ وہ سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے والی عورتوں کی بڑی تعداد ہے۔ انہیں قابل قدر قوت و طاقت حاصل ہے اور بعض اخبارات میں خبریں شائع ہونے سے ان کی اہمیت اور قوت کا پتا چلتا ہے۔ افسوس کہ انہیں معلوم نہیں کہ ان بڑے بڑے اخبارات کے دفتروں میں معاملات کس طرح انجام پاتے ہیں۔ بظاہر دیکھنے میں تو یہ بڑے شہرت یافتہ اور کثیر الاشاعت اخبار ہیں۔ لیکن جو لوگ پس پردہ ہونے والی کارروائیاں جانتے ہیں' انہیں ان کی عظمت اور چمک دمک کی حقیقت معلوم ہے!!

بہرحال میں نے موجودہ مفتی صاحب' سابق مفتی صاحب' افتاء کمیٹی کے ممبران' جماعۃ کبار العلماء اور اتحاد الهیئات الاسلامیہ کے ذمہ داروں کو دیکھا ہے کہ وہ ان عورتوں کے بارے میں فریب کا شکار ہیں۔ چناں چہ وہ ان کی طرف سے ہونے والے مظاہروں کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ان سے پریشان رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً جمع ہو کر ان کے بارے میں فتوے دیتے اور قرار دادیں پاس کرتے ہیں۔

افسوس کہ یہ حضرات بھی فریب کا شکار ہو گئے!

ان عورتوں کو ان حضرات کی طرف سے ظاہر ہونے والی اہمیت اور توجہ سے زیادہ خوش کرنے والی کوئی چیز نہیں۔ ورنہ ان گنتی کی چند عورتوں کو اس زبردست کامیابی کی کبھی امید نہ ہو سکتی تھی بلکہ وہ کبھی خواب میں بھی اس کی توقع نہ کر سکتی تھیں' جس کا یہ لوگ ذریعہ بن رہے ہیں۔ جب کہ ان کے شایان شان یہ تھا کہ اس تحریک کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے۔ اس لیے کہ یہ تفریح طبع اور آوارگی کی

Marfat.com

آسودگی کے سوا کچھ نہیں۔

مصر میں بے شمار مرد اور عورتیں مختلف بیماریوں کا شکار ہیں۔ اب اگر کچھ مرد اور عورتیں اس مخصوص قسم کی بیماری میں بھی مبتلا ہیں تو کیا فرق پڑتا ہے؟ ان مخصوص حالتوں میں ان کے لیے نفسیاتی علاج ہی بہتر ہے۔ لیکن ان کی طرف بعض ایسے لوگوں کا متوجہ ہونا جو معاشرے میں اہم مقام اور حیثیت رکھتے ہیں' جو عظمت و وقار کے مالک ہیں اور جن کے دوسرے بہت سے مشاغل بھی ہیں' مناسب نہیں۔ اور وہ بھی محض اس وجہ سے کہ بعض اخبارات یا ان اخبارات میں کام کرنے والے بعض لوگوں نے کچھ صفحات یا کچھ کالم اس بکواس کے لیے وقف کردیے ہیں۔

خاص طور پر جماعۃ کبار العلما کے سلسلے میں یہ تجربہ رہا ہے کہ بسا اوقات کسی معمولی چیز پر اس کے ہنگامہ برپا کرنے کی وجہ سے اس چیز کو ایسی اہمیت حاصل ہوگئی جو فی الواقع اسے نہ ملتی اگر وہ کسی ردعمل کا اظہار نہ کرتے۔ لیکن ان کے ہنگامہ کرنے کی وجہ سے لوگوں کی نظریں ان کی طرف متوجہ ہوگئیں اور الٹا اثر ظاہر ہوا۔ کتنی ہی تحریکیں' کتنی ہی کتابیں اور کتنی ہی شخصیتیں اتنی گم نام اور بے حیثیت تھیں کہ انہیں ایک شخص بھی نہیں جانتا تھا۔ اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو وہ فنا کے گھاٹ اتر جاتیں اور کسی کو احساس بھی نہ ہوپاتا۔ لیکن اس "قابل احترام جماعت" نے انہیں زندگی بخش دی اور لوگوں کو ان کی طرف متوجہ کردیا۔ یہ جماعت اگر ان مظاہروں کے بارے میں بھی خاموشی اختیار کرلیتی اور اس کے خلاف کچھ ہنگامہ نہ برپا کرتی تو یہ بھی فنا کے گھاٹ اتر جاتے اور لوگ انہیں فراموش کردیتے۔ اس لیے کہ ان میں زندگی و بقا کا کوئی عنصر موجود نہیں تھا۔

پھر آخر کیا چیز اس محترم جماعت کو اور اس کے علاوہ دوسری تنظیموں اور

Marfat.com

شخصیتوں کو دوبارہ یہی تجربہ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ جب کہ یہ بات یقینی ہے کہ اس سے پہلے ہی جیسا نتیجہ برآمد ہوگا؟ ان خودساختہ تحریکوں' بے حیثیت کتابوں اور گم نام شخصیتوں سے بے توجہی برت کر ہی ان کو ناکام بنایا جاسکتا ہے۔

مجھے اس وقت ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔ عیسائی مبلغین کی ایک تنظیم نے ایک کتاب شائع کی۔ اس تنظیم کی قیادت ایک ایسا آدمی کر رہا تھا جس کی اسلام دشمنی مشہور و معروف تھی مگر وہ اسے تمام مذاہب کے انکار کے ذریعے چھپاتا تھا۔ اگرچہ وہ ایک مذہبی مزاج رکھتا تھا اور مذہبی سرگرمیاں رکھنے والی مشنری تنظیم میں کام کرتا تھا۔ اس تنظیم کے ارکان نے باہم رائے مشورہ کیا کہ کوئی ایسا ذریعہ تلاش کرنا چاہیے جس سے لوگوں کی نگاہیں اس کتاب کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اسلام کی بنیادی فکر متزلزل ہو کر رہ جائے۔ ان کی سمجھ میں یہ آیا کہ کسی پاک طینت اور غیرت مند شخص کو بھڑکا دیں جو اس کتاب کے خلاف غیض و غضب کا اظہار کرے اور جماعت کبار العلما کو اس کا رد کرنے پر آمادہ کردے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا۔ جماعت کبار العلما اس کتاب کی مخالفت میں سرگرم ہوگئی اور اس طرح اسے شہرت حاصل ہوگئی۔

یہ عورتیں بھی اسی قسم کا تجربہ کر رہی ہیں اور ایسے ہی ذرائع اختیار کر رہی ہیں۔ بڑے بڑے لوگ اس جال میں پھنس گئے ہیں اور اس بناوٹی پروپیگنڈا کا شکار ہیں جس کی نمایندگی مصر کی محض معدودے چند اخلاق باختہ عورتیں کر رہی ہیں۔

مصر میں ہزاروں تہذیب یافتہ خواتین اور دوشیزائیں ہیں--- لیکن وہ سب باکردار' دین دار اور باعزت ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ان مظاہروں میں حصہ لیتی ہے نہ اس ''تاوان'' کو ادا کرنے پر رضامند ہے جو یہ عورتیں خود کو نمایاں کرنے اور اخبارات و رسائل کی زینت بننے کے لیے ادا کرتی ہیں بلکہ وہ سب اس خودساختہ اور

Marfat.com

نام نہاد تحریک کو انتہائی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھتی ہیں۔

جو لوگ ان مظاہروں کو بہت اہمیت دے رہے ہیں اور ان کا رد کرنے میں اپنی قوت صرف کر رہے ہیں انہیں بھی یہی موقف اختیار کرنا چاہیے!

کیا انہیں اس تحریک سے اسلام کے بارے میں کوئی خطرہ نظر آتا ہے؟!

ہرگز نہیں۔ اسلام کو دوسرے بہت سے خطرات درپیش ہیں۔ دوسرے بہت سے حقیقی مسائل ہیں جن میں اسلام دل چسپی لیتا ہے۔ اس ملک میں رہنے والے لاکھوں انسانوں کے مسائل ہیں۔ عالم اسلامی اور خاص کر عالم عربی کے مسائل ہیں جہاں لاتعداد لوگ ناگفتہ بہ حالت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ محرومی' تنگ دستی' عسرت اور ذلت و حقارت کی زندگی' ایسی زندگی جو انسان جیسی اشرف مخلوق کے شایان شان نہیں۔ ان کا یہ حال اس سرزمین میں ہے جسے انہوں نے اپنے پسینے سے سینچا ہے' اسلام ایسی زندگی کو ناپسند کرتا ہے اور اس کے بارے میں اس کا ایک نقطہ نظر ہے جس کی ترجمانی کی جانی چاہیے۔

اسی طرح استعمار کے پیدا کردہ مسائل ہیں۔ وہ استعمار جو مسلمانوں کو آزادی کی زندگی سے محروم کر کے غلامی کی ذلت میں مبتلا کر رہا ہے۔ حالاں کہ ارشاد خداوندی ہے: "**و للہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین**" (المنافقون - ۸) (عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے)۔ یہ استعمار خود ہی ہم لوگوں میں سے ایسے "رضاکار" پالیتا ہے جو ہمارے مفادات کو اس کے مفادات کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں' ہماری اقدار و روایات کو اس کے "جوئے" سے وابستہ کر دیتے ہیں' اس کے خلاف ہمارے برانگیختہ جذبات سرد کر دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم اس سے صلح کر لیں اور اس کی جارحیت سے مطمئن ہو جائیں۔ اس سلسلے میں

Marfat.com

بھی اسلام اپنی ایک رائے رکھتا ہے جسے منظرعام پر لانا چاہیے۔

ان کے علاوہ بھی اسلام اور مسلمانوں کو بہت سے چیلنج درپیش ہیں جو مریضانہ ذہن رکھنے والے اور اخلاق باختہ مردوں اور عورتوں کے کھلے مظاہروں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ یہ مظاہرے تو ایسے ہیں کہ انہیں کسی کا سہارا اور کسی کی تائید بھی حاصل نہیں۔ یہ کسی کی ترجمانی نہیں کرتے اور اگر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو بہت جلد ختم ہو جائیں گے اور اپنی موت آپ مر جائیں گے۔

ہاں مجھے معلوم ہے کہ ان تحریکوں کے پس پردہ بعض مشنریاں اور بعض غیر ملکی سراغ رساں کے ادارے ہیں جو مال و دولت کے ذریعے ان کا تعاون کر رہے ہیں اور بعض رسائل و اخبارات جو ان کے مفاد کے لیے کام کرتے ہیں' ان کی سرگرمیوں کی اشاعت کے لیے وقف ہیں۔

مجھے یہ سب معلوم ہے لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ ایسی ناقابل التفات تحریکیں ہیں جن کے ذریعے معرکہ کے حقیقی محاذوں سے صرف نظر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر ہم ان تحریکوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں گے تو یہ اپنی سازشوں میں کامیاب ہو جائیں گی اور ہم سادگی اور غفلت کے اسی مقام پر ہوں گے جس کا ان مشنری مراکز اور سراغ رساں اداروں نے اندازہ کیا تھا۔

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ان مظاہروں کی طرف بالکل توجہ نہ دیں۔ ان کی طرف سے اغماض برتیں۔ اس طرح یہ تحریکیں خود بخود فنا کے گھاٹ اتر جائیں گی۔ ان کے بجائے ہمیں زندگی کے ان اہم اور حقیقی مسائل کی طرف متوجہ ہونا چاہیے جنہیں اسلام بھی اہمیت دیتا ہے' اور اس ملک کے باشندے بھی اہم سمجھتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

آزاد دنیا کے اصول

انگلینڈ' فرانس اور امریکا کے نو آباد کار "آزاد دنیا" کا اطلاق اس استعماری بلاک پر کرتے ہیں جو زمانے کے خلاف معرکہ آرائی کرتا ہے' انسانیت کے خلاف جنگ برپا کرتا ہے۔ آزادی کے خلاف بر سرپیکار ہوتا ہے اور اس کے بعد بھی اپنے آپ کو "آزاد دنیا" کہتا ہے۔

"آزاد دنیا" ان دنوں تیونس' مراکش' کینیا اور ویتنام میں آزادی کی دھجیاں اڑانے اور "حریت پسندوں" کو موت کے گھاٹ اتارنے میں مصروف ہے۔ اس لیے کہ اس کے آزاد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ "وہ اپنی مرضی کے مطابق آزادی کا خون کرنے میں آزاد ہے۔"

"آزاد دنیا" ان دنوں ایسے گھناونے اور دل دوز جرائم کا ارتکاب کر رہی ہے جن کو سن کر انسانیت کا ضمیر لرز اٹھتا ہے۔ ایسا وہ محض اس لیے کر رہی ہے تاکہ مغربی

Marfat.com

تہذیب کے اصولوں کو "تاریک براعظم" میں منتقل کیا جاسکے اور اگر وہ براعظم عیسائی مشنریوں کے ذریعے "تہذیب و تمدن" قبول کرنے پر تیار نہ ہو تو اسے تلوار' توپ و تفنگ' جہاز اور ٹینک کی طاقت سے اسے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے۔ یقیناً "آزاد دنیا" اس طریقے سے تہذیب کے اصولوں کو پس ماندہ اقوام تک پہنچانے پر قادر ہے۔

آزاد دنیا" انسانوں کو گھر سے بے گھر کرتی ہے جیسا۔۔۔کہ اس نے فلسطین میں کیا۔۔۔۔ تاکہ ایسے "پناہ گزیں" وجود میں آئیں جن کی وہ دیکھ بھال کرسکے' ان پر رحم دلی اور مہربانی کا اظہار کرسکے اور ان کے لیے کھلی جگہ میں کیمپ قائم کرسکے۔ آزاد دنیا کے اصول بے ٹھکانا اور دربدر کی ٹھوکریں کھانے والے لوگوں پر شفقت و ہمدردی کا تقاضا کرتے ہیں۔

"آزاد دنیا" کے ممالک ان عظیم ذمہ داریوں اور اہم کاموں میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ کیا یہ ڈالر تیونس' مراکش اور ویتنام میں فرانس کی پشت پناہی نہیں کرتے؟ کیا یہ ڈالر کینیا' مصر اور دنیا کے دوسرے ممالک میں انگلینڈ کے ہاتھ مضبوط نہیں کرتے؟ کیا یہ ڈالر اخبارات و رسائل کو' قلم کاروں اور صحافیوں کو جماعتوں اور تنظیموں کو اور مردوں اور عورتوں کو نہیں خریدتے؟

"آزاد دنیا" اگر آزادی کی دھجیاں اڑاتی ہے' استعمار کا شکار ہونے والے حریت پسندوں کی لاشوں کا مثلہ کرتی ہے' پرامن بستیوں میں بچوں' عورتوں اور بوڑھوں کا قتل عام کرتی ہے اور وحشیانہ جرائم کا بلا روک ٹوک ارتکاب کرتی ہے تو یہ اس کے لیے کوئی عیب کی بات نہیں۔ اس لیے کہ ان تمام کارروائیوں کے پس پردہ ان کا بلند مقصد واضح ہے۔ یعنی "مغربی تہذیب کے اصولوں کو عملی طور پر پس ماندہ اقوام تک پہنچانا" کیوں کہ ان کا پس ماندہ رہنا مناسب نہیں۔

Marfat.com

"آزاد دنیا" کی یہ آزادی معیوب نہیں۔ یہ جنگل کے جانوروں جیسی آزادی ہے۔ جنہیں کھلی چھوٹ ہوتی ہے کہ اپنے جبڑوں اور پنجوں سے جو کچھ کرسکتے ہوں کریں۔ مغربی تہذیب کے یہی اصول ماضی میں تھے' اب بھی ہیں اور مستقبل میں بھی رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خود اس تہذیب کے فنا ہونے کا فیصلہ فرمادے۔

میں تو اپنی قوموں' اپنی حکومتوں' اپنے مفکرین' اپنے قلم کاروں' اپنے شعراء اور اپنی جماعتوں اور تنظیموں کی طرف متوجہ ہوں تاکہ دیکھوں کہ کیا اب وہ بگل خاموش ہوگئے ہیں جو مغربی تہذب کی تعریف و مدح سرائی میں بجتے تھے؟ کیا وہ زبانیں گنگ ہوگئی ہیں جو امریکا' انگلینڈ اور فرانس کی دوستی کا دم بھرتی تھیں؟ کیا وہ جماعتیں اور تنظیمیں اب فنا کے گھاٹ اتر گئی ہیں جو "آزاد دنیا" کے ساتھ دوستی کی علم بردار تھیں اور معاشرتی خدمات' بنیادی تعلیم' یونیسکو' چھوتے نقطے اور استعمار کے تمام جدید ذرائع کے سلسلے میں (جو کہ قومی جدوجہد کو گھن کی طرح کھارہی ہیں) اس کی کوششوں کو سراہتی تھیں؟

لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ بگل اب بھی بج رہے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ زبانیں اب بھی مدح سرائی کررہی ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ تنظیمیں اور جماعتیں اب بھی پوری بے حیائی کے ساتھ بے انتہا پروپیگنڈا کررہی ہیں' بے دریغ خرچ کررہی ہیں اور ان کی پشت پناہی کرنے والے "ڈالر" انہیں پوری سہولیات بہم پہنچارہے ہیں۔

"آزاد دنیا" ہم سے توپوں اور ٹینکوں کے ذریعے صرف مخصوص اوقات میں انتہائی مجبوری کی حالت میں جنگ کرتی ہے۔ لیکن وہ زبان و قلم کے ذریعے' بنیادی تعلیم کے پرامن اداروں کے ذریعے' یونیسکو اور چوتھے نقطے کے ذریعے اور ان

Marfat.com

تنظیموں اور جماعتوں کے ذریعے جنہیں وہ ہمارے ملک میں حساس مقامات پر قائم کرتی اور انہیں تقویت پہنچاتی ہے' ہم سے برسرپیکار ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ سراغ رساں اداروں کے سرمایہ کے ذریعے اخبارات و رسائل اور تنظیموں اور جماعتوں کو خرید کر ہمارے خلاف جنگ برپا کرتی ہے۔

ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کا مقابلہ کریں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ استعمار کے تمام جدید وسائل سے برسرپیکار ہوں اور ان تمام تنظیموں' جماعتوں اور اداروں کی سرکوبی کریں جو ان وسائل کو کام کرنے کا موقع فراہم کرتے ہیں۔ خواہ ان کے نام کتنے ہی بے ضرر قسم کے ہوں۔

فکری استعمار فی الواقع سب سے خطرناک استعمار ہے۔ لوہے اور آگ کی طاقت رکھنے والے مادی استعمار کے خلاف عوامی جدوجہد بھڑک اٹھتی ہے اور قومی نفرتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو اس کی یکسر بیخ کنی کر دیتی ہیں۔ لیکن فکری استعمار بہت ہی نرم و نازک' ملائم اور مدہوش کر دینے والا ہوتا ہے۔ وہ قوموں کو تھپکیاں دے کر سلا دیتا ہے اور ان کے دلوں سے وہ نفرتیں نکال دیتا ہے جنہیں اپنی قوم کے دفاع میں بھڑک اٹھنا چاہیے اور جو شعلہ زن ہو کر کسی نہ کسی دن استعمار اور اس کے ایجنٹوں کو بھسم کر سکتی ہیں۔

ایک زمانے میں ہمارے درمیان ''امین عثمان'' نامی ایک شخص اٹھا تھا جو انتہائی بے غیرتی اور بے حیائی کے ساتھ انگریزوں کی دوستی کا دم بھرتا تھا اور جس نے ''جمعیتہ نادی العالمین'' نام کی ایک تنظیم قائم کر رکھی تھی۔ اسی طرح اس کے زیر سرپرستی ایک دوسری تنظیم ''جماعتہ اخوان الحریہ'' کے نام سے قائم تھی۔ ان دنوں بڑی بڑی شخصیتیں امین عثمان اور اس کی تنظیم کو اپنا قبلہ و کعبہ بنائے ہوئے تھیں۔ و

Marfat.com

منصب و اقتدار چاہنے والی شخصیتیں جو دسیوں میل دور سے حکومت کی بو سونگھ لیتی ہیں۔ لیکن ان بڑی بڑی شخصیتوں کے انضمام کے باوجود صحیح اور صحت مند شعور رکھنے والے عوام برابر اس سے اور اس کی تنظیم سے نفرت کرتے رہے۔ اس لیے کہ وہ ان شخصیتوں کے مقام و منزلت اور ان کے محرکات سے بخوبی واقف تھے۔

آج ایک دوسرا شخص امین عثمان کا رول ادا کر رہا ہے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے ماحول اور دوسرے عنوان کے تحت اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہے۔ لیکن بڑی بڑی شخصیتیں اس کی طرف دیوانہ وار لپک رہی ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قوم اپنے صحیح و سالم شعور کی وجہ سے اس نئی سازش سے بھی دور رہے گی۔ لیکن قوم کے پختہ شعور پر اطمینان یہ جواز فراہم نہیں کرتا کہ ہوش مند نوجوانوں کو اس نئے خطرے سے آگاہ نہ کر دیا جائے اور اس کے بظاہر پرامن وسائل اور بے ضرر نام سے بچنے کی ہدایت نہ کر دی جائے۔

آج استعمار کے ساتھ مقدس جنگ تقاضا کرتی ہے کہ پہلے قوموں کے ضمیر کو فکری استعمار سے چھٹکارا دلایا جائے۔ ان وسائل کو پاش پاش کیا جائے جو قوموں کو مدہوش کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور ہر اس زبان، ہر اس قلم اور ہر اس تنظیم یا جماعت سے بچانے کی کوشش کی جائے جو استعمار کے کیمپوں میں سے کسی کیمپ سے مسلح کیے ہوئے ہے۔ اس لیے کہ ان تمام کیمپوں کا ایک ہی مفاد اور ان کے ایک ہی جیسے اصول ہیں۔ یہ اصول اور مفادات وہی ہیں جو آزاد دنیا کے ہیں!

○ ○ ○

مغرب میں "آزاد دنیا" سرگرم عمل ہے اور مشرق میں "عوامی جمہوریتیں"۔ دونوں کا ایک ہی کردار ہے۔ یہ ایسی جمہوریتیں ہیں جو بلاواسطہ ڈکٹیٹرشپ پر قائم

Marfat.com

ہیں۔ خوف ناک جاسوسی کے ذریعے ان کی حفاظت کی جاتی ہے اور ان میں کسی فرد کو اجازت نہیں ہوتی کہ وہ آزادی سے غور و فکر کرسکے اور نہ یہ کہ خود آزادی کے بارے میں کسی صورت میں سوچ سکے۔

اگر آزاد دنیا کے پاس اس کے اپنے وسائل اور اس کے اپنے قلم کار اور ترجمان ہیں تو ان عوامی جمہوریتوں کے پاس بھی ان کے اپنے وسائل، قلم کار اور ترجمان ہیں۔ یہ سب ہمارے عربی اور اسلامی معاشرے میں کام کرتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ جس طرح ہم استعمار کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح ان جمہوریتوں کا بھی مقابلہ کریں۔ استعمار ہمارے سینے پر مونگ دل رہا ہے اور ہمارا گلا گھونٹ رہا ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم ایک طرف استعمار سے برسرپیکار ہوں تو دوسری طرف ان عوامی جمہوریتوں کے خلاف بھی سرگرم ہوں۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم جس جھنڈے تلے جمع ہوسکتے ہیں.... وہ صرف اور صرف اسلام کا جھنڈا ہے۔

ہم میں سے بعض لوگ "عربی جھنڈے" تلے جمع ہونا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں--- میں ان کا کلیتہ مخالف نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عارضی اور وقتی اتحاد ہوسکتا ہے جس کا مقصد اس سے بڑا اتحاد پیدا کرنا ہو۔ اگر ہم عرب قومیت کو منزل مقصود تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں تو اس میں اور اسلامی وطنیت میں درحقیقت کوئی تعارض نہیں۔ سرزمین عرب اسلامی سرزمین کا ایک حصہ ہے۔ اگر ہم عرب سرزمین کو آزاد کرالیں گے تو گویا وطن اسلامی کے جسم کا ایک حصہ آزاد ہوجائے گا اور اس کے ذریعے پورے جسم کو آزاد کرنے کے لیے مدد حاصل کی جاسکے گی۔

اہم بات یہ ہے کہ جس طرح "آزاد دنیا" ہمارے خلاف متحد ہے اسی طرح ہم بھی اس کے خلاف یک جا اور متحد ہوجائیں۔ ہر چھوٹا ملک تن تنہا ایک "دنیا" کا

Marfat.com

مقابلہ نہیں کرسکتا۔ محدود سیاست جو ہمیں مصنوعی جغرافیائی حدود میں محصور کردینا چاہتی ہے' احمقانہ سیاست ہے۔ آج دنیا مشرق و مغرب میں ہر جگہ بلاک بنانے کی راہ پر گامزن ہے۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ اگر ہم اسلام کے تقاضے کی رعایت نہ کرسکیں تو کم از کم زمانے ہی کے تقاضے کی رعایت کرتے ہوئے خود ایک بلاک بن جائیں۔

ایشیائی افریقی بلاک ایک غیر جانب دار بلاک بننے کی کوشش کر رہا ہے' اس کے ساتھ ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ ذاتی طور پر میں نہیں سمجھتا کہ اس کے قیام کے حقیقی اور دائمی لوازم موجود ہیں۔ اس لیے کہ مختلف رجحانات اسے اپنی طرف مائل کرنے میں مصروف ہیں اور آج جو مصلحتیں انہیں باہم مربوط کیے ہوئے ہیں وہ وقتی ہیں۔ رہا وہ بلاک جو حقیقی گہری اور دائمی بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہے' وہ اسلامی بلاک ہے۔ یہ یقیناً قائم ہو کر رہے گا۔ خواہ "آزاد دنیا" اور "عوامی جمہوریتیں" کتنا ہی اس کے خلاف کام کریں۔ اس لیے ہمیں جلد از جلد اسے قائم کرنے کی کوششیں کرنی چاہیں کیوں کہ یہی ہمارا واحد اور حقیقی سہارا ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

ہمارے مسائل اسلام کی روشنی میں

(سید قطب شہید کے مقالہ ”آزاد دنیا کے اصول“ پر جناب محمد عاصم صاحب نے ایک تبصرہ کیا تھا۔ اس تبصرہ پر سید قطب نے ”بلا تبصرہ“ کے عنوان سے مختصر تبصرہ کیا۔ یہاں تبصرہ اور ”بلا تبصرہ“ دونوں کو نقل کیا جاتا ہے۔ مترجم)

عظیم انشا پرداز استاذ سید قطب نے اپنے مقالہ ”آزاد دنیا کے اصول“ میں جو ”الرسالہ“ کے گزشتہ شمارے میں شائع ہوا تھا--- لکھا ہے:

”ہم میں سے بعض لوگ عربی جھنڈے تلے جمع ہونا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔ میں ان کا کلیتہ مخالف نہیں ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ عارضی اور وقتی اتحاد ہو سکتا ہے۔ جس کا مقصد اس سے بڑا اتحاد پیدا کرنا ہو۔ اگر ہم عرب قومیت کو منزل مقصود تک پہنچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں تو اس میں اور اسلامی وطنیت میں در حقیقت کوئی تعارض نہیں“۔

لیکن کیا نیشنلسٹ قومیت کو عظیم اسلامی اتحاد کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں؟ یہ وہ

Marfat.com

سوال ہے جو ہمیں اپنے آپ سے کرنا چاہیے کیوں کہ فی نفسہ یہ ایک اہم سوال ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نیشنلسٹ جب قومیت کو نوجوانوں کے دلوں میں راسخ کرتے اور اسے ایک سیاسی قوت بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس کا یہ مفہوم ہرگز نہیں لیتے اور نہ ہی اس بنیاد پر اس کے لیے کوئی کام کرتے ہیں۔

استاذ ساطع الحصری --- جو عرب قومیت کے نمایاں مفکرین میں سے ایک ہیں --- اپنی کتاب " **العروبۃ بین مویدیہا و معارضیہا** " (عربیت اپنے حامیوں اور مخالفوں کے درمیان) میں لکھتے ہیں:

(یہاں میں اس کا مفہوم بیان کر رہا ہوں اس لیے کہ اس وقت وہ کتاب میرے پیش نظر نہیں کہ ان کا کلام بعینہ نقل کر سکوں۔)

"جس چیز کی وجہ سے "انطون سعادہ؎ کے دل میں "عربیت" سے نفرت پیدا ہوئی اور جس کی وجہ سے وہ عربیت کو رجعیت' بداوت' وحشیت اور فرقہ وارانہ عصبیت کے ہم معنی سمجھنے لگے وہ یہ تھی کہ وہ عربیت کو اسلام سے متصل سمجھ رہے تھے! --- اگر انہیں معلوم ہوتا کہ "عربیت" اسلام سے علاحدہ ایک چیز ہے' جس کا اس سے کوئی تعلق نہیں تو وہ عربیت پر یوں تنقید نہ کرتے اور اس پر رجعیت' بداوت' پس ماندگی اور تعصب کا الزام نہ لگاتے"۔

؎ انطون سعادہ "الحزب القومی السوری" (شامی نیشنل پارٹی) کے بانی اور اس کے اصول و مبادی کے واضع ہیں۔ اس پارٹی کے اصولوں میں سے ایک یہ ہے کہ "شام صرف شامیوں کے لیے ہے اور شامی ایک مکمل قوم ہیں"۔ گویا اس کے نزدیک شام عرب قوم کا جز نہیں۔ اس لیے وہ عرب اتحاد کے اصول کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کا رد کرتا ہے اور "عربیت" کی موت کا اعلان کرتا ہے۔

Marfat.com

یہ ہے استاذ الحصری کے کلام کا ماحصل۔ اس سے اکثر نیشنلسٹوں کے عقیدے کا اظہار ہوتا ہے۔ بہت سی پارٹیوں کے لیڈروں کا یہ قول بارہا میری نظر سے گزرا ہے:

"اسلام نے ایک مخصوص زمانے میں اور ایک مخصوص جگہ عربوں کی ضرورت پوری کی۔ زمان و مکان میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے جائز نہیں کہ ہم عربی طاقت کو چند ایسے عقائد، اقدار اور نظاموں میں محصور کردیں جو دس صدی سے زائد عرصہ قبل جزیرۃ العرب اور اس کے اردگرد رہنے والے باشندوں کے شایان شان تھے۔ یعنی اس زمانے میں جب دنیا لوگوں کے لیے وسیع نہ ہوئی تھی اور فکر، علم اور تہذیب نے ترقی نہیں کی تھی"۔

معلوم ہوا کہ نیشلسٹ عرب قومیت کا وہ مفہوم نہیں لیتے جو موصوف مضمون نگار کے پیش نظر ہے۔ اس لیے ان کی "قومیت" منزل مقصود تک پہنچنے کا ایک ذریعہ نہیں ہوسکتی۔

استاذ سید قطب لکھتے ہیں:

"سرزمین عرب اسلامی سرزمین کا ایک حصہ ہے۔ اگر ہم عرب سرزمین کو آزاد کرالیں گے تو گویا وطن اسلامی کے جسم کا ایک حصہ آزاد ہو جائے گا اور اس کے ذریعے پورے جسم کو آزاد کرانے کے لیے مدد حاصل کی جاسکے گی"۔

یہ بات اس وقت صحیح ہوگی جب ہم "عرب سرزمین" کو اسلام کے نام پر آزاد کرائیں اور اسلامی بنیادوں پر اس کی تعمیر کریں لیکن اگر ہم اسے "قومیت" کے نام پر آزاد کرائیں گے اور اس کی تعمیر غیر اسلامی بنیادوں پر کریں گے۔ مثلاً الحاد کی بنیاد پر (اگر اس بنیاد پر کوئی عمارت قائم ہوسکتی ہو) یا ان درآمد نظریات کی بنیادوں پر

Marfat.com

جن کی طرف ان دنوں کچھ لوگ دعوت دینے میں سرگرم ہیں تو ہم ہرگز "وطن اسلامی کے جسم کا ایک حصہ آزاد نہ کرا سکیں گے جس کے ذریعے پورے جسم کو آزاد کرانے کے لیے مدد حاصل کی جا سکے" بلکہ اس کے برخلاف الٹا نتیجہ برآمد ہوگا۔

ضروری ہے کہ اپنے مقصد کی برآوری کے لیے شروع ہی سے ہمارا تصور "مکمل" ہو تاکہ ہم سیدھے راستے پر گامزن رہیں اور ادھر ادھر نہ بھٹکیں۔

ضروری ہے کہ ہمارے دلوں میں "اسلامی اتحاد" کا جذبہ موجزن ہو اور ہم "عرب اتحاد" کو یہ سمجھتے ہوئے بروئے کار لانے کی کوشش کریں کہ یہ منزل مقصود تک پہنچنے کا ایک ذریعہ ہے۔

ہم پر لازم ہے کہ جب ہم "عرب اتحاد" یا "اسلامی اتحاد" کو بروئے کار لانے کے لیے کام کریں تو ایک ہی مقصد ہمارے دلوں میں پایا جائے' ہماری نگاہوں کے سامنے رہے' ہماری عقلوں پر چھایا رہے اور ہماری سرگرمیوں پر غالب رہے اور وہ یہ کہ "اسلامی نظام غالب ہو جائے" جس کے ذریعے زمین میں خیر و برکت عام ہو اور آسمان سے رحمتوں کی بارش ہو۔

محمد عاصم

بلا تبصرہ

برادر محمد عاصم نے ساطع الحصری کا جو کلام نقل کیا ہے (جس کے ذریعے عرب قومیت کی طرف دعوت دینے والوں کا نقطہ نظر واضح ہوتا ہے) وہ اگر ایسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے نقل کیا--- تو اس پر تبصرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... اس سے

Marfat.com

پتا چلتا ہے کہ قائل اسلام سے بھی نابلد ہے اور "عربیت" سے بھی... اور جو شخص جہالت کے اس معیار پر ہو اس سے مباحثہ کرنا لاحاصل ہے۔ جو لوگ اسلام یا عربیت کے اصولوں سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں---- جیسا کہ میں نے بیان کیا---- کہ عرب قوم وطن اسلامی کے جسم کا ایک حصہ ہے اور ایک نہ ایک دن وہ وطن اسلامی میں ضم ہو کر رہے گی۔ خواہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہونے والے یہ "بلبلے" اسے وطن اسلامی سے علاحدہ کرنے کی کتنی ہی کوشش کریں۔

سید قطب

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلام اور استعمار

الجزائر میں عربی زبان اور دینیات کی تعلیم جرم ہے۔ ایسا کرنے والے کو چوروں اور ڈاکوؤں کی طرح گرفتار کیا جاتا ہے۔ ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ اس پر مقدمہ چلایا جاتا ہے اور انہیں کے ساتھ اسے جیل میں رکھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے مفاد پرست قلم کار فرانس کو "آزادی کا گہوارہ" قرار دیتے ہیں جس نے ساری دنیا کو آزادی، بھائی چارگی اور مساوات کے اصولوں کی تعلیم دی ہے۔

جنوبی سوڈان میں ایک مسلمان کا وجود خواہ وہ وہاں تجارت ہی کی غرض سے گیا ہو، عظیم خطرہ تصور کیا جاتا ہے جس کے لیے برطانیہ کی فوجیں حرکت میں آجاتی ہیں۔ سوڈان کی انتظامیہ سراغ رسانی میں لگ جاتی ہے اور اسے گرفتار کر کے شمال کی طرف بھیج دیتی ہے تاکہ مقامی امن پسند باشندے اسلام کے جال میں نہ پھنسنے پائیں۔ جب کہ دوسری طرف وہاں تمام حکومتی ادارے عیسائیت اور مشنریوں کے تحفظ کے لیے سرگرم ہیں اور انہیں ہر قسم کی سہولیات بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کے باوجود ہمارے غدار اہل قلم کہتے ہیں کہ انگلینڈ مذہبی آزادی میں دخل نہیں دیتا۔

Marfat.com

برطانوی اور فرانسیسی استعمار کے پس پردہ امریکا ہر جگہ اپنے ڈالروں' جیٹ جہازوں' ٹینکوں اور ایٹم بموں کے ذریعے استعمار کا تحفظ کر رہا ہے' اس کی کھوئی ہوئی ہیبت واپس دلا رہا ہے' حریت پسندوں کا---- جو اپنے ملکوں کا دفاع کرتے ہیں---- قتل عام کر رہا ہے اور آزادی کے مسائل کو اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل میں رسوا کر رہا ہے۔ اس کے باوجود ہمارے وظیفہ خوار اہل قلم کہتے ہیں کہ "امریکا" آزاد دنیا" میں آزادی کا محافظ ہے"۔ حالاں کہ دنیا میں "آزاد دنیا" کا کوئی وجود نہیں۔

استعمار ان تمام قوموں کے خلاف جو آزادی چاہتی ہیں' طاقت استعمال کرتا ہے۔ لیکن خاص طور پر وہ زمانہ دراز سے اسلام اور مسلم ممالک پر کڑی نظر رکھے ہوئے ہے۔ مسلم قوموں کے آزادی کا مطالبہ کرنے سے قبل وہ اسلام پر نظر رکھتا تھا۔ اس لیے کہ استعمار اسلامی عقیدے میں پوشیدہ قوت اور ہر بیرونی استعمار کے خلاف اس قوت کے خطرے سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہوا۔

استعمار کے خلاف اسلامی عقیدے میں پوشیدہ قوت کا خطرہ تین باتوں پر مبنی ہے:

پہلی یہ کہ اسلام آزادی کی زبردست قوت ہے' اس کی روح آزادی کے خلاف ہر قسم کی جارحیت اور سرکشی کا انکار کرتی ہے اور سختی سے اس کا مقابلہ کرتی ہے اور اس سلسلے میں جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کرتی۔ چناں چہ اگر کسی قوم میں اسلام کی یہ روح بیدار ہو جائے تو اس کا اپنی آزادی سے دست بردار ہو جانا اور استعمار کی بنیادوں کو لرزہ باندام کر دینے والی کش مکش سے راہ فرار اختیار کر لینا ناممکن ہے۔

دوسری یہ کہ اسلامی عقیدہ عظمت و سربلندی کا عقیدہ ہے۔ چناں چہ جب

Marfat.com

مسلمان کے اندرون میں اسلامی روح بیدار ہو جاتی ہے تو اس پر کوئی اپنی بڑائی نہیں جتا سکتا۔ وہ کسی کے سامنے پست ہو کر نہیں رہ سکتا۔ وہ بیرونی استعمار کو اسی نظر سے دیکھتا ہے جس نظر سے کسی برائی کو دیکھتا ہے۔ وہ اس کا ازالہ ضروری سمجھتا ہے اور اس کا مقابلہ اپنے اوپر لازم گردانتا ہے تاکہ اسلام کو سربلندی حاصل ہو۔ مسلمانوں کی عزت و ناموس کا تحفظ ہو اور وہ اللہ کی خوش نودی سے بہرہ ور ہو۔

تیسری یہ کہ اسلامی عقیدہ وطن اسلامی کو ایک اکائی بنا دیتا ہے۔ چناں چہ اگر کوئی اسلامی سرزمین کے ایک بالشت حصہ پر بھی حملہ کرتا ہے۔ تو گویا اس نے پوری سرزمین پر حملہ کیا اور اس وقت دنیا کے ہر مسلمان پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس حصہ زمین سے خطرہ کو ہٹانے کے لیے جہاد کا اعلان کر دے۔

ممکن نہیں کہ دنیا کے کسی کونے میں کوئی سچا مسلمان ہو جو یہ جانتا ہو کہ اسلامی سرزمین کے کسی حصے کو دشمن نے اپنے قدموں سے روند ڈالا ہے' پھر بھی وہ مسلمانوں کی سرزمین کو دشمن کے تسلط سے آزاد کرانے اور مسلمانوں کی عزت و ناموس کی حفاظت کرنے کے لیے خود کو پیش نہ کرے۔

ان باتوں میں استعمار کے خلاف زبردست خطرہ پوشیدہ ہے۔ مقابلہ اور معرکہ آرائی کے لیے قربانی اور فدائیت کی روح کے ساتھ ایک جھنڈے تلے جمع ہونے اور متحد ہونے کا خطرہ۔ اسی لیے استعمار ماضی میں بھی اسلامی سرزمین پر کڑی نظر رکھتا تھا اور اس کی یہ روش اب بھی قائم ہے۔ استعماری ممالک عالم اسلامی میں برپا ہونے والی آزادی کی ہر تحریک کا مقابلہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ چناں چہ جب بھی معاملہ کسی مسلم ملک کا ہوتا ہے تو باوجود اس کے کہ روسی اور مغربی استعماری بلاکوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی ہے مگر پھر بھی سوویت روس اور امی

Marfat.com

کا بلاک مغربی استعماری ممالک میں شامل ہو جاتا ہے۔

سوویت روس اور اس کے کمیونسٹ بلاک نے ترکستان' قرم' یوگوسلاویا اور وطن اسلامی کے دوسرے ممالک پر غاصبانہ قبضہ کیا ہے۔ جس طرح کہ مغربی بلاک نے شمالی افریقہ اور وادی نیل کو غصب کیا ہے۔ جہاں معاملہ کسی اسلامی ملک کا ہوتا ہے وہاں "چوروں اور ڈاکوؤں" کا مفاد ایک ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کے بعد ان کے مفادات مختلف ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ضرورت پڑنے پر ان کے درمیان سرد جنگ یا گرم جنگ تک کی نوبت آجاتی ہے۔

باوجود یہ کہ کمیونسٹ بلاک مغربی بلاک کی طرح مسلمانوں سے دشمنی رکھتا ہے لیکن اسلام میں پوشیدہ آزادی کی روح کی بنا پر وطن اسلامی آزادی کی تمام تحریکات کے سلسلے میں یہ خواہش رکھتا ہے کہ وہ قابل نفرت مغربی استعمار پر فتح حاصل کر لیں۔ (خواہ یہ تحریکات کمیونسٹ ہی کیوں نہ ہوں جیسے ویتنام اور کوریا کی تحریکات آزادی) اور یہ کہ سیاہ استعمار کا سایہ ساری دنیا سے ہٹ جائے۔ اس لیے کہ اسلام سب سے بڑی آزادی کی قوت ہے۔

اسلام دنیا میں جو کچھ چاہتا ہے وہ یہ کہ دعوت اور عقیدے کے پہلو سے لوگوں کی آزادیاں سلب نہ کی جائیں۔ اسی لیے وہ موجودہ کمیونسٹ نظام سے بھی اختلاف کرتا ہے کیوں کہ وہ لوگوں کو آزادی فکر' آزادی عقیدہ اور آزادی دعوت سے محروم کر دیتا ہے اور انسانوں کو انسانیت کے ان نمایاں خصائص و امتیازات سے یکسر عاری کر دیتا ہے جنہیں اسلام ان میں قائم و دائم رکھنا چاہتا ہے۔

بہرحال اس وقت ہمارا موضوع گفتگو استعمار ہے۔ استعمار ہمارا حقیقی اور اولین دشمن ہے۔ ہم پر فرض ہے کہ اس سے نفرت کریں۔ بغیر کسی سستی و تن آسانی

Marfat.com

کے اس کا مقابلہ کریں جس طرح کہ وہ ہمارے خلاف بغیر کسی سستی کے معرکہ بپا رکھتا ہے اور ہمارے مقابلے کے لیے اتنی قوت و طاقت صرف کرتا ہے جتنی کیمونزم کے لیے بھی نہیں کرتا جب کہ کیمونزم اس کا کھلا دشمن ہے۔

استعمار ہماری گھات میں صرف لوہے اور آگ کی طاقت ہی نہیں لگائے رکھتا بلکہ ہمارے لیے اقتصادی جال بھی بچھاتا ہے۔ جس طرح کہ امریکا ان دنوں "تجارتی معاہدہ" کرنے کی کوشش کر رہا ہے جیسا کہ اس نے ماضی میں بھی کوشش کی تھی۔ یہ معاہدہ ہم پر لازم کرتا ہے کہ ہم وہ تمام تجارتی ساز و سامان اپنے ملک میں درآمد ہونے دیں جو امریکی ٹریڈ مارک کے ساتھ دنیا کے کسی حصے سے آئیں---- بالفاظ دیگر اسرائیل میں قائم امریکی کمپنیاں ہمارے ملک میں گھس کر حملہ کریں اور ہم ان کو دفع کرنے پر قادر نہ ہوں۔ اسی طرح جس سکے کو ہم محفوظ رکھنا چاہیں اسے محفوظ رکھنے پر قادر نہ ہوں---- اس لیے کہ یہ معاہدہ مصر میں امریکی کمپنیوں اور امریکی باشندوں کو یہ جواز فراہم کرے گا کہ وہ اپنے مال و دولت کو جس سکے میں چاہیں لے جائیں۔

اس کا زیادہ سے زیادہ فائدہ یہ حاصل ہوگا کہ ہم مصریوں کو امریکی سرزمین میں اس کے مثل حقوق حاصل ہو جائیں گے۔ ان کے بدلے امریکا میں ہماری کمپنیاں اور فیکٹریاں قائم ہو جائیں گی۔ وہاں ہمارے مزدور کام کریں گے اور ہمارا سرمایہ لگے گا اور ہمیں وہ آزادیاں اور تحفظات حاصل ہوں گے جو ہمارے ملک میں امریکیوں کو حاصل ہیں---- ٹھیک اسی طرح جس طرح ماضی میں کبھی عزت و شرافت اور آزادی کے معاہدہ کے نتیجے میں انگلینڈ کی سرزمین میں ہمیں بندرگاہیں، ہوائی اڈے اور آمد و رفت کے راستے استعمال کرنے کا حق حاصل ہوا تھا اگر ---بدقسمتی سے--- ہم اس معاہدہ کو توڑ نہ دیتے---- جس دن ہم نے یہ معاہدہ کالعدم قرار

Marfat.com

دیا تھا اسی دن سے یورپ میں ہمارے بحری بیڑوں کے لنگرانداز ہونے کے لیے کوئی بندرگاہ اور ہمارے ہوئی جہازوں کے اترنے کے لیے کوئی ایرپورٹ نہ تھا اس لیے کہ ہم نے انگریزی ایرپورٹ اور بندرگاہ استعمال کرنے کا حق کھودیا تھا۔

اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ نیا معاہدہ امریکا کے اس خوف ناک جال کو ہرگز نہیں قبول کرے گا۔ اس لیے کہ قدیم معاہدہ بھی اس بھاری بوجھ کو نہ سہار سکا تھا۔۔۔۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں اس خطرے کی وارننگ دینے سے تغافل نہ برتنا چاہیے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ استعمار اپنے مقاصد کے لیے ہمیشہ داخلی وسائل استعمال کرتا ہے جو اکثر معصوم اور بے ضرر نام رکھنے والی تنظیموں اور شخصیتوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ "جماعۃ اخوان الحریہ" "الجمعیۃ المصریۃ الانجلیزیہ" "جمعیۃ نادی العالمین" اور "جمعیۃ نادی الجزیرۃ" ایسی ہی تنظیمیں ہیں اور اب ہمیں یہ بھی جان لینا چاہیے کہ "جمعیۃ الفلاح" بھی انہیں "بے ضرر" تنظیموں میں سے ایک ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

فرانس ــ "آزادی کا گہوارہ"

یہ فرانس ہے... "آزادی کا گہوارہ".... جیسا کہ مصر اور مشرق عربی میں موجود بہت سے غلامانہ ذہنیت رکھنے والے لوگ کہتے ہیں۔

یہ فرانس ہے۔ بغیر کسی آراستگی اور ملمع سازی کے' بغیر فریب کن ہالہ اور خوش نما نعروں کے۔ یہ ہے فرانس کی حقیقی تصویر جیسا کہ اس کی کارکردگیوں سے ظاہر ہے' نہ کہ جیسا کہ مصر اور مشرق عربی میں موجود غلام اپنے بددیانت قلم اور دغاباز زبانوں سے پیش کرتے ہیں۔

یہ ہے فرانس--- ڈاکوؤں' وحشیوں اور درندہ صفت لوگوں کا گروہ--- جو سیاسی لیڈروں کی گھات میں رہتا ہے' موقع پا کر دھوکے سے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور انتہائی چھچھورے پن اور دناءت کے ساتھ ان کی لاشوں کا مثلہ کرتا ہے۔ پھر انتہائی بے حیائی کے ساتھ کہتا ہے کہ "یہ جرائم اندرونی مسئلہ ہیں' اس پر کسی کو حرف گیری کرنے کا حق نہیں"۔

یہ ہے فرانس۔ جو شیرنی کی طرح کھڑا ہے۔ اس کے منہ سے اب بھی جواں مرد

Marfat.com

لیڈر "فرحات حشاد" کا خون ٹپک رہا ہے۔ ساری دنیا اسے دیکھ رہی ہے لیکن پھر بھی اسے ذرا شرم نہیں آتی اس لیے کہ "آزاد" فرانس نے شہدا کا خون کرنے سے قبل حیا و شرم کا بھی خون کر دیا ہے۔

یہ ہے فرانس۔ جس کی تعریف اور تسبیح و تقدیس ان لوگوں نے کی ہے جن کے بارے میں۔۔۔ یا محتاط الفاظ میں جن میں سے بعض کے بارے میں۔۔۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ "فکری رہ نما" ہیں۔

تقریباً سوا سو سال قبل فرانس نے اپنا یہ وحشیانہ ڈرامہ شمالی افریقہ کے اسٹیج پر بھی کھیلا تھا۔ جب اس نے ۱۸۳۰ء میں الجزائر پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس گھناؤنے ڈرامے کے موقعے پر بھی یہ "غلام" فرانس کے گن گا رہے تھے اور اعلان کر رہے تھے کہ "فرانس آزادی کا محافظ ہے"۔

فرانس ان غلاموں کی عزت افزائی کرتا ہے جو اپنی قوموں کو دھوکہ میں مبتلا رکھتے ہیں۔ اپنے ہم وطنوں سے دغا کرتے ہیں' اپنے عوام کو فریب اور غفلت میں رکھتے ہیں اور فرانس کے گندے منہ سے خون کے نشانات مٹاتے ہیں۔۔۔ اور عجیب و غریب بات تو یہ کہ جوں جوں فرانس ان کی عزت افزائی کرتا ہے ویسے ویسے ہم بھی ان کے ساتھ عزت و تکریم کا برتاؤ کرتے ہیں۔ جوں جوں فرانس ان کی قدر و منزلت کرتا ہے ویسے ویسے ہم بھی اس میں اضافہ کرتے ہیں اور ان کے لیے عہدے اور مراکز فراہم کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے مربی و مرشد فرانس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔

آج ہم ان غلاموں کو جو فکری رہ نما بنے بیٹھے ہیں' تلاش کرتے ہیں تاکہ وہ اس نئی وحشیانہ کارروائی کے بارے میں ایک لفظ بھی کہہ دیں مگر ان کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔ ان میں سے کسی کا بھی ضمیر بیدار نہیں ہو تاکہ وہ فرانس کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ سکے۔ اس

Marfat.com

ہیرو کی مسخ شدہ لاش کے سامنے۔۔۔ جس کا سامنا کرنے سے فرانس ڈرتا تھا اس لیے دھوکہ سے اسے قتل کرا دیا۔۔۔ ان میں سے کسی کا دل نہیں دھڑکتا۔

یہ نئی مجرمانہ کارروائی صرف فرانس ہی کی نہیں بلکہ پورے مغربی ضمیر کی ہے۔ اس لیے کہ فرانس کوئی کام بغیر مغربی بلاک کا سہارا لیے نہیں کرتا۔ وہ کوئی مجرمانہ کارروائی اسی وقت کرتا ہے جب اسے انگلینڈ اور امریکا کی پشت پناہی حاصل ہو۔

پورا مغربی ضمیر اور اس کی وحشیت و بربریت اس جرم میں بخوبی عیاں ہو جاتی ہے۔ یہ "جمہوریت" کا جرم ہے "آزاد دنیا" کا جرم ہے' اس تہذیب کا جرم ہے جس کی طرف مصر اور مشرق عربی میں موجود بہت سے "غلام" (نام نہاد فکری رہ نما) دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اپنے عقائد' اپنی روایات' اپنی تاریخ اور اپنی عظمت کو پس پشت ڈال کر محض ترقی حاصل کرنے اور تہذیب یافتہ بننے کے لیے اس کے پیچھے دوڑنے لگیں اور "متمدن دنیا" کے قافلہ میں شامل ہو جائیں۔ وہ دنیا جو قومی لیڈروں کا دھوکہ سے خون کرتی ہے اور انتہائی چھچھورے پن اور دناءت کے ساتھ ان کی لاشوں کا مثلہ کرتی ہے۔

یہ ضمیر جس نے فرانس کو تیونس کے لیڈر کا قتل کرنے اور اس کی لاش کا مثلہ کرنے پر آمادہ کیا وہی ضمیر ہے جس نے انگلینڈ کو اس بات پر اکسایا تھا کہ وہ "قنال" کے زخمی فدائیوں کو وحشی کتوں کے سامنے ڈال دے کہ وہ ان کی لاشوں کو نوچیں اور بھنبھوڑیں جب کہ ابھی وہ زندہ تھے لیکن زخمی ہونے کی وجہ سے اتنے بے بس تھے کہ انہیں دفع نہ کرسکتے تھے۔

یہ وہی ضمیر ہے جسے میں نے امریکا میں بچشم خود دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کچھ سفید فام لوگ شارع عام پر ایک تنہا حبشی نوجوان پر جٹے ہوئے تھے۔ اسے پیٹ رہے

Marfat.com

تھے۔ لاتوں، جوتوں سے اس کی خبر لے رہے تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسے ادھ موا کر دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسے مواقع پر پولیس ہمیشہ کارروائی مکمل ہونے کے بعد آتی ہے جب کہ جنگلی درندوں کی طرح وحشی اور بپھرے ہوئے لوگ ادھر ادھر منتشر ہو جاتے ہیں۔

یہ اسی "متمدن دنیا" کا ضمیر ہے جس کی تعریف و تسبیح بے ایمان قلم اور فریب کار زبانیں کرتی ہیں --- ان میں سے بعض وہ ہیں جو "فکری رہ نما" کے القاب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ ہم بے مثل حماقت کے ساتھ ان غداروں کی جے پکارتے ہیں، ان بدعہدوں کے نعرے لگاتے ہیں، انہیں بلند مقام عطا کرتے ہیں اور ان کے لیے ایسے مناصب و مراکز فراہم کرتے ہیں جن کے ذریعے وہ غداری اور خیانت کی کارروائی بخوبی انجام دے سکیں۔

ہمارے یہاں مصر اور مشرق میں فرانس کے کچھ "غلام" ایسے ہیں جو ہم سے کہتے ہیں "اس طرح نہ لکھا کرو ورنہ ہم فرانس کی دوستی سے محروم ہو جائیں گے۔ ہم مصریوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنی قومی مصلحتوں کا لحاظ کریں اور جذبات کی رو میں نہ بہہ جائیں!" ان غلاموں سے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ "فرانس آخر کب ہمارا دوست رہا ہے؟ پوری تاریخ میں کبھی ایک مرتبہ بھی وہ ہماری صف میں کھڑا ہوا ہے؟ آخر اس کی دوستی ہمارے لیے کس صورت میں ظاہر ہوئی ہے؟"

یہ فرانس ہی ہے جس نے نو سو سال سے اب تک مشرق عربی کے خلاف صلیبی حملوں کی قیادت کی ہے۔ صلیبی فوجوں میں سے فرانس کی فوجیں خون خواری، درندگی اور ہلاکت خیزی میں دیگر ممالک کی فوجوں سے کہیں آگے رہی ہیں۔

یہ فرانس ہی ہے جس نے نہر سویز کے معاملے میں مصر کے ساتھ دغابازی کی ہے۔ اس نے مصر کے حکمراں محمد سعید کو حیلہ باز دیلبس کے ذریعے --- جس کے یادگاری

Marfat.com

اسٹیچو کو مصراب تک نہر سویز کے گیٹ پر لگائے ہوئے ہے۔۔۔غافل کر کے مصر سے نہر سویز کی ملکیت چھین کر اپنے قبضے میں کر لی۔ جب کہ مصر نے اسے اپنا سرمایہ خرچ کر کے اور اپنے مزدوروں کے ذریعے تعمیر کرایا تھا اور اس کی ملکیت کا وہی مستحق تھا۔ فرانس آج بھی مختلف وسائل سے کام لے کر نہر سویز کے غصب کا عمل پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے کوشاں ہے۔

یہ فرانس ہی ہے جس نے عرابی کے ساتھ خیانت کی تھی اور ربرطانوی تسلط کا راستہ ہموار کیا تھا۔ اگر دیلیسپس نے عرابی کو دھوکہ نہ دیا ہوتا تو تل کبیر کا معرکہ پیش نہ آیا ہوتا اور انگیز فوجیں دن میں ہونے والے معرکوں میں مصر کو شکست نہ دے پاتیں لیکن فرانسیسی خیانت نے اپنا کام کر دکھایا جس کے تلخ ثمرات ہم آج تک چکھ رہے ہیں۔

یہ فرانس ہی ہے جس نے مونتریہ کانفرنس میں امتیازات ختم کر دینے کی زبردست مخالفت کی تھی اور اس کے آخری اثرات ختم کرنے کے سلسلے میں کی جانے والی مصری کوششوں کی راہ میں رکاوٹ ڈالی تھی۔ فرانس ان امتیازات کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ کانفرنس میں زبردست معرکوں کے بعد ہی۔۔۔جو ہمیں اب بھی اچھی طرح یاد ہیں۔۔۔۔وہ ان کو چھوڑنے پر تیار ہوا تھا۔

یہ فرانس ہی ہے جس نے سلامتی کونسل میں ہمارے خلاف انگلینڈ کی حمایت کی تھی۔ اس کے مندوب کی زبان ہمارے خلاف سب سے زیادہ سخت تھی اور سیاسی نزاع کی حد سے تجاوز کر کے گستاخی، گالم گلوچ اور استہزا تک پہنچ گئی تھی۔ سلامتی کونسل کے اجلاسوں کے ریکارڈ گواہی دیتے ہیں کہ مصر کے عظیم قومی مسئلے کے سلسلے میں فرانس کی دوستی کس حد تک تھی؟

یہ فرانس ہی ہے جو پورے شمالی افریقہ میں ہماری تہذیب سے برسرپیکار ہے اور

Marfat.com

ہماری کتابوں اور رسائل کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ ڈاکٹر طہٰ حسین --- جو فرانس کے پکے دوست ہیں --- اپنی وزارت تعلیم کے زمانے میں الجزائر میں مصر کا ایک ادارہ نہ کھول سکے۔ یہاں تک کہ طنجہ میں بھی وہ ایسا نہ کر سکے۔ محض اس وجہ سے کہ ان کا عظیم دوست فرانس ہمارے بارے میں تعصب آمیز رویہ رکھتا ہے۔

یہ فرانس ہی ہے جو اس وقت مصر سے انگریزی فوجوں کے انخلا کی مخالفت کر رہا ہے اور نہ صرف مشرق عربی میں بلکہ دنیا کے کونے کونے میں آزادی کی تمام تحریکوں کے خلاف مصروف پیکار ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود "فرانس آزادی کا عظیم محافظ ہے"۔

یہ ہے فرانس کی "دوستی" کا ایک ورق۔ اس کی کس سطر کے مٹ جانے یا دھندلا جانے کا ہمیں خدشہ ہے؟ یہ دوستی کب، کہاں اور کیسی تھی جس سے محروم ہو جانے کا ہم اندیشہ کرتے ہیں؟

بہرحال محض باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ ضروری ہے کہ فرانس اور "استعماری دنیا" (جو فرانس کی پشت پناہی کرتی ہے) کے مقابلے کے لیے عرب ممالک بلکہ اسلامی ممالک کمربستہ ہوں۔ اس سلسلے میں ایک اہم کام جو میری نظر میں سب سے پہلے کرنا چاہیے، یہ ہے کہ اگر ہمارے لیے اس آزاد دنیا کی تسبیح و تقدیس بیان کرنے والوں کو اپنے سیاسی اور اقتصادی زندگی سے نکالنا ممکن نہ ہو تو کم از کم انہیں اپنی فکری اور شعوری زندگ سے ضرور نکال باہر کریں۔ اس لیے کہ استعماری طاقتیں ان کی پشت پناہی کرتی ہیں اور ان کے لیے حکومت کے مناصب اور مراکز میں عہدے فراہم کرتی ہیں۔

ضروری ہے کہ ہم اس آزاد اور متمدن دنیا کی غلامی سے فکری اور شعوری

Marfat.com

طور پر آزاد ہوں۔ وہ دنیا جو لیڈروں کا دھوکہ سے خون کر کے انتہائی دناءت کے ساتھ ان کی لاشوں کا مثلہ کرتی ہے جو زخمیوں کو وحشی کتوں کے سامنے ڈال دیتی ہے کہ وہ انہیں بھنبھوڑیں۔ جو بھوکے بھیڑیوں کی طرح سیاہ فام نوجوانوں پر ٹوٹ پڑتی ہے اور انہیں اس حد تک زدو کوب کرتی ہے کہ اس کے منہ' ناک' کان اور سر سے خون کے فوارے رواں ہو جاتے ہیں۔

جب ہمارے احساسات اس متعفن اور گھناؤنی دنیا کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے' جب ہم اس دنیا کے خلاف اپنے دلوں میں بغض و نفرت اور کینہ رکھیں گے' جب ہم صبح و شام اس حالت میں بسر کریں گے کہ یہ نفرتیں ہماری رگ رگ میں سرایت کر چکی ہوں' اسی وقت ہم جسمانی غلامی سے آزاد ہونے کا طریقہ جان سکیں گے۔ ضمیر کی غلامی ہی ہمیں جھکا دیتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے اس سے آزاد ہو جائیں اور مصر اور عالم عربی میں پھیلے ان غلاموں جیسی باتیں کرنے والے ہر شخص کا منہ بند کر دیں اور ان جیسا لکھنے والے ہر شخص کا قلم توڑ دیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

عالم اسلام کے زخم ہائے خوں چکاں

فرانس ان دنوں شمالی افریقہ میں "سفید فام انسان" کا گھناؤنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اس کی ان وحشیانہ کارروائیوں کو روکنے کے لیے جب عرب ایشیائی بلاک حرکت میں آیا تو فرانس کے وزیر خارجہ میسو روبیر شومان نے امریکی وزیر خارجہ کو وارننگ دیتے ہوئے کہا کہ اگر ریاست ہائے متحدہ امریکا نے اقوام متحدہ میں تیونس اور مراکش کی حمایت کی تو فرانس جرمنی کے معاہدۂ صلح کی تصدیق کرنے اور مغربی یورپ کے معاہدۂ دفاع پر دستخط کرنے سے انکار کر دے گا اور معاہدۂ اٹلانٹک سے بھی دست بردار ہو جائے گا۔

فرانس کو حق ہے کہ امریکا کو دھمکی دے۔ اسے معلوم ہے کہ امریکا' تیونس اور مراکش کے مسئلے کی حمایت میں سنجیدہ نہیں ہے۔ وہ تو دراصل یورپی استعمار کے خلاف عربوں اور مسلمانوں کے معاملات میں ان کی تائید کا اظہار کر کے انہیں بے وقوف بناتا ہے۔ اگر امریکا سنجیدہ ہوتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ فرانس اور انگلینڈ امریکا کے بل پر جی رہے ہیں۔ اگر امریکا ان دونوں کی مدد کرنا چھوڑ دے تو

Marfat.com

دونوں کنگال ہو جائیں لیکن وہ چاہتا ہی نہیں۔

امریکا کا یہ موقف بالکل عیاں ہے۔ وہ فرانس کو چھوٹ دے دیتا ہے کہ اسے دھمکیاں دیتا رہے اور وہ اس کی دھمکی کے سامنے جھک بھی جاتا ہے۔ اگر فرانس کو معلوم ہوتا کہ امریکا، تیونس اور مراکش کی حمایت میں مخلص اور سچا ہے تو کبھی اس کو دھمکی نہ دیتا۔ ٹھیک اسی مقصد کے لیے لاتینی امریکی ممالک کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چناں چہ امریکا ان کو اشارہ کرتا ہے کہ اگر ایسی کوئی قرارداد پیش کی جائے جس سے تیونس اور مراکش کے باشندوں کے لیے حق آزادی کا اثبات ہوتا ہو تو اس کی مخالفت کریں تاکہ امریکا کو بھی تائید سے دست کش ہو جانے کا ایک بہانہ مل جائے۔

انڈونیشی وفد کے سربراہ نے صاف صاف کہا ہے کہ عرب ایشیائی بلاک ---- جس کی تشکیل کردہ کمیٹی ایک مسودۂ قرارداد تیار کرنے کی کوشش کررہی ہے ---- کے ممبر اپنے پہلے خیال سے دست بردار ہوگئے ہیں جس کے مطابق مسودۂ قرارداد میں یہ دفعہ بھی شامل تھی کہ "تیونس اور مراکش کے باشندوں کو آزادی کا حق حاصل ہے"۔ اس لیے کہ انہیں ڈر ہے کہ اگر یہ قرارداد اس دفعہ کے ساتھ پیش کی گئی تو لاتینی امریکا کے ممالک اس کی تائید سے انکار کردیں گے۔

ان تمام کارروائیوں کے پس پردہ امریکا کا ہاتھ ہے۔ چناں چہ اقوام متحدہ میں امریکی وفد کے سربراہ مسٹر فلپ جیسوپ نے صراحت سے کہا ہے کہ:

"ریاست ہائے متحدہ عرب ایشیائی بلاک کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کررہا ہے کہ وہ فرانس دشمنی میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ اس سلسلے میں اسے کامیابی بھی ملی ہے۔ اس لیے کہ اس بلاک کے ممبر ممالک فرانس دشمنی کے اپنے انتہاپسندانہ موقف میں کچھ نرم پڑنے لگے ہیں"۔

Marfat.com

اس نے مزید کہا:

"ریاست ہائے متحدہ امریکا چاہتا ہے کہ اقوام متحدہ میں جو مسودۂ قرارداد پیش ہو وہ معتدل ہو اور اس میں صرف فریقین کے درمیان دوبارہ بات چیت شروع کیے جانے کا مطالبہ ہو!"

یہ ہے وہ ڈرامہ جسے اقوام متحدہ کے اسٹیج پر امریکا اور یورپی استعمار کی جان کاری میں کھیلا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود ہم اپنی بے مثال حماقت کے ساتھ امریکی مدد کے منتظر ہیں جو ہمیں یورپی استعمار کے چنگل سے نجات دلا دے گی۔

ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ یورپ و امریکا عالم اسلامی کے مقابلے میں ایک صف میں کھڑے ہیں۔ ان سب میں وہی صلیبی روح اب بھی باقی ہے جو زمانہ قدیم میں تھی۔ ہم یہ سب فراموش کر دیتے ہیں اس لیے کہ ہمارے درمیان بہت سے غافل لوگ ہیں اور بہت سے مفاد پرست ہیں جو ہمیں گمراہ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اور یہ پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ امریکا مغلوب و محکوم قوموں کے ساتھ اور پس ماندہ قوموں کے ساتھ تعاون کرنا چاہتا ہے۔ باوجود یہ کہ ہم فلسطین میں امریکی "مدد" کا مزا چکھ چکے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں گمراہ کرنے کے لیے امریکی ذرائع ابلاغ اور مصر میں "جمعیتہ الفلاح" جیسی تنظیمیں مسلسل سرگرم عمل ہیں۔

ہر جگہ عالم اسلامی کے زخموں سے خون رس رہا ہے اور امریکا قہقہے لگا رہا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے خلاف گھناؤنے یورپی استعمار کی مدد میں مصروف ہے۔ اس کے باوجود مصر میں کچھ اخبارات و رسائل اور کچھ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں، جن کے نام احمد، حسین، حسن، علی وغیرہ ہیں---- ایسے ہیں جو نیویارک کے بندرگاہ پر "آزادی کی مورت" اور "آزادی کے گہوارۂ فرانس" کی مدح سرائی کرتے ہیں۔

Marfat.com

بسا اوقات بعض عیار یا فریب کار لوگ ہم سے کہتے ہیں: ''ہم کمزور ہیں۔ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟

ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟!! اگر ہم اس دست و بازو کو توڑ نہیں سکتے جو ہماری طرف بدنیتی سے اٹھتا ہے تو اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم اس کا بوسہ لینے لگیں۔

اگر ہم کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم یہ تو کر ہی سکتے ہیں کہ اپنے دلوں میں نفرتیں محفوظ رکھیں اور انہیں اپنی نئی نسل میں منتقل کر دیں۔ ممکن ہے کہ انہیں وہ مواقع حاصل ہو جائیں جن میں وہ سفید فام انسان کا ''احسان'' چکا سکیں۔

سفید فام انسان ہمیں اپنے قدموں تلے روند رہا ہے جب کہ ہم اپنے مکاتب و مدارس اور اسکولوں کالجوں میں اس کی تہذیب و ثقافت' اس کے ''بلند'' اصول و مبادی اور اس کی ''اعلیٰ'' روایات کی تعلیم دیتے ہیں۔ ہم اپنی نئی نسل کے دلوں میں اس ''آقا'' کے بارے میں احترام اور پسندیدگی کے جذبات پروان چڑھا رہے ہیں جب کہ وہ ہماری عزت و شرافت کو پامال کرتا ہے اور ہمیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑتا ہے۔

ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے کروڑوں فرزندوں کے دلوں میں نفرت' کراہیت اور انتقام کے بیج بو دیں۔ انہیں بچپن ہی سے یہ تعلیم دیں کہ سفید فام انسان انسانیت کا دشمن ہے اور ان پر فرض ہے کہ پہلی فرصت میں اسے شکست فاش دیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جب استعمار دیکھے گا کہ ہم اپنی نسلوں کے دلوں میں نفرت و حقارت کے یہ بیج بو رہے ہیں تو اس پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔

یہ استعمار ہی ہے جس نے ہمارے دلوں میں اپنی محبت اور احترام کا بیج بونے کی کوشش کی تھی۔ جب کہ اسے ہمارے بیدار ہونے کا خوف لاحق ہوا ہے تو اس نے

Marfat.com

"یونیسکو" کا افسانہ گڑھ لیا ہے۔ اس "یونیسکو" نے انسانیت اور انسانی بھائی چارگی کے نام پر تاریخ کے مطالعے میں سے ہر اس چیز کو حذف کر دینے کی دعوت دی ہے جس سے "قومی نفرتیں" بھڑک اٹھتی ہوں۔

یہ استعمار کا نیا ہتھکنڈا ہے' جس سے ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے۔ اگر ہم یونیسکو کی ہدایات پر عمل کرنے لگیں گے تو قومی شعور کو موت کی نیند سلادیں گے اور اس سے صرف اور صرف استعمار کو فائدہ پہنچے گا۔ یہی "یونیسکو" کا مقصد بھی ہے۔

یورپ اور امریکا نو آباد کار ممالک ہیں۔ مطالعہ تاریخ میں قومی نفرتیں بھڑکانے والی چیزوں کو حذف کرنے سے ان کا کیا نقصان ہوگا؟ اس سے انہیں صرف فائدہ حاصل ہوگا۔ رہے ہم' تو اس طرح استعمار ہمارا گلا گھونٹ رہا ہے۔ اب اگر ہم اس سے نفرت نہیں کریں گے تو پہلے ہتھیار سے ہی محروم ہو جائیں گے اور سوائے ناکامی کے ہمیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔

اس کے باوجود ہمارے یہاں مصر میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کے نام مسلمانوں جیسے ہیں لیکن وہ یونیسکو کے ترجمان بنے ہوئے ہیں' وہ گمراہیاں پھیلاتے ہیں' اپنی قوم کو دھوکا دیتے ہیں اور انسانی بھائی چارگی کے نام پر اسے میٹھی نیند سلا دینا چاہتے ہیں۔

ہر جگہ وطن اسلامی زخموں سے چور ہے۔ اس صورت حال میں ہم کم از کم یہ تو کر ہی سکتے ہیں کہ اسے زخمی کرنے والوں کے بارے میں اپنے دل میں نفرت و کراہیت کے جذبات رکھیں۔ رہے یونیسکو کے خوب صورت اصول تو ہم انہیں قبول کرنے پر تیار ہیں۔ لیکن اس وقت جب بھیانک استعمار کا سایہ ہمارے "زخم خوردہ" ممالک سے ہٹ جائے۔

انسانی بھائی چارگی کے اصول ہمیں یونیسکو سے چودہ سو سال پہلے سے معلوم

Marfat.com

ہیں۔ انہیں ہم نے اپنے اوپر بھی نافذ کیا ہے اور دوسروں پر بھی۔ لیکن ہم نے کبھی انہیں دھوکہ یا جال کے طور پر نہیں پیش کیا ہے' جیسا کہ آج سفید فام انسان کر رہا ہے۔ یہ اصول ہمارے لیے نئے نہیں ہیں۔

اسی طرح ہمارے دین نے---- جو آج سے صدیوں پہلے آیا ہے---- ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ جو ہم پر زیادتی کرے ہم اس کے خلاف جنگ برپا کریں۔ اس کے سامنے فروتنی دکھائیں نہ چین سے بیٹھیں۔ اس نے ہمیں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اگر کوئی وطن اسلامی کی ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ کرنے کی کوشش کرے یا اسلامی عقیدے کی مخالفت کرے یا اسلامی عقیدہ قبول کرنے والوں کو ایذا پہنچائے تو اس سے ہم کوئی مصالحت نہ کریں۔

انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین و اخرجوکم من دیارکم و ظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم' و من یتولھم فاولئک ھم الظالمون۔ (الممتحنہ - ۹)

(وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے' ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں)۔

سفید فام لوگ---- خواہ یورپ کے رہنے والے ہوں یا امریکا یا روس کے--- ہم سے دین کے معاملے میں جنگ کرتے ہیں' ہمیں ہمارے گھروں سے نکالتے ہیں اور ہمارے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں' اس کے باوجود کچھ نام نہاد مسلمان ایسے ہیں جو ان سے محبت اور دوستی کا دم بھرتے ہیں' ان کا پروپیگنڈا کرتے ہیں' ہماری گردنوں پر ان کی گرفت مضبوط کرتے ہیں اور آخر میں کوشش کرتے ہیں

Marfat.com

کہ ہمارے دلوں سے ان کے بارے میں پائی جانے والی نفرتیں ختم ہو جائیں۔ اگر وطن اسلامی کے زخموں سے اسی طرح خون رستا رہا اور ہم کچھ نہ کر سکے تو اس کا عار ہمارے ساتھ ہماری نسلوں پر بھی ہو گا۔ اس لیے ان نفرتوں کو ہماری نسلوں میں بھی منتقل ہونا ضروری ہے۔"

فرانس۔ تیونس' الجزائر اور مراکش میں وطن اسلامی کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا ہے۔ دوسرے مقامات پر انگلینڈ بھی اپنا متوقع کردار سرانجام دے رہا ہے اور انہیں کبھی پوشیدہ کبھی علی الاعلان امریکا کی پشت پناہی حاصل ہے---- ضروری ہے کہ یہ بات ہم ہر وقت مستحضر رکھیں اور اپنی نئی نسل کے دلوں میں بھی منتقل کر دیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مسلمان متعصب ہیں (۱)

''اسلامی بلاک'' کی طرف دعوت ہی عالم اسلامی کو مجرم مغربی استعمار کے چنگل سے نجات دلا سکتی ہے اور الحاد کی مادی اور قابل نفرت لہر کی راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے--- لیکن اس دعوت کو بعض لوگ مذہبی تعصب قرار دے کر اس سے برات کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی ذمہ داریوں سے الگ ہو جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

حالاں کہ عالم اسلامی' جس کے اتحاد کو واپس لانے اور اس کی قوت و شوکت کو دوبارہ قائم کرنے کی طرف دعوت دی جاتی ہے' انسانیت کی تاریخ میں وہ واحد وطن ہے جس کی امتیازی پہچان مذہبی رواداری تھی اور جس نے اپنی اقلیتوں کے ساتھ خالص انسانی برتاؤ کیا اور ان کے لیے آزادی عقیدہ' آزادی عبادت' آزادی کسب' آزادی عمل اور ان تمام آزادیوں کی ضمانت دی جن کا غیر اسلامی معاشرے اب تک سیاہ فام اور دوسرے مذاہب کو ماننے والوں کے لیے اعتراف نہیں کرتے۔

اس کے باوجود مسلمان ''متعصب'' ہیں!

اس لیے اب ان ''طوطوں'' کو جو اسلامی بلاک اور اسلامی نظام کی طرف دعوت دینے سے ڈرتے ہیں' سن لینا چاہیے کہ بیسویں صدی میں روئے زمین پر ہر جگہ غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھ رہے ہیں---

Marfat.com

ہم اپنے اس جائزے کا آغاز حبشہ سے کرتے ہیں۔ حبشہ ہمارا قریبی پڑوسی ہے۔ ۱۹۳۵ء میں جب اٹلی نے اس پر حملہ کیا تھا تو ہم نے اس کی مدد کے لیے کمیٹیاں بنائی تھیں' وہاں طبی ٹیمیں بھیجی تھیں اور کئی مہینے اپنی صحافت میں اس کے لیے صفحات کے صفحات مخصوص کردیے تھے۔ اس وقت ہم نے اس کے مسائل کو اپنے مسائل سمجھے تھے۔ ان "طوطوں" کو سن لینا چاہیے کہ آج اسی حبشہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کچھ ہورہا ہے؟!

ازہر کا ایک ڈیلیگیشن جو کلیۃ الشریعہ (شعبہ دینیات) کے دو اساتذہ عبداللہ المشید اور محمود خلیفہ پر مشتمل تھا' مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے صومال' اریٹریا' عدن اور حبشہ کے دورے پر روانہ ہوا۔ اس کا دورہ یکم رجون ۱۹۵۱ء مطابق ۲۶ر شعبان ۱۳۷۰ھ سے یکم رستمبر ۱۹۵۱ء مطابق ۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۷۰ھ پورے تین مہینے جاری رہا۔ دورے کے اختتام پر اس وفد نے ایک تفصیلی رپورٹ لکھی جو بڑے سائز کے ۱۶۰ صفحات پر مشتمل تھی۔ اس میں انہوں نے باریکی' اعتدال اور حقیقت پسندی کے ساتھ مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیا تھا۔ یہ رپورٹ بیسویں صدی میں مذہبی ظلم و ستم کی عجیب و غریب تفصیلات آشکارا کرتی ہے۔

رپورٹ کے شروع میں ہے:

"بربا کے دورے کے اختتام پر ہم نے مناسب سمجھا کہ حبشہ کی طرف اپنا سفر جاری رکھیں۔ اس لیے کہ اس میں داخل ہونے کا مقررہ وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔ چناں چہ ہم بذریعہ ہوائی جہاز ۲۶ر جولائی ۱۹۵۱ء جے جیجا پہنچے جو حبشہ کے جنوب مشرق میں پہلا شہر اور اوجادینی صومال کا دارالحکومت ہے۔

ابھی ہم ہوٹل پہنچے ہی تھے اور صرف ڈیڑھ گھنٹہ ہی گزارا تھا کہ ہمیں شہر چھوڑ

Marfat.com

دینے کا حکم دیا گیا اور وہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ مجبوراً ہم اسی دن شام کو ہرجیہ واپس آ گئے۔ پھر وہاں سے عدن اور عدن سے اسمرا گئے اور وہاں دس دن قیام کیا کہ اچانک ادیس ابابا کے مصری سفارت خانہ سے ہمیں مطلع کیا گیا کہ ایتھوپیا (حبشہ) کی وزارت خارجہ نے ہمیں دوبارہ حبشہ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی ہے۔ ہم بذریعہ ہوائی جہاز بروز جمعرات بتاریخ ۱۶ / اگست ۱۹۵۱ء ادیس ابابا پہنچے اور وہاں بارہ دن قیام کیا۔ اس دوران ہم نے کوشش کی کہ دارالحکومت اور بڑے بڑے شہروں کے تعلیمی اداروں کا دورہ کریں اور مسلمانوں سے ملاقاتیں کریں۔ لیکن کچھ اسباب کی بنا پر جو ہمارے ارادے سے خارج تھے' ہم ایسا نہ کر سکے۔

اس کے باوجود حبشہ کے مسلمانوں کے حالات اور مسائل کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہوئیں جو ہم اس رپورٹ میں بیان کریں گے اور ان حقائق کا انکشاف کریں گے جن سے واقف ہونا ذمہ دار لوگوں کے لیے ضروری ہے''

اور پھر اس رپورٹ میں ایک ایسی حقیقت بیان کی گئی ہے جسے شاید کوئی نہ جانتا ہو۔ وہ یہ کہ حبشہ میں مسلمانوں کا تناسب اوسطاً مجموعی آبادی کے ۶۵ فیصد سے کم نہیں۔ بعض علاقوں میں ۸۵ فیصد اور بعض میں ۲۵ فیصد ہے۔ اس طور پر مسلمانوں کو وہاں زبردست اکثریت حاصل ہے۔ بقیہ باشندوں میں عیسائی' یہودی اور بت پرست شامل ہیں --- رپورٹ نے یہ اعداد و شمار ۱۹۳۶ء میں اٹلی کی طرف سے کی گئی مردم شماری اور حبشہ میں بیرونی سفارت خانوں کی مردم شماری کی روشنی میں بیان کیے ہیں۔ یہ --- جیسا کہ میں نے بیان کیا --- حیرت انگیز حقیقت ہے۔ لیکن ہمیں یہ جان کر مزید حیرت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ سرکاری ملازمتوں اور تعلیم و معیشت کے میدان میں مکمل بے اعتنائی برتی جاتی ہے اور وہ تمام شہری حقوق سے محروم ہیں!

Marfat.com

پھر رپورٹ میں مندرجہ ذیل دردناک اور حیرت انگیز حقائق بیان کیے گئے:

۱۔ اٹلی کے استعمار کے خاتمے کے بعد حبشہ کی حکومت نے مسلمانوں سے ان کی دو تہائی املاک غصب کرلیں اور انھیں اپنی عیسائی رعایا کے حوالے کردیا۔ دوسری جانب مسلم رعایا پر بھاری ٹیکس باقی رکھے تاکہ اس طرح مسلمان غربت کا شکار ہوجائیں اور ان کا وجود پارہ پارہ ہوجائے۔

۲۔ حبشہ کی حکومت عیسائی مشنریوں پر پوری توجہ دیتی ہے اور ان کی مکمل دیکھ بھال رکھتی ہے۔ جب کہ ایک مسلمان کے لیے اپنے محلے سے دوسرے محلے میں جاکر مسلمانوں کو وعظ اور تعلیم دینا بھی ممنوع ہے۔ اگر اس طرح کی کوئی کوشش ہوتی ہے تو حبشہ کی حکومت فوراً اس پر پابندی عائد کردیتی ہے۔ ان مشنریوں نے یہ رپورٹ دی ہے کہ ان علاقوں میں پانچ سال کے اندر اندر تمام مسلمانوں کو عیسائی بنایا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ مسلمانوں میں جہالت اور غربت عام ہے اور کوئی نہیں جو انھیں دین کی تعلیم دے اور اسلامی عقیدے پر ثابت قدم رہنے پر اکسائے۔

۳۔ حبشہ میں دینی علوم کی نشرواشاعت پر سب سے زیادہ کفا (جیما) للو اور ہرر کے مسلمان توجہ دیتے ہیں۔ صرف جیما میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے لیے ساٹھ سے زائد مدرسے تھے۔۔۔ لیکن جب حبشی شہنشاہیت میں جیما کے انضمام کا اعلان کیا گیا اور اس کا حاکم امیر عبداللہ بن داؤد جو ابوجعفر کے نام سے مشہور تھا، داخل زندان کردیا گیا۔۔۔ تو حبشہ کی حکومت نے ان مدارس پر قبضہ کرلیا۔ ان میں سے بیشتر میں تالے ڈال دیے اور جو بچ رہے، ان کے نظام تعلیم میں خاطرخواہ تبدیلی کردی اور عربی زبان یا اسلامیات کا اس میں کوئی نام ونشان باقی نہ چھوڑا۔

۴۔ حبشہ کی حکومت اپنے وسائل کی حد تک ملک میں عیسائی لڑکوں میں تعلیم

Marfat.com

عام کرنے کی بھرپور کوشش کر رہی ہے۔ چناں چہ اس نے لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے تقریباً دو سو پرائمری اور سیکنڈری اسکول قائم کیے۔ ان میں حبشہ کے مسلم لڑکوں اور لڑکیوں کا تناسب صرف تین فیصد ہے۔ یہ بھی وہ لوگ جن کو قبول کرنے پر حبشہ کی حکومت مخصوص حالات کی بنا پر مجبور تھی.... باوجود اس کے کہ مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں سے زیادہ ہے مگر حکومت تعلیم کے بجٹ سے مسلمانوں کی تعلیم پر پانچ فیصد سے زائد خرچ نہیں کرتی۔ ساتھ ہی سرکاری اسکولوں کے نصاب تعلیم میں عربی زبان اور اسلامیات کو کوئی حصہ نہیں۔ یہاں تک کہ خالص مسلم علاقوں میں بھی عربی اور اسلامیات کی تعلیم ممنوع ہے۔

۵- مسلمانوں نے وزارت تعلیم پر زور ڈالا کہ خالص مسلم علاقوں میں جو اسکول ہیں' ان میں اسلامیات اور عربی زبان کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ ان کے اس مطالبہ پر حکومت نے بعض اسکولوں میں اسلامیات کی تعلیم کے واسطے کچھ استاذوں کا تقرر کیا۔ لیکن عربی زبان کی تعلیم کا مطالبہ رد کر دیا۔ اسلامیات کا استاذ بھی ان جاہل لوگوں میں سے رکھا گیا جنہیں اسلامی تعلیمات کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ نہ ہی اسلامیات کے گھنٹے کے لیے کوئی وقت مقرر کیا گیا۔ جس طرح امہری' انگریزی اور دیگر علوم کے لیے وقت مقرر کیا جاتا ہے بلکہ اسلامیات کے استاذ سے کہا گیا ہے کہ جو اوقات طلبہ کے آرام کے لیے خاص ہیں' ان میں وہ انہیں جمع کرے اور چند بنیادی باتوں کی' جیسے فرض نمازوں کے اوقات' رکعتوں کی تعداد' ارکان و شرائط نماز وغیرہ کی تعلیم دے۔ لیکن طلبہ کے آرام کے اوقات میں سے اتنا وقت بھی نہ بچتا تھا کہ استاذ انہیں کچھ تعلیم دے سکے۔ چناں چہ پورا سال گزر جاتا تھا اور استاذ اسلامیات کا ایک سبق بھی نہ پڑھا پاتا تھا۔

Marfat.com

۶۔ حکومت نے گزشتہ سال بعض اسکولوں سے فارغ ہونے والے طلبہ کو چنا اور انہیں بیرونِ ملک مختلف تعلیمی اداروں میں بھیجا تاکہ وہاں سے واپس آکر وہ ملک کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوں۔ ان فارغین میں دو مسلمان بھی تھے جن کا انتخاب امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے کی وجہ سے عمل میں آیا تھا لیکن جب ان دونوں کے سفر کی کارروائی مکمل ہوئی تو نامعلوم اسباب کی بنا پر انہیں سفر سے روک دیا گیا۔

۷۔ مسلمانوں کے آٹھ مدارس تھے جن میں عربی زبان اور اسلامیات کی تعلیم ہوتی تھی۔ ان کے مصارف چندوں اور عطیوں سے پورے ہوتے تھے' جو اسی مقصد کے لیے قائم کی گئی تنظیموں کے واسطے سے جمع کیے جاتے تھے۔ ان مدارس کے ذریعے تقریباً تین ہزار مسلم طلبہ کی تعلیم کا انتظام ہوتا تھا۔ یہ مدارس تمام پریشانیوں کے باوجود ۱۹۴۹ء تک اپنا فریضہ انجام دیتے رہے۔ پھر حکومت نے ان پر بھی عربی زبان اور اسلامیات ختم کرنے کی پالیسی عائد کرنا چاہی۔ لیکن جب ان مدارس کے ذمہ داروں نے انکار کیا تو حکومت نے ان تنظیموں کے ساتھ ایسا ناگفتہ بہ رویہ اپنایا جس سے مجبور ہو کر ان تنظیموں کے ممبروں نے ان مدارس کا تعاون کرنا بند کر دیا اور ان میں سے تین مدارس کے سلسلے میں وزارت تعلیم کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ جس کے بعد ان مدارس سے عربی زبان اور اسلامیات کے مضامین حذف کر دیے گئے۔

۸۔ جو مدارس بچ گئے وہ بھی اس انجام سے دوچار ہونے والے ہیں۔ اس لیے کہ جو مذکورہ وسائل ان تینوں مدرسوں کے سلسلے میں اختیار کیے گئے وہی اب بقیہ مدارس کے سلسلے میں بھی اختیار کیے جا رہے ہیں اور چوتھا مدرسہ بھی اپنے برے انجام سے دوچار ہے۔

۹۔ ان باقی رہنے والے مدارس میں سے ایک مدرسے نے وزارت تعلیم سے

Marfat.com

مطالبہ کیا کہ حبشہ میں موجود بعض مصری استاذوں کو فراغت کے اوقات میں بعض علوم کی تدریس کا کام انجام دینے کی اجازت دے۔ اس لیے کہ مدرسے کو بعض لائق اساتذہ کی ضرورت ہے۔ لیکن حبشہ کی وزارت تعلیم نے اس مطالبے کو رد کردیا۔

۱۰۔ ایتھوپیا (حبشہ) میں عربی کتابوں کے داخلہ اور ترویج و اشاعت پر پابندی ہے۔ رہے عربی اخبارات و رسائل تو زبردست سنسر کے ساتھ ان کے داخلے کی اجازت ہے۔ یہ ہیں بیسویں صدی کے دل دوز حقائق' یہ ہیں وہ حالات جن کے زیر سایہ حبشہ کے ۶۵ فیصد مسلم باشندے زندگی گزار رہے ہیں' اس کا سبب صرف اور صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔

اس کے ساتھ اگر ہم یہ معلومات بھی شامل کردیں جو ہمیں معتبر ذرائع سے حاصل ہوئی ہیں کہ مسلمان حبشہ میں تمام سرکاری ملازمتوں سے محروم ہیں۔ اسی طرح فوجی سروسیں بھی انہیں نہیں ملتیں تاکہ ان میں سے کوئی فوجی نہ بننے پائے اور یہ کہ ماضی قریب تک ان میں سے تنگ دست قرض دار اگر عیسائی کا مقروض ہوتا تو غلام بنالیا جاتا تھا اور اس کی خرید و فروخت ہوتی تھی۔ (یہ چیز ۱۹۳۶ء میں اٹلی کے ہاتھوں ختم ہوئی) تو ہمارے لیے پوری طرح واضح ہوجاتا ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ مسلمان متعصب ہیں۔

اے "طوطو" جو مسلمانوں کے دین کے جھنڈے تلے جمع ہونے سے ڈرتے ہو یہ تعصب ہے نا؟

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مسلمان متعصّب ہیں (۲)

استنبول میں رسالہ "المصری" کے نمائندے کے ایک مراسلے میں یہ جملے آئے ہیں:

"ترکی کے چوٹی کے لیڈروں کو صرف دو چیزوں کی فکر ہے۔ پہلی یہ کہ ترکی اور یورپ و ایشیا میں اس کے پڑوسی ممالک کے درمیان فوجی تعاون کے اسباب کو تقویت پہنچائی جائے۔ دوسری یہ کہ اس کی خارجہ پالیسی کو عرب اور خاص طور پر مصر کی طرف نئے سرے سے موڑ دیا جائے۔ اس طور پر کہ انقرہ قاہرہ کے محور سے اگر پوری دنیا میں نہیں تو مشرق وسطیٰ ہی میں قوی فوجی اور سیاسی معاہدے وجود میں آئیں۔

مگر ترکی مشرق وسطیٰ میں اسلام کی بنیاد پر فوجی بلاک قائم کرنے کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ مذہب اس سے کہیں بلند ہے کہ اسے سیاست میں گھسیٹ لایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان کے وزیر خارجہ سید ظفراللہ خاں کی بات چیت اور منصوبے ترکی کے لیڈروں کو پسند نہ آئے۔ اگرچہ ترکی میں ان کا بہت ہی پرجوش اور احترام و اکرام کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا اور اسی جوش و احترام کے ساتھ انہیں الوداع بھی کیا گیا۔"

Marfat.com

مشرق وسطی میں اسلام کی بنیاد پر فوجی بلاک قائم کرنے سے ترکی کے لیڈروں کی سخت نفرت کی یہ خبر جب میری نظر سے گزری تو مجھے بالکل حیرت نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ اس قسم کے بہت سے لیڈر ہمارے درمیان مصر میں بھی موجود ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی استعمار نے پرورش و پرداخت کی ہے اور ان کے دلوں اور افکار میں یہ نفرت پیوست کردی ہے۔ استعمار جانتا تھا کہ اگر اس نے عظمت و سربلندی کے ان بیجوں کو برباد نہ کیا جو اسلام مسلمانوں کے دلوں میں بوتا ہے اور عظیم عالم اسلامی کو کمزور قومی نعروں اور جغرافیائی حدود کی بنیاد پر چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تقسیم نہ کردیا تو اسلام کی سرزمین میں اس کا کوئی وجود باقی نہ رہے گا۔

حیرت تو مجھے ان کی اس بے بنیاد اور انتہائی کمزور توجیہ پر ہوئی جو وہ اسلام کو اصل میدان سے دور کرنے کے لیے پیش کرتے ہیں--- وہ یہ کہ ''مذہب اس سے کہیں بلند ہے کہ اسے سیاست میں گھسیٹ لایا جائے'' پھر آخر وہ کون سا اسلام ہے جس کا یہ چوٹی کے لیڈران تصور کرتے ہیں؟ وہ کوئی اور ہی اسلام ہو گا جس سے حقیقی اسلام واقف نہیں۔ حقیقی اسلام--- جیسا کہ اسلام کے ماننے والے جانتے ہیں---- اس عجیب و غریب اور مضحکہ خیز تصور سے مختلف دوسری ہی چیز ہے۔ وہ ایک عقیدہ ہے جو مشرق و مغرب میں مسلمانوں کے دلوں میں اتحاد پیدا کرتا ہے۔ ایک معاشرتی نظام ہے جو مسلمانوں کے مصالح اور مفادات کا تحفظ کرتا اور ان کے حالات کو منظم کرتا ہے۔ ایک سیاسی نظام ہے جو مسلمانوں کے لیے ایک ہی مقصد' ایک ہی اسلامی فوج اور ایک ہی اسلامی بلاک قرار دیتا ہے۔

یہ ہے حقیقی اسلام' نہ کہ وہ جس کا یہ لوگ تصور کرتے ہیں' جن کے دلوں میں مغرب نے گھر کرلیا ہے' جو اپنے دین سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اپنے آپ کے بھی

Marfat.com

مالک نہیں رہے ہیں اور خود کو بے حیثیت' طاقت و قوت سے عاری دم چھلہ بنانے پر رضامند ہو گئے ہیں حالاں کہ ان کا دین انہیں منع کرتا ہے کہ وہ کافروں کے دوست بنیں۔ سرکشوں کے ہم راز و دم ساز بنیں اور اللہ اور رسولؐ سے دشمنی رکھنے والوں' مسلمانوں کا قتل عام کرنے والوں' انہیں ان کے گھروں سے نکالنے والوں اور ان کے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کرنے والوں سے دوستی رکھیں۔

میں سمجھتا تھا کہ ترکی کے لیڈران اپنی باتوں میں صاف گو ہوں گے جس طرح وہ ماضی میں کبھی تھے۔ وہ صاف صاف کہہ دیں گے کہ ہم اس اسلام کو نہیں مانتے ہیں۔ اس پر اعتماد نہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہمارے اور مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق اور رابطہ ہو۔ ہم مغربی قافلے کے ہم رکاب رہنا چاہتے ہیں۔ ہم مشرق اور اہل مشرق کی طرف کبھی منہ نہیں کریں گے۔

انہوں نے یہ باتیں ماضی میں کہی تھیں۔ مگر آج چوں کہ ان کے امریکی آقا عالم اسلامی اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہیں اور وہ اپنے آقاؤں کے' خدمت گاروں سے بھی زیادہ مطیع و فرماں بردار ہیں۔ اسی لیے وہ بھی عرب اور مصر کی طرف رخ کر کے اپنی دم ہلا رہے ہیں۔ لیکن اسلام کے تعلق سے جس پر مسلمان فخر کرتے ہیں' نفرت کرتے ہوئے الٹے قدموں پلٹ جاتے ہیں' یہ انتہائی گھناؤنا اور ذلت آمیز رویہ ہے جس پر کوئی رشک نہیں کر سکتا۔ اسے صرف وہی لیڈران اختیار کر سکتے ہیں جن کے دلوں میں اہل مغرب نے گھر کر لیا ہے۔

مغربی بلاک کو آج مسلمانوں اور خاص طور پر عربوں کی سخت ضرورت ہے۔ انہیں آئندہ ہونے والی جنگ کے لیے دس لاکھ عرب فوجیوں کی ضرورت ہے تاکہ ان پر روسی ایٹم بم کے تجربات کیے جا سکیں یا جراثیمی ہتھیاروں کی جنگ کا تجربہ کیا جا سکے

Marfat.com

اور اس طرح ان ایٹمی اور خطرناک اسلحوں کی تباہ کاریوں سے سفید فام فوجیوں کو بچایا جاسکے۔

گزشتہ دونوں عالمی جنگوں میں یہ کردار ہندستان اور دوسری نو آبادیوں کی فوجوں نے انجام دیا تھا۔ لیکن اب ہندستان آزاد ہو چکا ہے اور آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ بھی اپنی فوجیں مشرق وسطی میں ہرگز نہیں بھیجیں گے اس لیے اس "مقدس" انسانی مقصد کے لیے دس لاکھ عرب فوجیوں کی ضرورت ہے۔

چناں چہ مغربی بلاک کے ایجنٹ عربوں کے منہ پر ہنسنے میں سرگرم ہیں۔ ترکی سرگرم ہے۔ فرانس سرگرم ہے اسپین سرگرم ہے اور وہ مصری اخبارات و رسائل سرگرم ہیں جو محکمہ اطلاعات کی طرف سے نکلتے ہیں اور انہیں اس کی طرف سے مصارف، پریس کاغذ اور خبریں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ ہر دلال ایک الگ لاک الاپ رہا ہے۔ ترکی مذہب کی بنیاد پر بلاک قائم کرنے سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے انقرہ، قاہرہ محور کا راگ الاپ رہا ہے۔ مصری سعید مغربی بلاک کے زیر نگرانی عرب دفاعی معاہدہ کا راگ الاپ رہا ہے۔ اسپین بحرابیض متوسط کے معاہدہ اور اسلام اور کیتھولک مذہب کے درمیان قربت کا راگ الاپ رہا ہے اور بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ان کے ساتھ ساتھ مصر کے کچھ لوگ (جو کبھی شبہ سے معزز تھے) اور کچھ رسائل بھی ہیں جو "اسلام اور کمیونزم کے درمیان تعارض" کے موضوع پر مقابلے کراتے ہیں۔ اسلامی بلاک کی طرف دعوت دینے والوں پر تہمتیں لگاتے ہیں اور امریکا کی عوام سے دل چسپی بیان کرتے ہیں۔

یہ ہے وہ دلالی جو "معزز لوگ" انجام دے رہے ہیں۔

ایک طرف جہاں یہ سب ہو رہا ہے وہیں دوسری طرف اس روئے زمین پر ہر

Marfat.com

طرف مسلمان ظلم و زیادتی کا شکار ہیں۔ خواہ مسیحی ممالک ہوں یا کیمونسٹ ممالک یا بت پرست ممالک.... ایسا لگتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف سب نے ایک "عظیم مقدس معاہدہ کر رکھا ہے۔

گزشتہ ہفتے میں نے اس الم ناک اور دل دوز رویے کے بارے میں گفتگو کی تھی جو حبشہ کے مسلمانوں کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ جب کہ وہ وہاں اکثریت میں ہیں۔ اگر ایسی زیادتی ایک عیسائی کے ساتھ بھی ہو جائے تو زمین میں زلزلہ آجائے' پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں اور مسلمانوں پر اس بیسویں صدی میں وحشت و بربریت کا الزام تھوپ دیا جائے۔

ٹھیک ایسے ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر مظالم روس میں ڈھائے جا رہے ہیں۔ بس فرق یہ ہے کہ تقریباً ربع صدی سے مسلمانوں کو فنا اور نیست و نابود کرنے کی سازش حکومت کی جان کاری میں کی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی تعداد ۴ کروڑ ۲۰ لاکھ سے گھٹ کر ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

اسی طرح یوگوسلاویہ میں بھی تقریباً ۲۰ لاکھ مسلمانوں کی زندگی معرض خطر میں ہے۔ خاص طور پر جرمن مسلمانوں کی جس کی سرزمین کو یوگوسلاویہ نے دوسری عالمی جنگ کے دوران روس' انگلینڈ' فرانس اور امریکا کے تعاون سے چھین لیا تھا۔

لطیفہ تو یہ ہے کہ دوسری طرف انگلینڈ اور امریکا بھی اتحادی ممالک سے جنگ کے دوران جرمن مسلمانوں کے ساتھ تعصب آمیز برتاؤ کرتے تھے۔ وہ فوجی ٹولیاں تیار کرنے کے لیے کیمونسٹ عناصر کو مسلح کرتے تھے لیکن مسلمانوں کو ہتھیار نہیں دیتے تھے۔ جو کہ ٹھیک اسی مشن کو انجام دینے کے لیے تیار تھے! آخر کیوں؟ محض اس لیے کہ ان کی رگوں میں صلیبی خون دوڑ رہا ہے۔ چناں چہ جب وہ کیمونسٹ یا مسلمانوں میں سے کسی

Marfat.com

ایک فریق کو مسلح کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تو کمیونسٹوں ہی کو مسلح کرتے ہیں۔

دوسری طرف ترکی' مصر اور عرب ممالک کے لیڈران' اسلام کی بنیاد پر جمع ہونے اور اسلامی بلاک قائم کرنے سے نفرت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ مسلمان "متعصب" ہیں!

استعمار کوئی کھیل نہیں کھیل رہا تھا بلکہ وہ اس دن کے لیے تیاری کر رہا تھا جب اس کی فوجیں عالم اسلامی سے کوچ کر جائیں گی۔ اس کے تیار کردہ یہی وہ "لیڈران" ہیں جو دین سے نفرت کرتے ہیں۔

برطانیہ نے جب مصر کی وزارت تعلیم کے لیے ایک انگریز مشیر رکھنے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک پادری کا انتخاب کیا۔ "ڈنلوپ" کینسہ کے ایسے ہی متعصب لوگوں میں سے تھا۔

برطانیہ نے اسے مصری وزارت تعلیم کا مشیر بنا دیا تاکہ وہ لوگوں کی ذہنیتں بنائے اور ایسی شخصیتیں تیار کرے جو اس کے بعد مصری وزارتِ تعلیم اور مصری ثقافت کی تحریک کی سرپرستی کر سکیں تاکہ وہ استعمار کے لیے ایسی خدمت انجام دے سکیں جو سفید فام انگریز نہ انجام دے سکتے تھے۔

استعمار نے اسی طرح ہر جگہ کیا... اور اگر اسلام میں ایسی پوشیدہ قوت نہ ہوتی جو راہ کی رکاوٹوں اور مزاحمتوں کو پار کر جاتی ہے تو اسلام کے لیے دوبارہ پنپنا اور پروان چڑھنا ممکن نہ ہوتا۔

ہم اسلامی پھیلاؤ کے نمایاں آثار دیکھ رہے ہیں۔ ہم ان رکاوٹوں اور مزاحمتوں کو بھی دیکھ رہے ہیں جو استعمار نے اس کے راستے میں کھڑی کر رکھی ہیں اور استعمار کے تیار کردہ ان "بندروں" کو بھی دیکھ رہے ہیں جو ان رکاوٹوں کی نگرانی

Marfat.com

کر رہے ہیں۔

لیکن؟.....

لیکن ہمیں یقین ہے کہ مدد آئے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ رکاوٹیں دور ہوں گی۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ بندر موجوں میں بہہ جائیں گے اور ڈھیر کے نیچے دفن ہو جائیں گے اور اس وقت اللہ کا کلمہ پورا ہو کر رہے گا اور اسلام کا جھنڈا بلند ہوگا۔ حقیقی اسلام کا' اس اسلام کا جو پوری زندگی کو صحیح رخ عطا کرتا ہے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مسلمان متعصّب ہیں (۳)

"قیصریت" کے گہوارے روس کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جو گزشتہ چار صدیوں سے اسلام اور مسلمانوں کے زبردست دشمن رہے ہیں' انہیں عبرت ناک اور الم ناک عذاب دیتے رہے ہیں' ان کی خلاف زبردست جنگ برپا کر رکھی ہے اور مذموم اور متعصب صلیبیت پر مصر رہے ہیں:

"قیاصرہ کے عہد میں روسی سرکاری ملازموں (بریکاز) اور عیسائی مشنریوں کے ذریعے مسلمانوں پر ظلم و ستم اپنے عروج پر تھا اور اسے قیصری حکومت کی سرکاری تائید حاصل تھی"۔

اس لیے روس میں مذہبی مظالم کوئی نئی چیز نہیں۔ یہ ہوش ربا کیمونسٹ مظالم جنھوں نے عالم اسلامی بلکہ پوری انسانی دنیا کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ یہ بھی اسی پروگرام کا ایک حصہ ہیں جو دین محمدی کو فنا کرنے کے لیے مسلسل اختیار کیا جا رہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے مظالم اور سرخ روس میں مسیحیت کے مظالم کے درمیان بڑا فرق ہے:

Marfat.com

"سولہویں صدی کے آغاز میں قازان کے پادری "ہیرماہان" نے اپنے آقا قیصر تیوودور کے سامنے ایک رپورٹ پیش کی جس میں اس نے سب ہی شعلہ بار اور پر اثر اسلوب میں عیسائی مشنریوں کی ناکامی کے واقعات بیان کیے۔ اس نے بتلایا کہ نئے عیسائیت قبول کرنے والے پھر اپنے اصلی دین اسلام کی طرف پلٹ گئے ہیں اور انہوں نے اپنے دینی شعائر ادا کرنے کے لیے پوری جرات و بے باکی کے ساتھ دوبارہ مساجد قائم کرلی ہیں"۔

پادری کی اس رپورٹ کے بعد قیصر نے ایسے مسلمانوں کے خلاف زبردست تدابیر اختیار کیں۔ اس نے انہیں ان کی املاک سے محروم کردیا اور انہیں اس محلے میں رہنے پر مجبور کیا جو خاص طور پر انہی کے لیے روس کے ایک حاکم کی نگرانی میں شہر قازان میں بسایا گیا تھا۔ پھر اس نے جوان لڑکوں کو روسی لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکیوں کو روسی لڑکوں کے ساتھ شادی کرنے پر مجبور کیا جو شخص اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتا اسے جیل بھیج دیا جاتا اور اس کے ہاتھ پیر میں بیڑیاں ڈال کر کوڑے لگائے جاتے اور طرح طرح سے عذاب دیا جاتا اور اگر اس ایذا و تعذیب سے بھی قیصر کے نفس کی آسودگی نہ ہوتی تو عرصہ دراز سے تعمیر شدہ مساجد کو ڈھانے اور مسلمانوں کو ان کی بستیوں سے نکال باہر کرنے کا حکم صادر کردیتا اور فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی جاتی۔

رہے بالشویک (روسی کمیونسٹ پارٹی کے ممبران) تو انہوں نے اپنے خفیہ منصوبوں اور مذہب کے بارے میں اپنے موقف کی حقیقت کو بڑی مہارت کے ساتھ پوشیدہ رکھا وہ---- قوت و طاقت حاصل کرلینے تک---- لوگوں کے سامنے پسندیدہ صورت میں ظاہر ہوتے رہے۔ پھر اپنے خارجی کردار کے بارے میں اطمینان

Marfat.com

حاصل کر لینے کے بعد کمیونسٹ پارٹی نے سوویت یونین کے کونے کونے میں اپنی منظم یونٹیں قائم کرنا شروع کر دیں اور ان الحادی یونٹوں نے مذہب کی جڑیں اکھاڑنا شروع کر دیں۔ اس کے لیے انہوں نے پہلے قاضیوں' مفتیوں' مدرسین و واعظین' خطبا و مقررین اور ائمہ و موذنین کا خاتمہ کیا۔ مدارس' مساجد اور جامع مسجدوں پر قبضہ کر لیا اور "قرم" اور دوسری مسلم بستیوں میں شرعی عدالتوں اور دارالافتا کو کالعدم قرار دے دیا۔ انہوں نے ان تمام چیزوں کا یکسر خاتمہ کر دیا۔ پھر مساجد اور جامع مسجدوں کو تھیٹر' فولخوز کے گھوڑوں کے لیے اصطبل' گودام' کلب' سینما گھر اور دوسری ایسی چیزوں کے لیے استعمال کیا جن کی کوئی شریعت اجازت دیتی ہے نہ کوئی قانون۔ بالشوکوں نے قرآن کے نسخوں اور دینی کتابوں کو جمع کر کے نذر آتش کر دیا۔ انہوں نے ایسے اخلاقی انحطاط کا مظاہرہ کیا جس کا مشاہدہ انسان نے وحشت و حیوانیت کے اولین دور میں بھی نہ کیا ہوگا۔ ان ملحدین کے ہاتھوں سے اگر بعض نادر جامع مسجدیں بچ رہیں تو انہیں آثار قدیمہ کی حیثیت دے دی گئی اور حکم دیا گیا کہ انہیں ہاتھ نہ لگایا جائے تاکہ انہیں ان "جھوٹی اور من گھڑت" خبروں کے خلاف بطور دلیل پیش کیا جا سکے جو کسی طرح بیرونی ممالک میں پہنچ جاتی ہیں۔ اس طرح "قرم" کے اطراف اور سوویت یونین کے دوسرے مسلم شہروں میں اذان محمدی کا سلسلہ بند ہو گیا۔ وہاں کوئی شخص اپنے دینی شعائر ادا کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ ایسا کرنے میں اس کی جان کو خطرہ لاحق تھا۔

"قرم میں ۱۹۳۸ء میں دینی مظالم اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ جب قرآن کے نسخوں اور دینی کتابوں کو نذر آتش کر دیئے' مدارس و مساجد کو کمیونسٹ اداروں میں بدل دینے اور علما و مشائخ کو قتل کر دینے اور سائبیریا کی طرف جلاوطن کر دینے کے بعد قرم

Marfat.com

میں مذہب نام کی کوئی چیز باقی نہ رہی۔ ۱۹۳۸ء کی ایک رات کوزلو میں باقی بچ جانے والے علما کو گرفتار کیا گیا اور انہیں مختلف قسم کی تکلیفیں دینے کے بعد بحر قلزم کے ساحل پر قائم پانی صاف کرنے والی ایک عمارت میں لایا گیا جس کا نام "فوداقنال" ہے۔ پھر رات کی خاموشی میں ایک ایک کر کے انہیں ان مشینوں کے پہیوں میں جھونک دیا گیا جو خاص طور پر اسی مقصد کے لیے کمیونسٹ انتظامیہ نے تیار کرائی تھیں تاکہ قرم کی سرزمین --- جو کمیونزم کی جنت ہے --- میں انسانوں کی قربان گاہیں بنیں۔ جو مزدور یہ وحشت ناک اور دل دوز کام انجام دینے پر مجبور کیے گئے تھے وہ اب بھی بقید حیات ہیں اور یورپ، ترکی اور دوسرے ممالک میں پناہ گزیں ہیں"۔

پھر بھی قرم میں تعذیب کے ان گھناؤنے اور خوف ناک طریقوں کے مقابلے میں وہ طریقے کہیں زیادہ وحشیانہ اور دل دوز ہیں جو مغربی اور مشرقی ترکستان میں اختیار کیے جا رہے ہیں، جہاں چار کروڑ ۴۰ لاکھ مسلمان رہتے ہیں -- بلکہ صحیح الفاظ میں رہتے تھے --- لیکن اب سوویت یونین کی وحشیانہ تعذیب کی وجہ سے ان کی تعداد گھٹ کر صرف ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ رہ گئی ہے۔

مغربی ترکستان روس کے ماتحت ہے اور مشرقی ترکستان اگرچہ کمیونسٹ چین کے ماتحت ہے لیکن عملاً اس پر کمیونسٹ روس کا قبضہ ہے۔ دونوں میں مسلمانوں پر تعذیب کے جو جہنمی وسائل مسلط کیے گئے ہیں ان کی تفصیلات ایک قلم کار نے بیان کی ہیں۔ یہ استاذ عیسی یوسف آلب تکین ہیں جن کو قدرت نے اس خوف ناک جہنمی ادارے

۔ کارثۃ القرم الاسلامیہ فی الاتحاد السوفیاتی از یوسف ولی شاہ اور الکیری

Marfat.com

سے فرار ہونے کے بعد دوبارہ زندگی عطا کی تاکہ " المسلمون وراء الستار الحدیدی" (مسلمان پس دیوار آہن) نامی کتاب لکھ کر وہاں تعذیب و قتل کے اختیار کیے جانے والے طریقوں سے دنیا کو روشناس کرائیں۔ انہوں نے جو طریقے بتائے ہیں ان میں سے بعض کو ہم یہاں قلم انداز کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ وہ اس قدر گھناؤنے ہیں کہ انہیں کوئی انسانی ادب بیان نہیں کر سکتا۔ یہاں ہم صرف وہی طریقے ذکر کریں گے جنہیں انسانی آداب بیان کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ سر میں لمبی کیلیں ٹھونکی جاتیں' یہاں تک کہ وہ دماغ تک پہنچ جاتیں۔

۲۔ قیدی پر پٹرول انڈیلنے کے بعد آگ لگا دی جاتی۔

۳۔ قیدی کو گولیوں کا نشانہ بنایا جاتا اور فوجی ان پر فائرنگ کی مشق کرتے۔

۴۔ قیدیوں کو ایسی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں قید رکھا جاتا جہاں ہوا اور روشنی کا گزر نہ ہو اور انہیں بھوکا رکھا جاتا۔ یہاں تک کہ وہ خود موت کے گھاٹ اتر جاتے۔

۵۔ سر پر معدنی خود پہنایا جاتا پھر اس میں کرنٹ دوڑا دیا جاتا۔

۶۔ سر کو ایک مشین سے باندھ دیا جاتا اور باقی جسم کو دوسری مشین سے پھر دونوں مشینوں کو مختلف سمتوں میں چلا دیا جاتا۔ چناں چہ دونوں مشینیں کبھی ایک دوسرے سے قریب ہوتیں کبھی دور۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ جسم کا جو حصہ دونوں مشینوں کے بیچ میں ہوتا وہ کھنچ جاتا۔ آخر کار وہ شخص اپنے ناکردہ جرم کا اقرار کر لیتا ورنہ موت کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ ہوتی۔

۷۔ لوہے کے ٹکڑے کو اس حد تک گرم کیا جاتا کہ وہ سرخ ہو جاتا۔ پھر اس سے جسم کا ہر عضو داغا جاتا۔

Marfat.com

۸۔ جس شخص کو عذاب دینا ہوتا اس کے جسم پر کھولتا ہوا تیل ڈالا جاتا۔

۹۔ جسم میں لوہے کی کیل یا گراموفون کی سوئی چبھوئی جاتی۔

۱۰۔ ناخنوں میں لوہے کی کیل ٹھونکی جاتی یہاں تک کہ وہ آرپار ہو جاتی۔

۱۱۔ قیدی کو ایک تخت پر مضبوطی سے باندھ کر کئی کئی دن اسی حالت میں چھوڑ دیا جاتا۔

۱۲۔ سردی کے دنوں میں قیدی کو مجبور کیا جاتا کہ برف کی سل پر برہنہ سوئے۔

۱۳۔ سر کے بالوں کا ایک حصہ زور سے اکھاڑا جاتا جس سے سر کی کھال بھی اکھڑ جاتی۔

۱۴۔ قیدی کے جسم پر لوہے کی تیز کنگھیاں چلائی جاتیں۔

۱۵۔ قیدیوں کو مضبوطی سے باندھ کر ان کے منہ' ناک اور آنکھوں میں جلانے اور [illegible] ے والا مادہ ڈالا جاتا۔

۱۶۔قیدی کے ہاتھ اس کی پیٹھ پر باندھنے کے بعد' پیٹھ پر ایک بڑا پتھر رکھ دیا جاتا۔

۱۷۔ قیدی کے دونوں ہاتھ باندھ کر چھت سے لٹکا دیا جاتا اور رات رات بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک اسی حالت میں چھوڑ دیا جاتا۔

۱۸۔ جسم کے بعض حصوں پر ایسے ڈنڈوں سے ضرب لگائی جاتی جس میں نوکیلی کیلیں ہوتیں۔

۱۹۔ کوڑے کے ذریعے پٹائی کی جاتی۔ یہاں تک کہ خون نکلنے لگتا۔ پھر تلوار یا چھری کے ذریعے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کیے جاتے۔

۲۰۔ جسم میں سوراخ کیا جاتا اور اس میں گرہ دار رسی داخل کی جاتی۔ پھر دو دن کے بعد زخم کے اطراف سے جسم کے ٹکرے کاٹنے کے لیے

Marfat.com

اسے آری کے طور پر استعمال کیا جاتا۔

۲۱۔ قیدی کو عرصہ دراز تک اپنے پیروں پر کھڑا رکھنے کے لیے اس کے کان دیوار سے لگا کر کانوں میں کیلیں ٹھونک دی جاتیں۔

۲۲۔ سردی کے موسم میں قیدی کو پانی سے بھرے ڈرام میں بٹھایا جاتا۔

۲۳۔ ہاتھ اور پیر کی انگلیوں کو ایک دوسرے سے ملا کر سی دیا جاتا۔

۲۴۔ عورتوں کو عذاب دینے کا طریقہ یہ تھا کہ انہیں برہنہ کرکے ان کی پستانوں اور سینوں پر زبردست مار ماری جاتی۔ رہے انہیں ایذا پہنچانے کے دوسرے طریقے تو ہم انہیں قلم انداز کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ انہوں نے عذاب دینے کے لیے ان کے جسم کی جن جگہوں کا انتخاب کیا اور جو گھناؤنے طریقے اختیار کیے انہیں بیان کرنے اور تحریر کرنے سے ہمیں شرم دامن گیر ہوتی ہے''۔ے

اس کے بعد بھی سوویت یونین کا دم بھرنے والے لوگ سوویتی دستور کی دفعہ ۱۲۴ کا حوالہ دیتے ہیں جس میں اسٹالن نے ۱۹۳۶ء میں ترمیم کی تھی۔ اس میں ہے کہ ''تمام شہریوں کو آزادی عقیدہ کی ضمانت دینے کی غرض سے اعلان کیا جاتا ہے کہ سوویت روس میں مذہب حکومت سے اور مدرسہ چرچ سے الگ ہے اور تمام شہریوں کو آزادی ہے کہ خواہ مذہبی شعائر ادا کریں یا الحاد کی طرف دعوت دیں''۔

چھوٹے بچوں کے لیے الحاد کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لیے حکومت اپنے تمام وسائل استعمال کرتی ہے۔ رہی مذہبی تعلیم تو اس کے بارے میں ۱۹۳۸ء میں ماسکو میں چھپے سوویت روس کے قانون تعزیرات کی دفعہ ۱۲۲ میں یہ صراحت ہے:

ے المسلمون وراء الستار الحدیدی از استاد عیسی یوسف آلب

Marfat.com

"چھوٹے بچوں کے لیے اگر سرکاری اسکولوں یا پرائیویٹ اسکولوں یا ان جیسے اداروں میں مذہبی تعلیم کا انتظام کیا گیا تو ایسا کرنے والوں کو کم از کم ایک سال قید بامشقت کی سزا دی جائے گی"۔

اور قید کے دوران تعذیب کے وہ تمام وحشیانہ طریقے استعمال کیے جاتے ہیں جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا۔

○ ○ ○

اس سے قبل ہم نے عیسائی حبشہ اور کمیونسٹ یوگوسلاویہ (جو ان دنوں روس کا دشمن ہے) میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کیے جانے والے وحشیانہ مظالم بیان کیے ہیں۔ اس مضمون میں ہم نے روس میں قیصریت اور سوویت حکمرانی کے عہد میں مسلمانوں پر ہونے والے دل دوز مظالم کا تذکرہ کیا ہے۔ آئندہ ہم دوسرے عیسائی، کمیونسٹ اور بت پرست ممالک میں ہونے والے مظالم کا جائزہ لیں گے تاکہ ثابت کردیں کہ "مسلمان متعصب ہیں" اس لیے کہ وہ ایک ایسا اسلامی بلاک قائم کرنے کے بارے میں سوچتے ہیں جس کے زیرِ سایہ غیر مسلم اقلیتیں بھی امن و سلامتی، آزادی اور اطمینان و سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

مسلمان متعصب ہیں (۴)

مسلمانوں کے "تعصب" کی دلیل وہ دل دوز مظالم ہیں جو ہر جگہ ان پر ڈھائے جا رہے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں ہم نے ان کی سرسری تصویر کشی کی ہے۔ ان کے "تعصب" کی دلیل وہ وحشیانہ زیادتیاں ہیں جن سے وہ عیسائی حبشہ' کمیونسٹ یوگوسلاویہ اور خود روس میں دوچار ہیں اور جن سے چین میں ماضی میں بھی دوچار رہے ہیں اور اب بھی ان کا شکار ہیں۔ ان کے "تعصب" کی دلیل وہ مصائب اور سختیاں ہیں جو وہ مغربی استعمار کے ہاتھوں پر ہر جگہ جھیل رہے ہیں۔

ہم نے اوپر استاذ یوسف ولی شاہ اور الکیری کی کتاب " **کارثتہ القرم الاسلامیہ فی الاتحاد السوفیاتی**" (سوویت یونین میں اسلامی "قرم" کا المیہ) کے حوالے سے مسلمانوں پر قرم میں ہونے والے مظالم اور استاذ عیسی یوسف آلب تکین کی کتاب "المسلمون وراء الستار الحدیدی" (مسلمان پس دیوار آہن) کے حوالے سے روس کے ماتحت مغربی ترکستان میں اور کمیونسٹ چین کے ماتحت مشرقی ترکستان میں ہونے والے مظالم کو بیان کیا تھا۔ دونوں حضرات اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کیونزم کی

Marfat.com

وحشیانہ کارروائیوں کے ستائے ہوئے ہیں۔

ہم ابھی اس الم ناک جائزہ کو جاری رکھیں گے اور روئے زمین پر مسلمانوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کو بیان کرتے رہیں گے تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ انہیں اس عذاب سے محفوظ رکھنے اور ان کی عزت و شرافت اور ان کے وطن کو واپس لوٹانے کے لیے ایک اسلامی بلاک کے قیام کی کتنی سخت ضرورت ہے۔ ہم یہ سلسلہ جاری رکھیں گے باوجود اس کے کچھ ایسے "نقلچی طوطے" بھی ہیں جو اسلامی بلاک کے قیام کی طرف دعوت کو تعصب گردانتے ہیں جو بیسویں صدی میں مناسب نہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں "متمدن دنیا" مسلمانوں پر تعصب کا الزام نہ لگا دے۔

○

روسی حکومت روس میں مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیے منظم جدوجہد کر رہی ہے۔

حکومت کے سرکاری اخبار "پراودا" کے اعتراف کے مطابق بعض علاقوں میں تقریباً ۴۵ فیصد مسلمانوں کو فنا کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے۔ اگرچہ مذکورہ اخبار نے اس ہلاکت کا سبب قحط سالی کو قرار دیا ہے جو قرم میں واقع ہوئی ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس قحط سالی کا شکار صرف مسلم علاقے ہوئے ہیں۔ قرم کی غیر مسلم مضافاتی بستیوں میں اس کا کچھ بھی اثر ظاہر نہیں ہوا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ قحط سالی صرف مسلمانوں ہی کو اپنا نشانہ بناتی ہے ہاں! سوویت روس میں یہ بات کچھ معقول سی لگتی ہے!!

ہم جب تاریخ کے جھروکوں سے جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ قرم کے مسلم باشندے اپنے دلوں میں سوویت روس کے لیے بغض و نفرت کے جذبات رکھتے تھے اور ان پر مصائب و مشکلات نازل ہونے کے منتظر رہتے تھے۔ چناں چہ دوسری عالمی جنگ کے دوران جب جرمنی کی عظیم فوج نے روسی سرزمین پر حملہ کیا تو مسلمانوں نے

Marfat.com

سوچا کہ شاید روس اور جرمنی کی دشمنی کی وجہ سے انہیں اپنی حالت بہتر بنانے کا موقع مل جائے گا لیکن وہ لوگ یہ بھول گئے تھے کہ صلیبی روح روس اور جرمنی دونوں میں دوڑ رہی ہے۔ اس لیے دونوں کا رویہ مسلمانوں کے سلسلے میں یکساں ہوگا۔ یورپین ایک دوسرے کے تو دشمن ہوسکتے ہیں لیکن جہاں معاملہ مسلمانوں سے مقابلہ کرنے اور ان سے نبرد آزما ہونے کا ہو' وہاں سب ایک ساتھ ہیں۔

قرم میں جرمن کے ہاتھوں مسلمانوں کے ساتھ کیا المیہ پیش آیا۔ استاد یوسف ولی شاہ کی زبانی سیے۔ یہ ہم اس لیے نقل کر رہے ہیں تاکہ کوئی نہ کہہ سکے کہ مسلمانوں پر روس کے مظالم کا سبب ان کی کمیونزم دشمنی تھی کیوں کہ جرمن جو کہ روس کے دشمن ہیں وہ بھی مسلمانوں کی کمیونزم دشمنی کے باوجود ان سے انتہائی برا سلوک کرتے ہیں اور ان پر ایذا و تعذیب کے پہاڑ توڑتے ہیں محض اس لیے کہ وہ مسلمان ہیں! یوسف ولی شاہ بیان کرتے ہیں:

"ہزاروں لاکھوں مسلمان جنہوں نے سرخ فوج کی صفوں کو چھوڑ کر اور اپنے اہل و عیال اور خاندان والوں کو خطرے میں ڈال کر قصداً ہتھیار ڈال دیے تھے۔ بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح فائرنگ لائن سے سیکڑوں کلومیٹر پیچھے لے جائے گئے۔ ننگے پاؤں' ننگے بدن' ننگے سر۔ نہ انہیں کھانے پینے کی کوئی چیز دی گئی نہ تن ڈھانپنے کو کوئی کپڑا۔ ان میں سے اگر کوئی چند قدم بھی پیچھے رہ جاتا--- خواہ بیماری' تھکن یا کسی دوسرے شدید عذر کی بنا پر--- تو اس کی قسمت میں گولی ہوتی' جو اسے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیتی۔ کسی سوال و جواب کی کوئی گنجائش نہ تھی' جرمن فوج کے سخت برتاؤ پر معمولی سا بھی احتجاج یا ادنیٰ سی بھی ناگواری' فوجی کے اس دنیا کو خیرباد کہنے کے لیے کافی تھی"۔

Marfat.com

جرمن حکومت معصوم مسلمان قیدیوں کے ساتھ یہ برتاؤ' عام فوجیوں میں سے انہیں چن چن کر کرتی تھی۔

وہاں کے مقامی باشندے اور قیدی جرمنی سے اس سے زیادہ کچھ مطالبہ نہیں کر رہے تھے کہ وہ انہیں اصولی طور پر آزاد تسلیم کرلے۔ پھر انہیں آزاد چھوڑ دے کہ وہ کمیونسٹ سے جنگ کرنے کے لیے خود اپنی فوجیں تشکیل دیں اور جرمن ہتھیاروں کے بغیر خود ماسکو کے ہتھیاروں سے انہیں مار بھگائیں۔ مسلمان لیڈر جرمنی کے ساتھ اپنی گفتگو میں یہ بھی کہتے تھے کہ اگر جرمن قیادت کو ان کے معاملے میں شک ہے یا اسے فوج کے پیچھے انتشار اور فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے تو وہ اپنی مسلح فوجوں کو احتیاطا محفوظ رکھے اور جنگی لائن کے پیچھے جن مورچوں اور قلعوں پر قبضہ رکھنا بہتر سمجھتی ہے ان پر قبضہ کے ساتھ ساتھ سرحد کی حفاظت کرتی رہے۔ یہاں تک کہ انہیں مقامی باشندوں کی حسن نیت کا یقین ہو جائے کہ وہ واقعی کمیونسٹ ماسکو کے چیتھڑے اڑا دینا چاہتے ہیں۔ لیکن جرمنی نے ان کے اس مطالبہ کو رد کر دیا اور انہیں صاف جواب دے دیا کہ "جرمنی کو مسلمانوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ بہت جلد جرمن کے پاک خون سے سوویت یونین پر قبضہ کر لے گا"۔

شاید قارئین کو حلیف ممالک کا وہ کردار یاد ہو جس کا میں نے پہلے ذکر کیا ہے کہ جب یوگوسلاویہ میں البانوی مسلم مسلح ٹولیوں نے ان سے ہتھیار مانگے تاکہ وہ ان کی طرف سے جرمنی سے جنگ کر سکیں اور انہیں مار بھگائیں تو انہوں نے بھی ٹھیک یہی رویہ اپنایا۔ انہوں نے مسلمانوں پر بھروسہ نہیں کیا اور انہیں ہتھیار نہیں دیے۔ دوسری طرف انہوں نے عیسائیوں کو ہتھیار فراہم کیے تاکہ وہ جرمن لائن کے پار ٹھیک یہی کام انجام دیں۔

Marfat.com

روس میں جرمن کا کردار اور یوگوسلاویہ میں حلیف ممالک کا کردار دونوں یکساں ہیں۔ دونوں مسلمانوں کے ساتھ ظلم و تشدد کا امتیازی برتاؤ کرتے ہیں اور نازک ترین حالات میں بھی ان کی مدد کرتے ہیں نہ ان سے مدد چاہتے ہیں۔ آخر کیوں؟ صرف اس لیے کہ ان سب کی رگوں میں اب تک صلیبی خون دوڑ رہا ہے۔

اس معاملے میں سب برابر ہیں خواہ حلیف ممالک ہوں جو عیسائیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ حالاں کہ عیسائیت ان سے مبرا ہے۔ یا کمیونسٹ ہوں جو تمام مذاہب کا انکار کرتے ہیں یا نازی ہوں جو "قدیم معبود" کی موت کا اعلان کرتے ہوئے "لیڈر" کی جے پکارتے ہیں۔

یہ سب آپس میں اختلافات رکھتے ہیں اور باہم برسرپیکار ہوتے ہیں لیکن جہاں مسلمانوں اور اسلام سے مقابلہ درپیش ہو' وہاں مشرق و مغرب ہر جگہ ایک گروہ اور ایک ملت بن کر اس سے مقابلہ کرتے ہیں۔

پھر جب ہم کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ عیسائی دنیا' کمیونسٹ دنیا اور بت پرست دنیا' سب کی طرف سے ان پر مسلط کردہ اس طوفان کا مقابلہ کرنے کے لیے متحد ہوں تو کچھ لوگ اپنا سر جھکا لیتے ہیں اور بڑی انکساری سے کہتے ہیں "یہ عصبیت کی دعوت ہے۔ اب اس کا زمانہ گزر چکا"۔

یہ عصبیت کی دعوت ہے' اس لیے کہ عالم اسلامی ہی انسانیت کی تاریخ میں وہ واحد سرزمین ہے جہاں دوسرے عقائد رکھنے والوں کو بھی رہنے کی اجازت ہے اور انہیں تمام حقوق اور تحفظات حاصل ہیں۔ اس لیے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو اس بات کا مکلف قرار دیتا ہے کہ اپنے لیے آزادی عبادت کا تحفظ حاصل کرنے سے قبل مخالفین کے لیے آزادی عبادت کا تحفظ فراہم کریں۔

Marfat.com

چناں چہ قرآن کریم نے آزادی عقیدہ کا دفاع کرنے کے لیے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دیتے ہوئے کہا ہے:

و لولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا۔

(اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے' سب مسمار کرڈالی جائیں۔)

اس آیت میں مساجد کا ذکر سب سے آخر میں کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے نصاریٰ اور یہود کی عبادت گاہوں کا تذکرہ ہے۔

اسلامی اتحاد کو عصبیت قرار دینے والے تہذیب یافتہ لوگو!

کیا اسی کو عصبیت کہتے ہیں؟

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلام کا نظریۂ جنگ و امن

اسلام زندگی کے بارے میں اپنے کلی اصول اور امن کے بارے میں اپنی عام فطرت کی وجہ سے ان جنگوں کو قابل نفرت گردانتا ہے جن میں انسانیت آج کل مبتلا ہے۔ وہ ان کے اسباب کو بھی ناپسند کرتا ہے اور انہیں برپا کرنے والوں اور ان کی طرف دعوت دینے والوں پر بھی لعنت بھیجتا ہے۔ اس کے نزدیک ان کے محرکات بھی ناپسندیدہ ہیں اور نتائج بھی۔ کیوں کہ یہ تمام جنگیں درحقیقت روے زمین پر اللہ کے کلمے اور اللہ کے بلند اصولوں کے خلاف ہیں۔

اسلام حرام قرار دیتا ہے کہ ہم روے زمین پر طاغوتی طاقتوں کی صف میں شامل ہوں اور گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ان کا ساتھ دیں: **و الذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت (النساء۔ ۷٦)** (اور جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں)

اس میں شک نہیں کہ ان جنگوں کے محرکات اور اغراض و مقاصد کا اللہ کا کلمہ بلند کرنے سے کوئی تعلق نہیں اور یہ جنگیں کسی بھی صورت میں اللہ کی راہ میں نہیں ہیں۔

Marfat.com

اسلام حرام قرار دیتا ہے کہ ہم ان لوگوں کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائیں جو مسلمانوں کو اذیتیں دیتے ہیں' انہیں ان کے وطن سے نکالتے اور ان کی جلاوطنی میں دوسروں کی مدد کرتے ہیں:

" انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین' و اخرجوکم من دیارکم و ظاھروا علی اخراجکم ان تولوھم' و من یتولھم فاولئک ھم الظالمون' " ۔

(الممتحنہ - ۹)

(وہ تمہیں جس بات سے روکتا ہے وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے۔ ان سے جو لوگ دوستی کریں وہی ظالم ہیں۔)

انگلینڈ' امریکا اور روس نے مل کر ہمیں فلسطین میں ہمارے گھروں سے نکالا ---مسلمانوں کا ہر وطن ہمارا وطن ہے---- فرانس نے ہمیں اذیتیں دیں اور پورے شمالی افریقہ میں ہمارے خلاف جنگ کی۔ اس کی یہ روش اب بھی برقرار ہے۔ یہ تمام ممالک محض مذہب کی بنیاد پر ماضی میں بھی ہمارے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں اور اب بھی کر رہے ہیں۔

اس بنا پر ان چاروں ممالک میں سے کسی کے ساتھ کسی قسم کا معاہدہ یا کوئی تعاون اسلام کی نظر میں قطعاً حرام ہے اور اگر کوئی ملک ایسا کرتا ہے تو وہ صریح اسلامی نص کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ اس لیے اس منکر میں اس ملک کی رعایا پر اس کی اطاعت لازم نہیں بلکہ امت پر فرض ہے کہ وہ ہر ذریعے کو بروئے کار لا کر اور ہر طریقے سے اس ملک کو اس منکر سے باز رکھنے کی کوشش کرے۔

Marfat.com

اسلام لازم قرار دیتا ہے کہ ہم انسانیت کو اس پر ہونے والے ظلم سے نجات دلائیں اور اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنے آپ پر ہونے والے ظلم کو دفع کریں۔ روے زمین پر استعمار سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں اور آج عالم اسلامی کو دیکھتے ہوئے تین سرکش اور ظالم و جابر ممالک: انگلینڈ' فرانس اور اسرائیل استعمار کے نمائندے بنے ہوئے ہیں۔

اس لیے اسلام تقاضا کرتا ہے کہ ہم ان ممالک سے ہر میدان میں جنگ کریں' ان کی سرکوبی کے لیے موقع کی تلاش میں رہیں اور ان کے ساتھ ہمیشہ حالت جنگ میں رہیں یہاں تک کہ وہ سرکشی سے باز آجائیں:

"وقاتلوا فی سبیل اللہ یقاتلونکم"۔ (البقرہ - ۱۹۰)

(اور تم اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں)

اس سلسلے میں جو رویہ ملکوں اور حکومتوں کے ساتھ اختیار کیا جائے گا وہی جماعتوں اور افراد کے ساتھ بھی اختیار کیا جائے گا۔ چناں چہ ہر کمپنی' ہر مالی یا تجارتی ادارہ اور ہر فرد جو ان ملکوں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون کرتا ہے' دائرۂ اسلام سے خارج' اللہ کا نافرمان' امت مسلمہ کا باغی اور پوری دنیا کے مسلمانوں کو اذیت پہنچانے والا ہے۔

یہ فوجی جو دنیا میں کسی جگہ ان ملکوں کی فوجوں کے لیے سامان رسد پہنچاتے ہیں۔ یہ مزدور جوان کے فوجی کیمپوں میں کام کرتے ہیں یا ان کی بندرگاہوں وغیرہ میں باربرداری کرتے ہیں' یہ پیشہ ور شیوخ جو استعماری اداروں کو بچانے اور ان کو مدد پہنچانے کے لیے دینی نصوص کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ سب درحقیقت مسلمانوں کے ساتھ غداری کرتے ہیں' خود کو دھوکہ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی

Marfat.com

کرتے ہیں۔

اسلام ہر فرد' ہر ادارہ' ہر حکومت اور ہر سلطنت پر (خواہ اس کا تعلق کسی اسلامی ملک سے ہو) لازم قرار دیتا ہے کہ وہ ان سرکش قوتوں کے ساتھ جنگ کرے' ان سے بر سرپیکار ہو' اور جس طرح بھی ممکن ہو ان پر ضرب لگائے۔ ہم ہمہ وقت ان ملکوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہیں یہاں تک کہ وہ ہمارے خلاف جارحیت سے باز آجائیں اور پوری روے زمین پر سرکشی سے رک جائیں۔

یہ ہے اسلام کا نظریہ جو پوری طرح واضح' صریح اور بانگ دہل ہے۔ یہ ہمارے سامنے راہ نجات وا کرتا ہے اور پوری انسانیت کو امن و سلامتی کا راستہ دکھاتا ہے۔ مکمل' ہمہ گیر اور جارحیت' فتنہ و فساد اور سرکشی سے مبرا امن۔

اسلام آزادی بخشنے والی قوت ہے۔ یہ قوت زمین پر اس لیے برپا ہوتی ہے کہ بغیر کسی مذہبی تعصب کے تمام انسانوں کو خود ساختہ بیڑیوں سے آزاد کرائے اور انہیں آزادی' نور اور عزت عطا کرے۔ یہ اصلاحی اور تعمیری قوت جب شرپسند اور سرکش طاقتوں سے ٹکراتی ہے تو لازمی طور پر روے زمین سے ان کا صفایا کر دیتی ہے۔

اسلام جب آزادی اور تطہیر کی اپنی مطلوبہ ذمہ داریاں ادا کرنا چاہتا ہے تو وہ یہ فراموش نہیں کرتا کہ انسانیت کا اعلیٰ مفاد ہی اس کا اولین مقصد ہے نہ کہ فاتحین کا ذاتی مفاد یا مسلمانوں کے مخصوص مفادات' اس کے یہاں ایسی "مقدس ریاست" کا کوئی تصور نہیں جو حرام کو حلال اور منکرات کو جائز کر دے۔ غداری' نفاق اور جھوٹ کو سیاسی چال گردانے اور سختی' جرم اور وحشیت و بربریت کو عسکری شجاعت قرار دے۔

اسلام جو جنگ برپا کرتا ہے وہ انسانوں کو آزادی دلانے کی جنگ ہے۔

Marfat.com

جاگیردارانہ اور استبدادی نظاموں' انسانوں کی غلامی' سرکشی' ظلم' انحراف' اوہام اور اساطیر کے خلاف جنگ ہے۔ یہ اپنے وسیع اور ہمہ گیر مفہوم میں آزادی کی جنگ ہے۔ یہ خواہش نفس' اقتصادی محرکات' نسل پرستی اور تحکم سے پاک جنگ ہے۔ ایسی جنگ برپا کرنا انسانیت کے لیے باعث شرف ہے۔ اس لیے کہ اس کے ذریعے انسانی صفات' انسانی حقوق اور انسانی اصولوں کا اثبات ہوتا ہے۔

یہ ایسی جنگ نہیں جسے مجرم سرمایہ برپا کرتا ہے تاکہ اپنی جنگی صنعتوں کو بیچ کر نفع کمائے' وہ صنعتیں جو جسم و روح کو فنا' تہذیبوں اور تمدنوں کو برباد اور نفوس و اخلاق کو فاسد کردیتی ہیں۔ اسی طرح یہ ایسی جنگ نہیں جسے ذخیرہ اندوز کمپنیاں استعمار کے زیر تسلط ممالک میں اپنے مفادات کا تحفظ کرنے' وہاں کے طبیعی اور انسانی خام وسائل کا استحصال کرنے یا اپنی مصنوعات کے لیے منڈیاں حاصل کرنے کے لیے بھڑکاتی ہیں۔ اسی طرح یہ ایسی جنگ نہیں جسے سودی ادارے زبردست منافع کمانے' حرام کمائی حاصل کرنے' مواقع سے فائدہ اٹھانے اور ''گدلے پانی میں شکار'' کرنے کے لیے برپا کرتی ہیں۔

یہ ایسی جنگ نہیں جس کے ذریعے عوام کے سامنے علم و معرفت اور تہذیب کے راستے میں آہنی دیوار کھڑی کردی جاتی ہے تاکہ زیر تسلط ملک کے باشندے اندھے' بہرے' گونگے بن کر رہیں اور انہیں ذلت' جہالت اور خود سپردگی کے ساتھ جانوروں کی طرح ذبح خانوں میں لے جایا جائے۔

یہ ایسی جنگ نہیں جیسی گھناؤنی مغربی تہذیب محض مادی نفع اندوزی' نسلی احساس برتری اور مذہبی تعصب کی بنا پر انسانیت کے خلاف برپا کرتی ہے جیسا کہ مغربی دنیا اپنی طویل تاریخ میں ان سے واقف ہے۔

Marfat.com

بلکہ ان سب کے برخلاف اسلام کی برپا کی ہوئی جنگ اپنے ساتھ روے زمین کے تمام انسانوں کے لیے عدل و مساوات اور عزت و شرافت کا پیغام رکھتی ہے۔ وہ انہیں عالم واقعہ اور عالم مثال' شریعت اور قانون ہر جگہ گورے' کالے' مسلمان' غیر مسلم سب کے لیے نافذ کرتی ہے۔ تمام انسانوں کے لیے اس کے پاس ایک ہی پیمانہ اور ایک ہی معیار ہے۔

اگر ہم اس بلند چوٹی سے --- جہاں اسلام تن تنہا نظر آتا ہے --- اس گندے گڑھے کی طرف دیکھیں جس میں مغربی تہذیب لت پت ہے تو ہمیں الٰہی نظام اور انسانی نظام کے درمیان وسیع بعد محسوس ہوگا اور ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ الٰہی نظام سے تجاہل برتنے کے بعد انسانیت کو بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ وہ مضحکہ خیز تکبر و تعلی کے ساتھ ادھر ادھر بھٹک رہی ہے۔ اس کے رویے سے ایسا اظہار ہوتا ہے گویا اس کا ارادہ اللہ کی مشیت پر حاوی اور اس کی پہنچ اللہ کی عطا سے بڑھ کر ہے۔

جب تک انسانیت کافر' فریب خوردہ اور گمراہ تہذیب سے اپنا ناطہ جوڑے رہے گی اس وقت تک یوں ہی دربدر ٹھوکریں کھاتی رہے گی اور گندگی میں لت پت رہے گی۔ یہاں تک کہ اس کی زمام کار اسلام کے ہاتھ میں آجائے اور وہ عدل' نظام اور سلامتی کی وسیع اور پاکیزہ فضاؤں میں اس کی رہ نمائی کرے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

حسن البناء۔۔۔ معمار قوم

بسا اوقات بعض چیزیں اچانک ظہور پزیر ہوتی ہیں۔ لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قضاوقدر کا فیصلہ بھی یہی تھا اور اس میں بڑی حکمت پوشیدہ تھی۔۔۔۔ حسن البناء کے نام کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔ یہ محض اتفاق ہی ہے کہ "البناء" ان کا لقب ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ یہ محض ایک اتفاق ہے در آں حالیکہ اس شخص کی عظیم حقیقت یہی "تعمیر" ہے۔ حسن تعمیر بلکہ عبقریت تعمیر!!

اسلامی عقیدہ کی طرف دعوت دینے والے بہت سے لوگ ہیں' لیکن ان کا امتیازی وصف "تعمیر" کے علاوہ کچھ اور ہی ہے ہر داعی "معمار" ہو سکتا ہے نہ ہر معمار کو "حسن تعمیر" کی خداداد صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔

یہ عظیم عمارت۔۔ اخوان المسلمین۔۔۔ جماعتوں کی تشکیل میں اسی عظیم عبقریت کا مظہر ہے۔ اخوان المسلمین محض افراد کا ایک مجموعہ نہیں جن کے احساسات اور وجدانات کو داعی نے برانگیختہ کر دیا ہو اور اس کی وجہ سے وہ ایک عقیدے کے گرد جمع ہو گئے ہوں بلکہ تعمیر کی عبقریت' تنظیم میں اسرہ' شعبہ' حلقہ' مجلس منتظمہ'

Marfat.com

مجلس تاسیسی اور مرکزی دفتر تک قدم قدم پر ظاہر ہوتی ہے۔

یہ تو صرف ظاہری ہیئت کے لحاظ سے ہے (جو اس عبقریت کا ایک ادنیٰ سا مظہر ہے) ورنہ اس کا اندرونی ڈھانچہ اس سے کہیں زیادہ دقیق' محکم اور مضبوط ہے۔ اس کے نظم اور اس کی (روحانی) تعمیری عبقریت پر وہ نظام دلالت کرتا ہے' جس سے خاندان' ڈویژن اور شعبہ کے افراد وابستہ ہیں۔ یہ اجتماعی مطالعہ' یہ اجتماعی نمازیں' یہ اجتماعی تربیت' یہ اجتماعی سیر و سیاحت' یہ اجتماعی تربیت گاہیں---- اور آخر میں یہ مشترک جذبات و احساسات---- جماعت کے نظم کو ایک عقیدے کی صورت میں ڈھال دیتے ہیں اور اس سے وابستہ افراد انہیں تنظیمی ہدایات اور احکام کی بنا پر نہیں بجالاتے بلکہ اندرون نفس موجزن جذبہ انہیں ان پر آمادہ کرتا ہے۔

تعمیری عبقریت افراد اور جماعتوں کی قوت و صلاحیت کے صحیح استعمال میں ظاہر ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ ہر دم رواں پیہم دواں ہو جائیں۔ محض دینی شعور کو برانگیختہ کر دینا کافی نہیں ہے۔ اگر داعی اپنی جدوجہد صرف اسی حد تک محدود کرلے تو اس کا یہ فائدہ تو حاصل ہوگا کہ بالخصوص نوجوانوں میں دینی جوش و جذبہ پیدا ہو جائے گا لیکن محض اس کے ذریعے کچھ نہیں ہو سکتا' اس طرح محض عقیدے کا علمی مطالعہ بھی کافی نہیں ہے۔ اگر داعی محض اسی پر اکتفا کرلے تو اس سے وہ روحانی سرچشمے خشک ہو جائیں گے جن سے تراوٹ' حرارت اور شادابی حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح وجدان کی برانگیختی اور علمی مطالعہ دونوں کے ذریعے بھی مطلوبہ قوتوں اور صلاحیتوں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ان کے علاوہ دوسری صلاحیتیں (مثلاً جسمانی صلاحیت' عملی صلاحیت اور فطری صلاحیت وغیرہ) ہیں جو انسان کو کسب معاش' عزت و شہرت کے حصول اور جہاد و قتال پر ابھارتی ہیں۔

Marfat.com

حسن البناء نے ان تمام چیزوں پر غور کیا---- بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ان پر ان تمام چیزوں کا الہام ہوا۔ انہوں نے اپنی جماعت کا نظام کچھ اس طرح بنایا کہ ایک مسلمان اس کے دائرے میں رہتے ہوئے ان تمام میدانوں میں اپنی سرگرمیاں جاری رکھ سکے اور جماعت کے لیے کام کے دوران اور اس کے نظم کے دائرہ میں اپنی تمام فطری صلاحیتیں بروے کار لا سکے۔ انہوں نے مختلف نظام قائم کیے جیسے عسکری یونٹوں کا نظام' عسکری تربیت گاہوں کا نظام' اخوانی کمپنیوں کا نظام' داعیوں کا نظام' فدائیوں کا نظام وغیرہ وغیرہ۔ اخوان کے ان فدائیوں نے فلسطین اور نہرسویز کے معرکوں میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا ہے۔ یہ معرکے ان کی فداکاری و جاں نثاری اور اس نظام کی عبقریت پر گواہ ہیں۔

تعمیر کی عبقریت مختلف طرز کے لوگوں کو جمع کرنے میں ظاہر ہوتی ہے۔ حسن البناء نے صرف ربع صدی کے عرصہ میں مختلف ذہنیتوں' مختلف عمروں اور مختلف ماحول کے لوگوں کو ایک نظم سے وابستہ کر دیا۔ ایک لڑی میں پرو دیا۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک عبقری لحن میں مختلف نغمے یکجا ہوں۔ انہوں نے احساسات' ادراکات' عمروں اور حلقوں کے اختلاف کے باوجود تمام لوگوں کو ایک رنگ میں رنگ دیا۔ ایک رخ پر لگا دیا اور ایک راہ پر گامزن کر دیا۔

بتایئے کیا ان کا یہ لقب---البناء--- محض اتفاقیہ تھا؟ یا ایک خدائی فیصلہ جس کے تحت چھوٹے بڑے اتفاقات اور مقدرات ایک وحدت اور نظم کی ساتھ لوح محفوظ میں رقم ہیں؟

OOO

حسن البناء اپنے رب کے جوار رحمت میں پہنچ گئے۔ اس وقت ان کی تعمیر کی

Marfat.com

ہوئی "عمارت" مضبوط بنیادوں پر قائم ہو چکی تھی۔ پھر ان کی شہادت جس انداز سے ہوئی اس میں بھی تعمیر کا ایک نیا پہلو پوشیدہ تھا۔ اس کے ذریعے اس کی بنیادیں مزید گہری ہو گئیں اور اس کی دیواریں اور مضبوط ہو گئیں۔ مرحوم کی ہزارہا تقریروں اور صدہا تحریروں سے اخوان کے دلوں میں دعوت کا وہ جذبہ پیدا نہ ہو پاتا جو ان کے پاکیزہ خون کے قطرات سے پیدا ہوا ہے۔

ہماری زبان سے نکلے ہوئے الفاظ موم کی گڑیوں کے مثل بے جان ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ہم ان کی راہ میں اپنی جان قربان کر دیتے ہیں تو ان میں روح پڑ جاتی ہے اور وہ لافانی ہو جاتی ہے۔

"سرکش بونوں" نے جب اخوان پر لوہے اور آگ کی طاقت مسلط کر دی تو وقت گزر چکا تھا۔ جس عمارت کی بنا حسن البناء نے ڈالی تھی وہ اس قدر بلند ہو گئی تھی کہ اس کا منہدم کرنا اب ممکن نہ تھا۔ اس کی بنیادیں اس قدر گہری ہو گئی تھیں کہ اسے اکھاڑ پھینکنا ان کے بس میں نہ تھا۔ اس وقت وہ ایسے نظریے میں ڈھل گئی تھی جسے لوہے اور آگ کی طاقت کے ذریعے فنا نہیں کیا جا سکتا تھا اور آخر لوہے اور آگ کی طاقت کب کسی فکر کو فنا کے گھاٹ اتارنے میں کامیاب ہو سکی ہے؟ تعمیر کی عبقریت "سرکش بونوں" کی پہنچ سے کہیں بلند تھی۔ چناں چہ سیلاب گزر گیا اور اخوان باقی رہ گئے۔

بارہا اخوان میں سے بعض لوگوں کے دلوں میں دوسرے رجحانات ابھرے ---- اور ہر مرتبہ ایسے رجحانات رکھنے والے اخوان سے اس طرح کٹ کر الگ ہو گئے جس طرح ایک تناور درخت سے سوکھا پتہ ٹوٹ کر الگ ہو جاتا ہے یا وہ رجحانات ہی ختم ہو گئے مگر اخوان کی صفوں میں کوئی انتشار پیدا نہ ہو سکا۔

بارہا اخوان کے دشمنوں نے اس "درخت" کی کوئی ٹہنی پکڑ لی جسے وہ بہت

Marfat.com

مضبوط اور درخت کی جڑ تک گہرا سمجھ رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ جوں ہی وہ اسے اپنی طرف کھینچیں گے پورا درخت کھنچ آئے گا' یا وہ پورے درخت کو اکھاڑ پھینکیں گے---- لیکن جب انہوں نے ایسا کیا تو وہ ٹہنی خشک لکڑی کی طرح ان کے ہاتھ میں آگئی جس میں نہ تری تھی' نہ پتے' نہ پھل!

یہ ہے تعمیر کی عبقریت جو "معمار" کے چلے جانے کے بعد بھی قائم ہے----

○○○

آج بھی اخوان کی "عمارت" اسی طرح متنوع مشکلات سے دوچار ہے جس طرح ماضی میں تھی۔ لیکن آج اس کی بنیادیں پہلے سے زیادہ گہری اور اس کی دیواریں پہلے سے زیادہ بلند اور مضبوط ہیں۔ آج وہ نفس میں راسخ عقیدہ' تاریخ میں ثبت ماضی' مستقبل کی امید اور زندگی کا مقصد ہے اور ان سب کے پس پردہ اللہ کی مشیت ہے جس پر کوئی غلبہ نہیں پا سکتا اور امام شہید کا خون ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

جو شخص بھی اس "عمارت" کے بارے میں بری نیت رکھتا ہے' اسے یاد رکھنا چاہیے کہ فاروق کی سرکشی اس کی ایک اینٹ بھی نہ ہلا سکی اور نہ اس میں معمولی سا بھی شگاف پیدا کر سکی۔ جب کہ اس کی پشت پر انگلینڈ اور امریکا بھی تھے---- اسے سوچ لینا چاہیے کہ مستقبل اسی عقیدے کا ہے جس پر اخوان کی عمارت قائم ہے اور اسی اجتماعی نظام کا ہے جو اس عقیدے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے---- آج ہر اسلامی سرزمین میں ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کی آواز گونج رہی ہے جسے ماضی میں استعمار نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا تاکہ عالم اسلامی کو نگلنا اس کے لیے آسان ہو جائے۔ اب وقت آگیا ہے کہ یہ ٹکڑے پھر جڑ جائیں اور ایک زندہ اور مکمل جسم بن جائیں جو خود استعمار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

Marfat.com

اشیاء کی طبائع اس نظریے کے غلبہ پانے کا تقاضا کرتی ہیں---- افتراق و انتشار اور پراگندگی کی لہر گزر چکی۔ لیکن اسلامی نظریہ اس تاریک دور میں بھی فنا نہ ہو سکا تو اب وہ کیوں کر فنا ہو سکتا ہے جب کہ اب بیداری اور زندگی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

اسلامی نظریہ اخوان المسلمین کی عمارت کے ساتھ گھل مل گیا ہے۔ جب ماضی میں کسی کے لیے ممکن نہ رہا کہ ان دونوں کے درمیان علاحدگی کر دے تو حال یا مستقبل میں کسی کے لیے ان دونوں کے درمیان جدائی کرنا کیوں کر ممکن ہو سکے گا؟!

استعمار ماضی میں بے دینی پیدا کرنے کے مختلف وسائل کو مذہب کا لبادہ اوڑھا کر استعمال کرتا تھا۔ اس نے جہاں صوفیا کو استعمال کیا وہیں علماء ازہر کو بھی اپنا آلہ کار بنایا جس طرح کہ شاہ نے انہیں آلہ کار بنایا تھا۔ لیکن اب اس کے لیے یہ ممکن نہیں رہا، آج اخوان اسلامی نظریہ کی بھرپور نمائندگی کر رہے ہیں اس لیے اب اسے کسی بھی طریقے سے مسخ کرنا ممکن نہیں۔ آج خود ازہر---- جو ماضی میں طویل عرصے تک ظالموں اور اہل استبداد کے تابع رہا ہے---- بیدار اور ان کے چنگل سے آزاد ہو رہا ہے۔ اس کے طلبہ اور اساتذہ فرداً فرداً اور جماعت در جماعت اخوان کی صفوں میں شامل ہو رہے ہیں جو کہ حقیقی اسلامی نظریہ کا اولین گہوارا ہے، قرآن کہتا ہے:

"کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی ان اللہ قوی عزیز"۔ (المجادلہ۔ ۲۱)

(اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہو کر رہیں گے۔ فی الواقع اللہ زبردست اور زور آور ہے)۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

حسن البناء کا خون

انصاف کی عدالت میں

اس پاکیزہ خون کا مقدمہ اب تک عدالت میں زیر بحث ہے' اس لیے مجھے اس پر اور اس کے واقعات پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ مقدمہ دل میں غم و اندوہ کو برانگیختہ کرتا ہے' کچھ حقائق کا انکشاف کرتا ہے' آسمانی عدل و انصاف کے مقابلے میں زمینی عدل و انصاف کی حقیقت واضح کرتا ہے اور انسان کے بتائے ہوئے قانون اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے:

"ان فی ذلک لذکری لم کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید" (ق - ۳۷)

(اس میں عبرت کا سبق ہے ہر اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو' یا جو توجہ سے بات کو سنے)

وکیل استغاثہ کہتا ہے:

"جیسا کہ تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ امیرالائی محمود عبدالحمید نے جماعت اخوان المسلمین کے مرشد عام "شیخ حسن البناء مرحوم" کو

Marfat.com

قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ تحقیقات سے متعین طور پر یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ اس وقت سربراہان مملکت بھی اس پر متفق تھے یا اس نے بذات خود یہ سازش رچی تھی تاکہ ان سربراہان مملکت کا تقرب حاصل کرسکے۔ اس لیے کہ اسے پورا یقین تھا کہ انہوں نے شہید مرحوم کے خون کو مباح قرار دے دیا ہے۔ چناں چہ اس نے ان کے قتل کی سازش تیار کرکے ان لوگوں کی خواہش پوری کردی اور اس کو عملی جامہ پہنا دیا۔

امیرالای محمود عبدالمجید کی تیار کردہ اس سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کچھ اشخاص تیار ہوئے جو مجرمانہ ریکارڈ رکھتے تھے اور جنہیں خود امیر محمود نے اس جرم کا ارتکاب کرنے کے لیے منتخب کیا تھا۔ ان میں صاغ حسین کامل 'یوزباشی عبدہ ارمانیوس' امباشی احمد حسین جاد' وکیل باشاویش' محمد اسماعیل' امباتی حسین محمد بن رمضان' باشجاویس محمد محفوظ محمد' مصطفیٰ محمد ابواللیل 'یوسف ابو غریب وغیرہ قابل ذکر ہیں''۔

آخر میں وکیل استغاثہ ان لوگوں سے قصاص لیے جانے کا مطالبہ کرتا ہے جن کی فرد جرم میں نشان دہی کی گئی ہے لیکن وہ ان سربراہان مملکت کے سامنے بے بس اور عاجز نظر آتا ہے ''جنہوں نے شہید مرحوم کا خون مباح قرار دے دیا تھا'' اس لیے کہ دنیا کا قانون اس کی کوئی مدد کرتا ہے نہ ان سربراہان مملکت کو--- جو اس پاکیزہ خون کی حفاظت کے ذمہ دار تھے--- قتل ناحق کے جرم میں پابند سلاسل کرتا ہے۔

مقدمہ عدالت میں زیر بحث ہے۔ اس لیے اس پر اور اس کے واقعات پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں--- لیکن اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ عدالت وکیل استغاثہ کے تمام مطالبات پورے کردے اور ان مجرموں سے قصاص لے لے۔ تب بھی ان مجرموں کا شہید حسن البناء سے کیا مقابلہ؟ ان کے خون کی شہید مرحوم کے بہائے گئے پاکیزہ خون سے کیا برابری؟

Marfat.com

غور کرنے کا مقام ہے' دنیا کا عدل و انصاف کتنا عاجز و بے بس اور محدود ہے!

اس عہد میں سب سے اعلیٰ مقام اور حیثیت کے مالک یہ "سربراہان مملکت" ہیں جیسا کہ وکیل استغاثہ نے ان کی جانب حقارت کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ سب لوگ مل کر بھی شہید مرحوم کے خاک پا کے برابر بھی نہیں۔ اگر ان سب کو بطور قصاص قتل کر دیا جائے تب بھی انصاف کا تقاضا پورا نہیں ہوگا۔ پھر محض ان چند چھوٹے لوگوں کے قصاص سے کیا عدل حاصل ہو سکتا ہے' جن میں سب سے بڑا امیرالای ہے؟

یہاں دنیا کا عدل و انصاف بے بس نظر آتا ہے۔ دنیا کے قوانین کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ دنیا کے قانون ساز بونے لگتے ہیں----- اور الٰہی قانون اور انسانی قانون کے درمیان ایک وسیع خلیج اور زبردست فاصلہ نظر آتا ہے۔

اس سربراہ مملکت کی کیا سزا ہے جو بے گناہوں کے پاکیزہ خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرتا ہے؟ دنیا کا عدل و انصاف اس جرم پر کیا فیصلہ صادر کرتا ہے جسے وکیل استغاثہ پورے یقین اور تاکید کے ساتھ بیان کرتا ہے؟

ایسا لگتا ہے کہ ان "سربراہان مملکت" کے جھوٹے استحکام اور تحفظ نے وکیل استغاثہ کو پابہ زنجیر کر دیا ہے جس کی وجہ سے وہ ان سے خون کا قصاص لینے پر قادر نہیں ہے۔

کتنے بے حقیقت اور بودے ہیں دنیا کے یہ قوانین جو مجرموں کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اور انہیں عدل و انصاف اور قانون سے بالاتر قرار دیتے ہیں؟! کتنا بے بس اور ناقص ہے دنیا کا عدل و انصاف؟

دنیا کا عدل و انصاف تو یہ ہے کہ اگر مقدمہ کی ظاہری کارروائیاں صحیح اور

Marfat.com

مکمل ہیں اور ان میں کسی جرح کی گنجایش نہیں تو فیصلہ خواہ کتنا ہی غیر منصفانہ ہو عدالت عالیہ اسے باطل نہیں قرار دے سکتی' حق کو دیکھتے ہوئے بھی اس کا اثبات نہیں کر سکتی اور ظلم کو ظلم سمجھتے ہوئے بھی ختم نہیں کر سکتی۔ یہی نہیں بلکہ اگر حق کے اثبات کی گنجایش ہو تب بھی اگر ایک بار فیصلہ نافذ کر دیا ہے اور اس میں کوئی قانونی غلطی بھی نہیں ہے تو وہ خواہ کتنا ہی ظالمانہ اور غیر منصفانہ ہو' بدلہ نہیں جا سکتا۔ بداری کے مقدمہ میں جسٹس عبدالعزیز فہمی کا یہی موقف رہا اور وہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی ظلم کو دفع کرنے اور انصاف کرنے پر قادر نہ ہو سکے۔ بس ان کے ضمیر کی گہرائیوں سے دنیا کے قانون (جو انتہائی جامد اور کارروائیوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے) کے خلاف ایک دل دوز نالہ نکلا۔ لیکن عملاً وہ کچھ نہ کر سکے۔

وہی عدالت پھر غلطی کرتی ہے اور فیصلہ صادر کرنے کے بعد اس پر غلطی آشکارا بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ حق کی طرف رجوع نہیں ہو سکتی----- اس لیے کہ فیصلہ صادر کرتے ہی معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

کتنا بے بس ہے دنیا کا عدل و انصاف! کتنی عاجز ہے دنیا کی عدالت جو حق کو دیکھتے ہوئے بھی اس کی طرف رجوع نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ معاملہ اس کے ہاتھ سے نکل گیا اور قانون کے ظاہری ڈھانچے کو برقرار رکھنے کے لیے حق کی طرف رجوع ممکن نہیں۔

رہا آسمان کا عدل تو وہ کہتا ہے کہ حق کی طرف رجوع بہتر ہے۔ وہ قاضی کو حکم دیتا ہے کہ فیصلہ کرنے کے بعد اگر اس پر غلطی عیاں ہو جائے تو اپنا فیصلہ کالعدم قرار دیدے اور حق کی طرف رجوع ہو۔ اس لیے کہ حق کا اتباع گمراہی اور غلطی میں مبتلا رہنے سے زیادہ بہتر ہے۔ وہ عدالت کو حکم دیتا ہے کہ حق کے عیاں ہوتے ہی اس کو نافذ کرے اور قانون کے ان ظاہری ڈھانچوں کی پابند نہ رہے جنہیں دنیا کا قانون

Marfat.com

انصاف پر ترجیح دیتا ہے اور ان کی شان باقی رکھتا ہے خواہ ان کے راستے میں کتنے ہی بے گناہوں کا خون کیوں نہ بہہ جائے۔

دنیاوی عدل و انصاف کا آسمانی عدل و انصاف سے کیا مقابلہ ؟!

ہم جب مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلام کی حکمرانی ہو اور اسلامی شریعت قانون سازی کا سرچشمہ ہو---- تو فی الواقع ہم ترقی یافتہ شریعت' دقیق کارروائیوں اور مکمل عدل و انصاف کا مطالبہ کرتے ہیں۔ لیکن جاہل و نادان لوگ کہتے ہیں: "کیا تم چاہتے ہو کہ ہم چودہ سو سال پیچھے لوٹ جائیں ؟!

یہ لوگ کتنے بڑے فریب کا شکار ہیں؟ کتنی بڑی جہالت میں مبتلا ہیں؟

واقعہ یہ ہے کہ تمہارا قانون ہی بے بس اور عاجز ہے' تمہاری قانون سازی ہی پس ماندہ اور جامد ہے۔ ہم جس شریعت کی طرف تمہیں دعوت دیتے ہیں وہ قاضی کو پوری آزادی دیتی ہے کہ جس وقت بھی اور مقدمے کے جس مرحلے میں بھی اس پر حق واضح ہو' وہ اس کی طرف رجوع ہو۔ یہاں تک کہ فیصلہ کرنے کے بعد بھی اگر اسے معلوم ہو کہ اس کا فیصلہ غلط ہے تو وہ اس سے رجوع کر کے حق اختیار کرے۔

ہماری شریعت ظلم کے سامنے مجبور محض اور بے دست و پا ہو کر نہیں رہ جاتی' اس لئے کہ وہ عدل' حق اور فیصلے کے احترام کے لیے کارروائیوں کا احترام کرتی ہے لیکن اگر کہیں ظلم ہو رہا ہو اور عدل و انصاف کا خون ہو رہا ہو تو اس پر ان کی پابندی لازم نہیں۔

ہماری شریعت کسی شاہ' کسی صدر جمہوریہ' کسی وزیر اعظم' کسی وزیر یا کسی گورنر کو قانون سے بالاتر نہیں سمجھتی اور جرم کرنے والا خواہ کیسے ہی منصب کا حامل ہو اسے سزا دیتی ہے۔

Marfat.com

ہماری شریعت قتل کرنے والے یا قتل پر اکسانے والے کسی شخص کو صاحب الجلالہ (HIS MAJESTY) کا خطاب نہیں دیتی۔ نہ اس کی "مقدس" ذات کو تحفظ عطا کرتی ہے اور نہ اسے قانون سے بالاتر قرار دیتی ہے۔

ہماری شریعت سربراہان مملکت کو کھلی چھوٹ نہیں دیتی کہ وہ بے گناہوں کا قتل عام کرتے رہیں پھر بھی مطمئن اور محفوظ و مامون رہیں اور قانون کا شل اور فالج زدہ ہاتھ ان کو اپنی گرفت میں نہ لے سکے۔

یہ ہمیں وہ اصول جن کے حصول کے لیے ہم اسلامی شریعت کی حکمرانی کا مطالبہ کرتے ہیں اس لیے کہ اسلامی شریعت دوسرے قوانین کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ، زیادہ وسیع اور ہمہ گیر اور زیادہ لچک دار ہے---- جب کہ تمہارا دنیاوی قانون قاصر، جامد، پس ماندہ اور OUT OF DATE ہے جو زمانے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا اور بے گناہوں کے خون کا قصاص نہیں لیتا۔

○○○

یہ خیالات میرے دل میں اس وقت پیدا ہوئے جب میں فرد جرم کا مطالعہ کر رہا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ دنیا کا عدل و انصاف کس قدر قاصر، عاجز اور بے بس ہے اور آسمانی عدل و انصاف کس قدر عالی، بلند، فائق اور عظیم ہے۔

میں نے اپنے جی میں کہا: کیا اللہ تعالیٰ اس انسانیت پر ہدایت کے دروازے نہیں کھولے گا کہ وہ دنیا کی تنگی سے آسمان کی وسعت میں آسکے؟ کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کو بصیرت نہیں عطا فرمائے گا کہ وہ اس نور کا مشاہدہ کر سکیں جس سے محروم ہونے کی وجہ سے گھٹاٹوپ تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں؟

یہ بات بیک وقت مضحکہ خیز بھی ہے اور الم ناک بھی کہ ہمارے ماہرین قانون:

Marfat.com

وہ حضرات ہیں جو دنیاوی قوانین کو عصری اور ترقی یافتہ سمجھتے ہیں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کو قدیم اور OUT OF DATE گردانتے ہیں۔

وہ اپنے قوانین اور الٰہی شریعت میں غور و فکر کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے قوانین کی روح رواداری' آزادی' دقت و باریکی اور عدل پر مبنی الٰہی شریعت کے مقابلے میں انتہائی جامد اور محدود ہے۔ یہ لوگ جو اپنے آپ کو آزاد اور ترقی پسند سمجھ رہے ہیں فی الواقع انتہائی جاہل اور نادان ہیں:

" و اذا قیل لھم لا تفسد وا فی الارض قلوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسد ون و لکن لا یشعرون۔ " (البقرہ - ۱۲)

(جب کبھی ان سے کہا گیا کہ زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں--- خبردار حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں مگر انہیں شعور نہیں ہے)

اللہ انہیں معاف کرے اور حق اور راستی کی طرف ہدایت دے۔ حق ان سے بہت تھوڑے فاصلے پر ہے۔ کاش وہ اس کی طرف پلٹ کر آتے۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

ہماری دعوت

اخوان کی دعوت بسیط اور واضح ہے جس میں کوئی پیچیدگی اور ابہام نہیں' لیکن اس کے باوجود ان کے دائرے سے باہر بہت کم لوگ ہیں جو اسے اچھی طرح سمجھتے ہوں۔

اخوان کی دعوت اسلام کی دعوت ہے---- معاشرے کو اسلامی بنیادوں پر قائم کرنے کی دعوت ہے' اسلام کی یہ بنیادیں کیا ہیں؟

اسلام ایک عقیدہ ہے جس سے ایک شریعت کا وجود ہوتا ہے اور اس شریعت کی بنیاد پر ایک نظام برپا ہوتا ہے---- لیکن اسلامی ممالک میں ایسی اقلیتیں بھی رہتی ہیں جو اسلام کو نہیں مانتی بلکہ ان کے دوسرے عقائد ہوتے ہیں۔ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں ان کا کیا کردار ہوگا؟

اسلامی نظام خود اس سوال کا سیدھا سا جواب دیتا ہے:

یہ نظام اقلیتوں کو آزادی عقیدہ کی پوری ضمانت دیتا ہے۔ انہیں عقیدہ' عبادت اور پرسنل لا میں پوری آزادی فراہم کرتا ہے۔ یہ تمام امور ہر اقلیت کے عقیدے کے مطابق انجام پاتے ہیں اور حکومت ان میں کوئی دخل اندازی نہیں

Marfat.com

کرتی۔ اس نظام میں تمام عقائد کی حیثیت اسلامی عقیدے کے مثل ہوتی ہے۔

لیکن پرسنل لا کے دائرے سے باہر جو قوانین معاشرے پر حکمرانی کرتے ہیں اور معاشرے میں دوسرے تعلقات کو متعین اور منظم کرتے ہیں' ان کے بارے میں اسلام لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے مطابق ہوں۔ اس سلسلے میں اقلیتوں کے ساتھ اسلامی شریعت کا معاملہ بعینہٖ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا معاشرتی زندگی کو منظم کرنے والے کسی دوسرے قانون کا! اس لیے کہ فوج داری' دیوانی' تجارتی اور بین الاقوامی قوانین اخلاقی بنیادوں پر قائم ہیں جو تمام مذاہب کے نزدیک پسندیدہ ہیں۔ اس پہلو سے اسلامی قوانین فرانسیسی قوانین کے مقابلے میں (جو آج کل نافذ اور جو مسیحیت سے زیادہ مادی رومی قوانین کی طرف مائل ہیں) مسیحیت یا یہودیت کی روح سے زیادہ قریب ہیں۔

پھر آخر کسی اقلیت کو اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے کہ کسی ملک کے دیوانی' تجارتی اور فوج داری قوانین اسلامی شریعت سے مستفاد ہوں؟ جب کہ انہیں اسلامی نظام میں آزادی عقیدہ' آزادی عبادت اور پرنسل لا کی آزادی کی ضمانت حاصل ہو۔ اس لیے کہ ان کا تحفظ اس نظام کا بنیادی جز ہے۔ اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں میں جدید قوانین کی بنیادیں بھی پائی جاتی ہیں۔ عصرحاضر کے ماہرین قانون نے خود اعتراف کیا ہے کہ اسلامی قوانین رومی قوانین سے اور اس طرح ان تمام قوانین سے جو رومی قوانین سے مستفاد ہیں' کہیں زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔

مثال کے طور پر ایک مسیحی کے لیے کیا فرق پڑتا ہے خواہ ریاست اپنے قوانین کی بنیاد اسلامی شریعت پر رکھے یا فرانسیسی قانون پر؟ جب کہ فرانسیسی قانون اسے اتنے وسیع تحفظات نہیں دیتا جتنے اسلامی شریعت اسے عطا کرتی ہے۔ نہ وہ حکومت میں اسے اتنے

Marfat.com

حقوق دیتا ہے جتنے اسلامی شریعت عطا کرتی ہے۔ اسلامی شریعت اس کے دینی وجدان کو مجروح کرتی ہے نہ اس کی مخصوص عبادتوں اور پرسنل لا میں دخل اندازی کرتی ہے بلکہ اس کی آزادی کی ضمانت دیتی ہے اور اسے مکمل تحفظ عطا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ فوج داری' تجارتی اور دیوانی قوانین میں بھی جن چیزوں کا تعلق عقیدے سے ہے اور جو عقیدے پر مبنی ہیں' ان میں اسلامی نظام اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ اقلیتوں کو کسی ایسے قانون پر مجبور نہ کیا جائے جس سے ان کا عقیدہ مجروح ہوتا ہو۔

مثال کے طور پر اسلام مسلمانوں پر شراب حرام قرار دیتا ہے اور شراب پینے والوں کو مخصوص سزا دیتا ہے لیکن اگر بعض اقلیتوں کے عقائد میں شراب پینا جائز ہو تو اس صورت میں اسلام شراب پینے پر ان اقلیتوں میں سے کسی کو سزا نہیں دے گا۔

اسی طرح اسلام شراب اور خنزیر کو "مال متقوم" نہیں قرار دیتا۔ چناں چہ اگر کسی مسلمان کی ملکیت میں شراب یا خنزیر ہو اور کوئی اسے تلف یا ہلاک کردے تو ایسا کرنے والے کو کوئی سزا دی جائے گی نہ اس پر تاوان عائد کیا جائے گا۔ لیکن اگر یہ کسی غیر مسلم کی ملکیت ہوں جس کا مذہب اس کے لیے شراب اور خنزیر کی تجارت جائز قرار دیتا ہو تو انہیں تلف کرنے والے پر تاوان لازم ہو گا۔

یہی معاملہ زکوۃ کا ہے۔ زکوۃ اسلام میں بیک وقت ٹیکس بھی ہے اور عبادت بھی۔ اس لیے دوسرے مذاہب کے لوگ اگر اسے ادا کرنا نہ چاہیں تو انہیں اس پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ لیکن وہ لوگ اس کے بالمقابل ایک ٹیکس ادا کرتے ہیں جس میں عبادت کا مفہوم نہیں ہے۔ ایسا اس لیے ہے تاکہ انہیں ایک اسلامی عبادت کی ادائیگی پر مجبور نہ کیا جائے لیکن اس کے ساتھ ضروری ہے کہ امت کے اجتماعی تحفظ میں وہ بھی شریک ہوں۔ اس لیے کہ اجتماعی تحفظ کے ثمرات سے --- جس کی وجہ سے

Marfat.com

زکوۃ فرض ہوتی ہے--- وہ بھی لطف اندوز ہوتے ہیں اور اس کے ذریعے معاشرتی تحفظات سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اسلامی نظام دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے وجدانی احساسات کا بھی لحاظ کرتا ہے۔ صرف پرسنل لا ہی میں نہیں بلکہ فوج داری' دیوانی اور تجارتی قوانین کے دائرے میں بھی اور یہ ایسا مقام ہے جس کی بلندی تک دنیا کو کوئی قانون نہیں پہنچتا۔

اسلامی نظام حکومت اور خاص طور پر اسلامی سزاؤں کے بارے میں غلط فہمیوں اور افترا پردازیوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر "چور کا ہاتھ کاٹے جانے" کے بارے میں عجیب و غریب قسم کے تصورات پائے جاتے ہیں۔

بہت سے لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت کے نافذ ہوتے ہی لاکھوں آدمیوں کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے۔ یہ عجیب و غریب وہم ہے--- اسلام چور کا ہاتھ اسی وقت کاٹتا ہے جب وہ تمام لوگوں کے لیے مادی زندگی کے تحفظات فراہم کر دیتا ہے۔ انہیں غذا' لباس' رہائش اور دیگر تمام ضروریات کی ضمانت دیتا ہے اس کے بعد--- نہ کہ اس سے پہلے---- وہ چور کا ہاتھ کاٹتا ہے اس لیے کہ اس وقت وہ ضروریات یا ناگزیر حاجت کے بغیر چوری کرتا ہے لیکن اگر کسی صورت میں کوئی شبہ پایا جائے تو اس وقت حد نافذ نہیں ہوگی بلکہ تعزیر کی جائی گی یعنی دوسری سزائیں (جیسے قید وغیرہ) دی جائیں گی۔

پھر آخر اس جیسے نظام کو قائم کرنے سے کسی مسلمان یا غیر مسلم کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟ اور اگر زندگی پر حکمرانی کرنے والے قوانین اس جیسی شریعت سے استفادہ کرتے ہیں تو آخر کسی انسانی ضمیر کو کیا تکلیف لاحق ہوتی ہے؟

Marfat.com

اخوان المسلمین کی دعوت یہ ہے کہ لوگوں کی تربیت بلند اور پاکیزہ اخلاق پر کی جائے تاکہ وہ شریعت کو پورے اخلاص کے ساتھ نافذ کر سکیں۔ کھلے چھپے اللہ کی خوش نودی پیش نظر رکھیں اور اس دنیا میں ایک اعلیٰ مقصد کے لیے جدوجہد کریں----- اس دعوت سے اقلیتوں کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟ حالاں کہ ان کے مذاہب بھی اسی چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں جس کی طرف اسلام دعوت دیتا ہے اور اسلام کی طرح ان کا مقصد بھی انسانی روح کی تہذیب و درستی اور اسے بلند مقام پر فائز کرنا ہے۔

اخوان المسلمین پورے عالم اسلامی کو استعمار کے پنجے سے آزاد کرانے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہر خطہ کے لوگ اپنی سرزمین کو آزاد کرنے اور دوسروں کے ساتھ تعاون کرنے کے مکلف ہیں۔ پھر آخر اخوان کی دعوت سے قومیت کی طرف دعوت دینے والوں کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟ جب کہ اسلام نہ صرف یہ کہ ان کے قومی مقاصد کی تکمیل کرتا ہے بلکہ مزید دوسرے مقاصد کو پورا کرتا ہے۔ پھر آخر قومی پہلو اور دیگر پہلوؤں کے لحاظ سے اقلیتوں اور غیر اقلیتوں کو کیا نقصان پہنچتا ہے؟ جب کہ اسلام تمام لوگوں کو ہر قسم کے استعمار سے آزاد کرانے کی جدوجہد کرتا ہے۔

اسلامی دعوت کے بارے میں بہت سے لوگوں کو ایک عجیب و غریب قسم کا وہم یہ لاحق ہے کہ اخوان ایک دینی حکومت کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر زندگی کے معاملات میں عمامہ پہننے والے شیوخ کو حکومت کے مناصب پر فائز کرنا چاہتے ہیں حالاں کہ اخوان نے کبھی اس قسم کی بات نہیں کہی ہے۔ وہ صرف اسلامی حکومت یعنی اسلامی شریعت کے نفاذ کا مطالبہ کرتے ہیں اور اسلامی شریعت عماموں اور شیوخ کا تقاضا نہیں کرتی اس لیے کہ اسلام کا مطالبہ یہ نہیں کہ کوئی مخصوص دینی تنظیم اقتدار سنبھال لے بلکہ جوں ہی اسلامی شریعت کا نفاذ ہو جائے گا اسی وقت سے اسلامی حکومت

Marfat.com

قائم ہو جائے گی۔

خود تنظیم اخوان المسلمین کی تشکیل علماء دین کی حکومت کے تصور کی---- اس موہوم صورت میں جس کا بعض لوگ گمان کرتے ہیں---- نفی کرتی ہے۔ اس کے اندر عوام کے تمام طبقات اور تمام ثقافتوں کے لوگ موجود ہیں۔ اخوان اس معنی میں کوئی دینی تنظیم نہیں جس میں یہ لفظ یورپ اور دوسرے ممالک میں سمجھا جاتا ہے۔ اسلامی حکومت سے دین دار طبقے کی حکومت مراد لینا محض افترا پردازی اور بہتان تراشی ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اخوان کی دعوت پوری طرح واضح، صریح اور بسیط ہے جس میں کوئی پیچیدگی اور غموض نہیں۔ لیکن اسلام کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر مفاد پرست اور متعصب لوگ ان اوہام و خرافات کو پھیلانے کا موقع پا جاتے ہیں اور خود مسلمانوں میں جہالت عام ہونے کی وجہ سے بعض لوگ ان کی تصدیق کرنے لگتے ہیں۔

انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم کہیں کہ "اخوان المسلمین کی دعوت تعصب سے پاک ہے اور جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں وہی حقیقت میں تعصب کا برتاؤ کرنے والے ہیں۔ یا پھر وہ نرے جاہل ہیں جنہیں یہ بھی پتا نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں"۔

☆ ☆ ☆

Marfat.com

عقیدہ اور معرکہ آرائی

اللہ اخوان المسلمین کو زندہ رکھے.... جب معاملے نے سنگین صورت اختیار کرلی تھی' پانی سر سے اونچا ہوگیا تھا' محض نعرہ بازی اور شور وشغب کا نہیں بلکہ عملاً جہاد اور قربانی کا وقت تھا اور پروپیگنڈے سے آگے بڑھ کر جان کی بازی لگانے اور جام شہادت نوش کرنے کا موقع تھا۔ اس وقت میدان میں کوئی نظر نہ آتا تھا' صرف اخوان ہی تھے جو ہر وقت کام کے لیے حاضر' انفاق کے لیے تیار' قربانی کے لیے مستعد' معرکہ آرائی کے لیے آزمودہ کار اور شہادت کے متمنی تھے۔

ان کے علاوہ دوسرے لوگ تقریریں کرتے رہے اور مقالے لکھتے رہے لیکن وہ عملاً میدان جہاد میں کود پڑے۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ جمع ہوتے رہے اور منتشر ہوتے رہے لیکن انہوں نے ہتھیار اٹھائے اور خاموشی سے اپنا راستہ لیا----

ان کے علاوہ دوسرے لوگ صرف تیاری کرتے رہے اور ٹریننگ حاصل کرتے رہے۔ لیکن وہ مصر کا حقیقی سرمایہ تھے۔ قابل قدر اور کارآمد سرمایہ' انہوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے تیار کیا اور پہلے ہی دن سے جہاد کی پکار پر لبیک کہا۔

اس حقیقت کے روز روشن کی طرح عیاں ہونے کے باوجود بعض نادان اور کم عقل لوگوں نے زبان و قلم سے اسلام کی مخالفت شروع کردی ہے اور اخوان پر بے بنیاد اعتراضات کرنے لگے ہیں۔ اور حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان کم عقلوں اور بے بضاعت لوگوں کا دعویٰ یہ ہے کہ اخوان قرآن کی بات کرتے ہیں جب کہ دوسری طرف میدان میں معرکہ برپا ہے--- حالاں کہ واقعہ یہ ہے کہ میدان میں صرف اخوان ہیں' ان کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا۔

ذلیل وخوار اور شکست خوردہ لوگ اسلام کی اس روح کا ادراک نہیں کرسکتے

Marfat.com

جو اخوان کے دلوں میں موجزن ہے۔ ان کی لاغر و ناتواں اور فاسد روحیں اس بلندی اور وسعت تک نہیں پہنچ سکتیں جس سے ان بلند آفاق کا مشاہدہ کر سکیں۔ وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتے کہ بغیر عقیدے کے معرکہ آرائی ممکن نہیں اور یہ کہ عقیدے کے حاملین کا حال یہ ہوتا ہے کہ جنگ سے راہ فرار نہیں اختیار کرتے بلکہ متحد ہو کر مقابلہ کرتے ہیں اور سیم و زر کی چمک دمک سے ان کی نگاہیں خیرہ نہیں ہوتیں۔ عملی صورت حال سے اس حقیقت کی تائید ہوتی ہے۔ آج صرف اخوان ہی ہیں جو میدان میں نظر آ رہے ہیں۔ اس لیے کہ صرف وہی ایسے زبردست عقیدے کے حامل ہیں۔ جس نے انہیں میدان میں کود پڑنے پر آمادہ کیا ہے۔

بسا اوقات پرجوش اور سرگرم "قومیت" اپنے ماننے والوں کو جدوجہد پر آمادہ کر دیتی ہے۔ اسی طرح "انقلابی اشتراکی عدل و مساوات" اپنے ماننے والوں کو معرکہ آرائی پر اکسا دیتی ہے۔ لیکن ان دونوں کا مقصد بہت چھوٹا اور دائرۂ کار بہت محدود ہے۔ رہے اخوان جیسے اسلامی عقیدے کے حاملین تو ان کے مقاصد بہت عظیم اور ان کے آفاق بہت وسیع ہیں۔

یہ لوگ تمام انسانوں کے لیے عزت و سربلندی چاہتے ہیں۔ اس لیے وطن کے لیے ان کا جوش و جذبہ قوم پرستوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ یہ لوگ ہر میدان میں عدل و انصاف چاہتے ہیں۔ اس لیے معاشرتی عدل کے لیے ان کا جوش و جذبہ تمام انسانوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کا نصب العین اعلیٰ و ارفع اور ہمہ گیر ہے۔ اس لیے کہ وہ زمین میں اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے سرگرم عمل رہتے ہیں۔ ہر حال میں اللہ سے اپنا تعلق جوڑتے ہیں اور اس سے اس چیز کی امید رکھتے ہیں جو جان و مال' زندگی اور اللہ کی راہ میں خرچ کی جانے والی تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

قربانی اور جاں نثاری کے لیے منادی جب اور جہاں پکارے یہ لوگ اس کی پکار پر دیوانہ وار دوڑ پڑتے ہیں' انہوں نے اللہ کے ساتھ اپنے نفوس کا سودا کر لیا ہے:

Marfat.com

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنتہ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون وعدا علیہ حقا فی التوراۃ و الانجیل و القران و من اوفی بعھدہ من اللہ؟ (التوبہ۔ ۱۱)

(حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے' مارتے اور مرتے ہیں۔ (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے۔ توراۃ اور انجیل اور قرآن میں۔ اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو؟)

کسی بھی کم عقل اور جاہل کو حق نہیں کہ اسلامی عقیدے کے حاملین میں عیب نکالے۔ کفر نے ان سے جنگ کی' استعمار ان سے برسرپیکار رہا۔ جاگیرداری نے ان سے محاذ آرائی کی۔ ظالم سرمایہ داری نے ان سے معرکہ آرائی کی۔ مجرم کیمونزم نے ان کے خلاف محاذ کھولا۔ شروفساد' خباثت اور برائی ان کے مقابلے میں صف آرا ہوئی۔ یہ تمام قوتیں ان کے خلاف متحد ہو گئیں۔ مگر سب کو منہ کی کھانی پڑی۔ سب ناکام و نامراد اور بے نیل و مرام واپس ہوئیں۔ اس لیے کہ یہ سب زمین کی طاقتیں ہیں اور اسلامی عقیدے کے حاملین کو آسمانی طاقت کا سہارا حاصل ہے۔ یہ سب طاقتیں عالم فانی سے تعلق رکھتی ہیں اور اسلامی عقیدے کے حاملین کا تعلق عالم جاودانی سے ہے۔

امت مسلمہ طویل نیند کے بعد بیدار ہوئی ہے۔ اگر وہ فنا اور موت کے قریب ہوتی تو کبھی بیدار نہ ہوتی۔ وہ طویل نیند کے بعد بیدار ہوئی ہے اور زندگی کا قاعدہ یہ نہیں کہ پھر فوراً دوبارہ نیند آجائے۔ اب امت مسلمہ زندہ رہے گی۔ برابر پروان چڑھتی رہے گی اور اس کے خلاف مصروف پیکار رہنے والی منتشر بھیڑ کائی کی مانند چھٹ کر رہے گی۔

اگر امت مسلمہ سے اب بھی کچھ لغزشیں ہو رہی ہیں' وہ اب بھی ٹھوکریں کھا رہی ہے اور اضطراب کا شکار ہے تو یہ نزع کی کیفیت یا مرض کی علامت نہیں بلکہ

Marfat.com

نئی زندگی کی حرکت ہے۔ طویل نیند اور بے ہوشی کے بعد بیداری اور ہوش مندی کی نشانی ہے۔ مستقبل اس کا ہے۔ تمام دلائل اسی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

"عقیدے کے بغیر کوئی معرکہ آرائی نہیں' کوئی زندگی نہیں' کوئی انسانیت نہیں"۔ یہ باتیں جب ہم زبان سے کہتے تھے تو ذلیل اور کم عقل لوگ انہیں مذاق میں اڑا دیتے تھے۔ آج حقائق اور واقعات نے ان کی تصدیق کر دی ہے۔ اب اگر پھر بھی کوئی زبان یا قلم سے استہزا کے درپے ہے تو یہ درحقیقت بے حیثیت اور بے بضاعت لوگوں کی خرافات ہیں جو وہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ کرتے رہے ہیں۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اور مستقبل صرف اسلام کا ہے۔

☆ ☆ ☆

نوجوانوں کے نام ایک پیغام

میں اس وقت شام اور لبنان سے واپس آ رہا ہوں۔ تم لوگوں کی خدمت میں وہاں سے تمہارے بھائیوں کا ہدیہ سلام لایا ہوں اور ساتھ ہی وہ عظیم ذمہ داریاں بھی جو تمام لوگ تمہارے کندھوں پر ڈالتے ہیں۔ انہوں نے ہر پارٹی کو پرکھا ہے' ہر سیاست کو جانچا ہے اور ہر طریقے کا تجربہ کیا ہے اور بالآخر انہیں یہ اعتراف کرنا پڑا ہے کہ جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے وہی کامیاب راستہ ہے... انہوں نے تم ہی پر مستقبل کی تمام ذمہ داریاں عائد کی ہیں' ان ممالک کے مستقبل کی ذمہ داریاں جو آزادی حاصل کرنے اور بہتر زندگی گزارنے کے لیے جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ایسی زندگی جو "خیرامت" کے شایان شان ہے۔

اے اخوان کے نوجوانو!

لوگ ہر جگہ تمہارے بارے میں' تمہاری سیاست کے بارے میں' تمہاری

Marfat.com

کوششوں اور محنتوں کے بارے میں اور تمہارے رجحانات کے بارے میں سوال کرتے ہیں... اس لیے اچھی طرح جان لو کہ آنکھیں تم پر کھلی ہوئی ہیں، نگاہیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں، تمہارا ہر چھوٹا بڑا عمل شمار کیا جاتا ہے اور تم صرف اپنی ذات کے لیے یا اپنے چھوٹے سے ملک--- مصر--- کے لیے نہیں جی رہے ہو بلکہ تمہاری زندگی اس وسیع و عریض عالم اسلامی کے لیے ہے۔

اے اخوان کے نوجوانو! تم ہی مستقبل کے مرد میدان ہو۔

آزادی کے لیے آئندہ ہونے والے فیصلہ کن معرکے میں مستقبل صرف اور صرف تمہارا ہے۔ اس عظیم معرکے میں جس میں عالم اسلام کا شریک ہونا لازمی ہے اور جو آج تیونس، مراکش اور دنیا کے دوسرے حصوں میں برپا ہو چکا ہے۔ تمہیں استعمار کی تمام شکلوں کے ساتھ معرکہ آرائی کرنی ہے خواہ وہ توپوں اور ٹینکوں کی صورت میں ظاہر ہو یا معاہدوں کی صورت میں یا تنظیموں اور جماعتوں کی صورت میں۔ جن کے لیے ممالک کے تمام ذرائع ابلاغ، صحافت اور نشرواشاعت کے ادارے وقف ہو جاتے ہیں جیسا کہ تم آج کل دیکھ رہے ہو۔

تیونس اور مراکش میں ان دنوں آئندہ ہونے والے فیصلہ کن معرکہ (جس کا برپا ہونا یقینی ہے) کا ایک حصہ شروع ہو چکا ہے۔ تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ معرکہ صرف فرانس ہی کا برپا کردہ نہیں ہے بلکہ اس کی پشت پر پورا مغربی استعمار ہے۔ اس میں وہ جدید استعمار بھی ہے جو قوموں کے سامنے اپنی حقیقی شکل میں ظاہر نہیں ہوتا بلکہ ایسی تنظیموں اور جماعتوں کی صورت میں در آتا ہے جو بلا حساب خرچ کرتی ہیں اور بے انتہا پروپیگنڈا کرتی ہیں اور انہیں یہ خوف بھی نہیں ہوتا کہ لوگ کہیں ان سے پوچھ نہ بیٹھیں کہ اتنا پیسہ ان کے پاس کہاں سے آتا ہے؟

اے اخوان کے نوجوانو!

موجودہ معرکے میں تمہاری ذمہ داری صرف یہی نہیں کہ تیونس اور مراکش

Marfat.com

کے حق میں نعرے بلند کرو یا فرانس پر لعنت بھیجو اور اس کی جھوٹی شہرت کے چیتھڑے اڑا دو جو کہ فرانس کے "غلام" مصر' لبنان اور دوسری جگہوں پر قائم کیے ہوئے ہیں' ہرگز نہیں بلکہ تمہاری ذمہ داری اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ تمہاری یہ ذمہ داری یہ ہے کہ پورے استعمار کے ٹکڑے ٹکڑے کردو اور ان تنظیموں اور جماعتوں کی دھجیاں اڑا دو جو جدید استعمار کے مفاد کے لیے کام کرتی ہیں اور نہ صرف یہ کہ بلاحساب خرچ کرتی ہیں بلکہ انہیں ایسا کرنے میں ذرا سی بھی حیا و شرم دامن گیر نہیں ہوتی۔

آج ہر جگہ اخبارات و رسائل خریدے جاتے ہیں۔ اس صورت حال میں تمہاری ذمہ یہ ہے کہ تم--- جو کہ ہر شہر میں ہزاروں اور ہر قریہ میں سینکڑوں کی تعداد میں ہو--- استعمار اور اس کے ایجنٹوں کے خلاف "الدعوۃ" کے ترجمان بن جاؤ۔ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ تم ان رسائل کا بدل بن جاؤ جو آج ہر جگہ خریدے جاتے ہیں۔ تمہاری داری یونیورسٹی میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کے حلقے میں بھی ہے۔ تمہاری ذمہ داری عام مجلسوں میں بھی ہے' تمہاری ذمہ داری راستوں میں بھی ہے۔ تمہاری ذمہ داری دیہاتوں اور قریوں میں بھی ہے۔

اے اخوان کے نوجوانو! تمہاری حیثیت زندہ کتابوں کی سی ہے جو ہر جگہ پہنچ سکتی ہیں' ہر گھر میں داخل ہوسکتی ہیں' ہر مدرسہ اور ہر اسکول میں جاسکتی ہیں۔ جو قومی شعور کو عام کرسکتی ہیں' استعمار کی سازشوں کو ناکام بناسکتی ہیں اور تیونس اور مراکش کے باشندوں اور ان تمام قوموں کے ساتھ کی گئی سازشوں کو بے نقاب کرسکتی ہیں جو استعمار اور ان کے ایجنٹوں کے دام میں گرفتار ہیں۔

اے اخوان کے نوجوانو! اے وہ لوگو جن تک رسالہ "الدعوۃ" کے ذریعے میری یہ آواز پہنچ رہی ہے۔ تم میں سے ہر ایک کی ذمہ داری ہے کہ میری یہ باتیں کم

Marfat.com

ازکم دس افراد تک ضرور پہنچائے۔۔۔ ہر جگہ کم ازکم دس افراد تک.... ہم اس وقت استعمار کے ایجنٹوں کے ساتھ نہ صرف مصر میں بلکہ پوری دنیا میں برسرپیکار ہیں۔ ہم پر واجب ہے کہ ہم استعمار کا خاتمہ کردیں اور استعمار کے ایجنٹوں کو شکست فاش دیں۔

اے اخوان کے نوجوانو! یہ ایک ہنگامی دعوت ہے جو میں سفر سے واپسی پر تم لوگوں کو دے رہا ہوں۔ ہر جگہ تمہارے بھائیوں کے سلام کے ساتھ اسے تمہارے سامنے پیش کررہا ہوں۔ عن قریب میں تم لوگوں سے تمہارے اجتماعات میں ملاقات کروں گا اور ہم ایک ساتھ مل بیٹھ کر یہ پلاننگ کریں گے کہ کیوں کر اپنی جدوجہد جاری رکھیں۔ صرف مصر ہی کے لیے نہیں صرف تیونس اور مراکش کے لیے نہیں۔ بلکہ دنیا کے ہر اس چپے کے لیے جسے استعمار کے ناپاک قدموں نے گندا کردیا ہے اور جہاں اس کے ایجنٹ کام کررہے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

تمہارا بھائی

سید قطب

☆ ☆ ☆

Marfat.com

اسلام اور مغرب کی کش مکش

مصنف

سید قطب شہید

مترجم

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

عکس

AKSPUBLICATIONS

Marfat.com